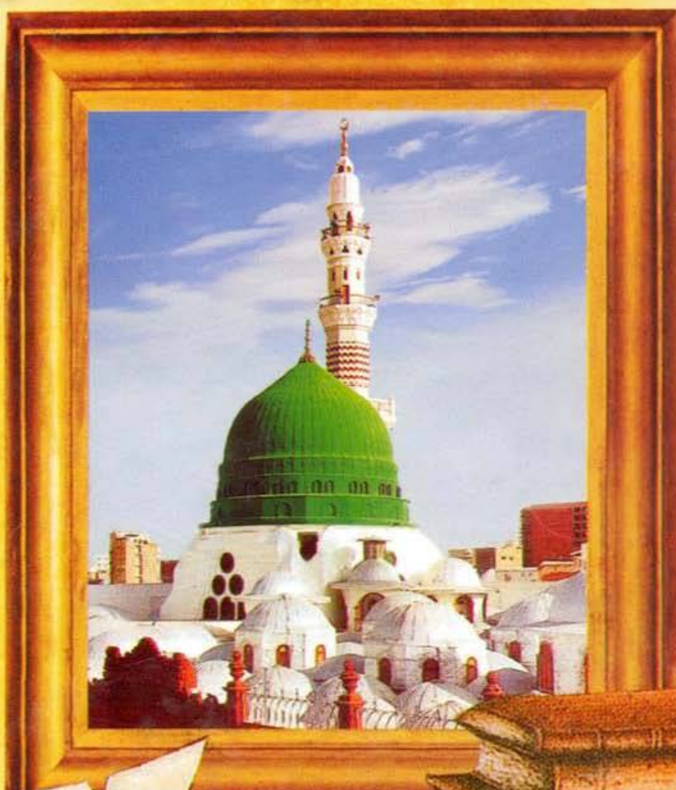
شانِ حبیبِ الباری

مِن

روایاتِ البخاری







مُصنّفہ: علامہ غلام مصطفٰے مجددی ایم اے



قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

بنگاہِ رحمت

حضور امام ربانی سیدنا مجدد الفِ ثانی فاروقی قدس سرہٗ



نام کتاب ——— شانُ حبیب الباری من روایاتِ البخاری

نام مصنف ——— علامہ غلام مصطفٰے مجددی ایم۔اے

صفحات ——— 312

تصحیح ——— غلام دستگیر احمد

تعداد ——— 1100 (گیارہ سو)

سالِ اشاعت ——— 2004ء

کمپوزنگ ——— عزیز کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ 042-7236056

ناشر ——— چوہدری عبدالمجید قادری

ہدیہ ——— =/120 روپے

ملنے کے پتہ

- ☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
- ☆ لاثانی بک سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ
- ☆ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور
- ☆ اسلامی کتب خانہ اُردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ جمال کرم مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ روحانی پبلشرز ظہور ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

انتساب

گنبدِ خضریٰ کی بلندیوں

کے نام

☆......☆......☆

عرشِ بریں پہ کیوں نہ ہو فردوس کا دماغ

اتری ہوئی شبیہ ترے بام و در کی ہے

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

حضرتِ علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہ

نحمدہ ونصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

امابعد

ایمان کا اوّلین نقطہ اور اسلامی نظام عقائد کی بنیاد اول توحید ہے۔ یعنی کائنات کے خالق و مالک اللہ کو ذات و صفات، افعال و اسماء اور اوامر میں یکتا ماننا۔ انسان کا مقصد تخلیق بھی اسی وحدہٗ لاشریک کی معرفت و عبادت ہے۔ اگر چہ ارض و سماء کا گوشہ گوشہ اسی نورالسموات والارض کی تجلیات قدرت سے چمک دمک رہا ہے۔ تاہم انسان کے فکر فلک پیما کو اس کی بارگاہ عظمت تک رسائی نہیں اور عقل و خرد اپنی پوری پہنائیوں اور توانائیوں کے باوجود اس کے عرفان سے قاصر ہے۔ ابن آدم کی یہی بے بسی اور مجبوری تھی جس کے پیش نظر سلسلہ نبوت کا اجرا ہوا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے عقل و خرد کی رہنمائی فرمائی اور اپنے خالق کی تلاش میں دربدر ٹھوکریں کھاتے ہوئے انسان کو توحید اور معرفت و عبادت سے آشنا کر کے منزل مقصود پر پہنچایا۔ گویا نبوت خالق و مخلوق کے درمیان برزخ ہے اور اس کے وسیلے کو تھامے بغیر بندے کا خدا تک پہنچنا محال ہے۔

سلسلہ نبوت کی آخری کڑی سرکار ابد قرار دولت مدار حضور احمد مختار محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔آپ کے بعد نہ کوئی پیدا ہوگا اور نہ خداوند قدوس کی طرف سے قرآن حکیم کے بعد کوئی کتاب نازل ہوگی۔ گویا کائنات کی ہدایت کا دارومدار اب اسی آخری نبی ﷺ اور اسی آخری کتاب پر ہے۔دوسرے الفاظ میں اللہ جل مجدہ نے اس محبوب اعظم و آخر ﷺ کے سوا خود تک پہنچنے کے سارے راستے بند کردیے۔ بقول حضرت مولائے روم رحمہ القیوم

درہا ہمہ بستند الا در تو
تارہ نبرد غریب الا بر تو

﴿یعنی اے محبوب! ترے دروازے کے سوا سب دروازے بند ہوگئے ہیں۔اصل میں قدرت کا اپنا منشا بھی یہی ہے کہ مسافر آئے تو صرف تری بارگاہ میں آئے﴾

مختصر یہ کہ رب واحد کے عرفان کا واحد ذریعہ حضور سرور دارین ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ جو جتنا آپ سے قریب ہوگا' خدا سے قریب ہوگا اور جتنا آپ کی معرفت سے ہمکنار ہوگا' خدا کی معرفت کا مستحق ٹھہرے گا۔خدا نے ذات وصفات پر حضور پرنور ﷺ کو دلیل روشن بنا کر بھیجا اور واشگاف انداز میں اعلان فرمایا۔

﴿یَاأَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا﴾

"اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے قطعی برہان آ گئی اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین ﴿یعنی قرآن﴾ نازل فرمایا"۔ ﴿سورۃ النساء﴾

اس نور مبین کا کام دراصل حضور پرنور ﷺ تک پہنچانا اور آپ کی ذات و صفات سے روشناس کرانا ہے۔یعنی پہلے تو آخری نبی ﷺ تشریف لائے اور پھر ان کی تصدیق کیلئے اور ان کی عظمتوں کا تعارف کرانے کیلئے یہ کتاب ہدیٰ انہی پر اتاری گئی۔ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے بھی ان کی صداقت کی دلیل تھے۔ چنانچہ ماننے والے ان معجزات کو دیکھ کر ان پر ایمان لے آتے تھے۔

ہمارے آقا و مولا ﷺ کسی خاص قوم و ملک یا کسی خاص زمانے کیلئے نہیں تھے۔ لہٰذا آپ کو دائمی اور عالمگیر قسم کا عظیم ترین معجزہ قرآن حکیم کی شکل میں عطا ہوا جو ابد تک آپ کی کائنات گیر نبوت و رسالت، بے مثل عظمت و سطوت اور لاجواب سیرت و صورت کے گن گاتا رہے گا۔ یہی حقیقت تھی جس کو زبان رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں ادا فرمایا۔

مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُه' اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِىْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَى اللّٰهُ اِلَىَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ

''انبیاء میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں سے صرف اتنا دیا گیا ہے جتنا کہ اس پر انسان ایمان لا سکے اور مجھ کو وحی ﴿قرآن پاک﴾ کا معجزہ دیا گیا جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء سے زیادہ ہوگی''۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

یہ قرآن پاک اپنے نزول سے اب تک اور اب سے ہمیشہ تک اعلان کر رہا ہے اور کرتا رہے گا کہ حضور ﷺ ساری کائنات کے اسی طرح رسول ہیں جس طرح خدائے واحد کائنات کا خدا ہے۔ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ حضور شاہد ہیں ﴿اور کوئی چیز آپ کے مشاہدے سے خارج نہیں﴾ حضور مبشر نذیر، داعی الی اللہ باذنہ اور سراج منیر ہیں۔ حضور ﷺ کو ہر اس چیز کا بھی علم دیا گیا جو پہلے آپ کے علم میں نہیں تھی ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ﴾ اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ ﴿سورۃ النساء''﴾ اور اللہ کے بعد آپ بھی اللہ کے فضل سے غنی فرماتے ہیں۔ ﴿وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه'﴾ ﴿سورۃ التوبہ﴾ آپ کا سینہ کھول دیا گیا۔ ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ ﴿سورہ الانشراح﴾ اور آپ کا ذکر بلند کر دیا گیا۔ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ ﴿ایضا﴾ آپ کی بعثت مومنوں پر

اللہ کا احسان عظیم ہے۔ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً﴾ ﴿سورۃ آل عمران﴾ اور یہ تشریف آوری اتنی اہم تھی کہ اس کی خوشخبری دینے کیلئے بنی اسرائیل کے آخری اور اولوالعزم رسول حضرت عیسیٰ مسیح علی علیہ السلام بھیجے گئے۔ ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَد﴾ ﴿سورۃ الصف﴾ آپ نور ہیں۔ ﴿قَدْ جَاءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْر ﴾ ﴿سورۃ المائدہ﴾ مگر لباس بشریت میں جلوہ گر۔ ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَر مِّثْلُكُمْ﴾ ﴿سورۃ الکہف﴾ اس لئے کہ آئینہ صفات باری ہیں اسی لئے آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ۔ ﴿يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ ﴿سورۃ الفتح﴾ آپ سے بیعت خدا سے بیعت۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰه﴾ ﴿ایضا﴾ اور آپکا مارنا پھینکنا رب کا مارنا یا پھینکنا ہے۔ ﴿مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ﴾ ﴿الانفال﴾ آپکی اطاعت اللہ کی اطاعت۔ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهُ﴾ ﴿سورۃ النساء﴾ اور انسان آپ کی اتباع پر اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔ ﴿فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه﴾ ﴿سورۃ آل عمران﴾ جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو ایک بار فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا' وہاں اللہ خود اور اس کے فرشتے ہر آن اس حبیب یکتا نبی بے ہمتا ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور اہل ایمان کو درود و سلام بھیجنے کا حکم ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْما﴾ ﴿سورۃ الاحزاب﴾

یوں تو سارا قرآن پاک رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کیلئے اترا اور اس طرح اس کا ایک ایک لفظ و حرف حضور پر نور ﷺ کی مدح و ثنا کا لازوال گنجینہ ہے مگر بعض آیات ﴿جیسا کہ اوپر کی سطور سے ظاہر ہے﴾ آپ کی عظمت کے مختلف پہلوؤں پر نص قطعی کا حکم رکھتی ہیں اور ان سے تاجدار ختم نبوت ﷺ کے فضائل و کمالات اس انداز میں واشگاف ہوتے ہیں کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ آج سے قریبا نصف صدی پیشتر جب اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف خارجی اور داخلی دشمنوں کی مشترکہ سازشیں پورے عروج پر تھیں' حضرت حکیم الامت قبلہ مفتی

احمد یار خان صاحب علیہ الرحمہ نے بھولے بھالے مسلمانوں کا ایمان بچانے کیلئے ایک عظیم الشان کتاب تصنیف فرمائی' جس کا نام ''شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن'' رکھا۔ اس کتاب سے سینکڑوں مسلمانوں کا ایمان محفوظ ہوا۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء یا ۱۹۵۹ء میں جب میں جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں سال سوم کا طالب علم تھا' مفتی صاحب قبلہ کی زیارت کیلئے گجرات ان کے دردولت پہ حاضر ہوا تو فرمانے لگے ''مشرقی پاکستان سے بیسیوں خطوط آئے ہیں کہ تمہاری کتاب نے ہمارے ایمان بچالئے ہیں''۔ فی الواقعہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے کتاب کو نہایت مدلل' مضبوط اور مثبت انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ اللہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے ان کی یہ سعی محمود اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور ان کے مزار پرانوار پر رحمتوں کی بارش کا نزول ہوتا رہے۔ آمین۔

کتاب خداوندی کی بہترین تفسیر ''معلم کائنات حضور ہادی اعظم ﷺ کی حدیث مبارک ہے اور احادیث مقدسہ کے مجموعوں میں سب سے زیادہ معتبر بخاری شریف ہے۔ قطب المجددین سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بعض شیعہ مصنفین کے اعتراف سے بھی اسے اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ ﴿یعنی قرآن پاک کے بعد صحیح ترین کتاب﴾ ثابت کیا ہے۔ اس کے مصنف امام المحدثین اور امیر المومنین فی الحدیث حضرت سیدنا امام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے ازحد ادب واحترام سے مسجد نبوی اور دربار رسالت میں اسے مدون فرمایا اور پھر چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ اگرچہ ان کی فقہی تحقیقات زیادہ تر حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے موافقت رکھتی ہیں تاہم ان کا یہ کارنامہ کہ حدیث شریف کا صحیح ترین مجموعہ تیار کیا سب محدثین وفقہاء' مشائخ وعلماء میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور بعض فروعی تحقیقات میں اختلاف کے باوجود بخاری شریف اور اس کے عظیم مصنف کو دل کی گہرائیوں سے سلام کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور یونہی محدثان کرام

ﷺ ہمارے محسن ہیں اور عقائد میں سب متفق ہیں۔

اختلاف ہے تو بعض چھوٹے چھوٹے فقہی مسائل میں اور یہی اختلاف ہے جسے زبان نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ السلام نے اِختلافُ اُمَّتِی رَحْمَۃ فرما کر اس پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ نماز' روزے وغیرہ کے مسائل مثلاً رفع یدین اور آمین بالجہر میں تو اپنی اپنی تحقیق ہے مگر خدا کی کتاب اور خدا کے رسول ﷺ کے فضائل کے بارے میں سب متفق ہیں اور بڑھ چڑھ کر توحید کے ساتھ ساتھ شان رسالت پر ایک ہی طرح کا ایمان رکھتے ہیں۔

کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ دور حاضر کے فتنہ پرور لوگ' جو انتشار امت ہی کو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں' بدنصیبی سے اس بدیہی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ قرآن پاک جس عظیم ترین پیغمبر ﷺ پر نازل ہوا ہے' محض ان کی تصدیق اور انکے فضائل کا نقیب بن کر اترا ہے۔ ان کے ترجمہ وتفسیر کو دیکھئے تو یوں لگتا ہے جیسے قرآن پاک خدا کے رسول پر نازل نہیں ہوا بلکہ حضور کے کسی دشمن پر نازل ہوا ہے۔ یہی رویہ ان ہرزہ سراؤں کا حدیث پاک کے بارے میں ہے۔ بخاری ومسلم جیسی عظیم کتب حدیث کی ترجمانی اس انداز سے کرتے ہیں جیسے ان میں ارشادات رسول اکرم ﷺ نہیں بلکہ کسی مخالف رسول نے حدیث پاک کے نام پر ملت کو در رسول ﷺ سے ہٹانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے نزدیک جو قرآن پاک کی آیات پڑھ کر حضور پر نور ﷺ کی عظمت پر حملہ آور ہوتا ہے وہ اسلام اور خود قرآن کا بدترین باغی ہے۔

''قرآنی الفاظ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا'' کے یہی مصداق ہیں اور حدیث پاک رُبَّ تَالِی الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہ' ﴿یعنی کتنے ہی قرآن پاک تلاوت کرنے والے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے﴾ بھی انہی کی شان میں وارد ہے۔

قرآن پاک کے ان غلط ترجمانوں کے ذکر کے علاوہ حدیث پاک پر ظلم

کرنے والوں کا ذکر بھی سرکار دو عالم ہادی اعظم ﷺ نے فرمایا مثلاً قریب قیامت کی ایک گمراہ ﴿نام نہاد﴾ مسلمان جماعت کے افراد کے بارے میں فرمایا۔

یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّہ ''یعنی بہترین کائنات کی احادیث سنائیں گے''۔ مگر حال یہ ہوگا کہ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃ ''دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے''۔ ﴿''صحیح بخاری'' جلد دوم' ص ۳۵۶ ''سنن نسائی'' جلد دوم' ص ۱۷۳﴾

اس صورتحال میں جبکہ اسلام کے بیرونی واندرونی دشمن آیات وروایات سے لیس ہوکر حضور شافع یوم النشور ﷺ کی عظمتوں پر یلغار کررہے ہیں۔ دین متین کا سچا درد رکھنے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ بھی میدان میں اتریں اور اپنے رسول ﷺ کی بارگاہ عظمت کا حق نمک ادا کریں۔

دشمنان مصطفیٰ سب آ گئے میدان میں

بولو اب کیا سوچتے ہو اے غلامان رسول

چنانچہ اسی جذبے کے تحت مدت سے آرزو تھی کہ جس طرح حضرت مفتی احمد یار خان صاحب قدس سرہٗ نے چند صریح الدلالۃ آیات کو اکٹھا کرکے ''شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن'' کے نام سے عظیم الشان قرآنی گل دستہ نعت تیار کیا' یونہی کوئی غلام مصطفیٰ قرآن پاک کے بعد سب سے اہم واضح کتاب بخاری شریف کی قطعی الدلالۃ احادیث کو یکجا کرکے ''شان حبیب الباری من روایات البخاری'' کے نام سے ایک دوسرا حسین گلدستہ نعت تیار کریں۔ خدا کا شکر ہے ایک غلام مصطفیٰ مل گیا اور پھر زیر نظر کتاب سے یہ آرزو پوری ہوئی۔

اکتوبر ۱۹۹۰ میں جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ سے گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ میں تبادلہ ہوا تو اپنا علاقہ ہونے کے باوجود علمی اعتبار سے بنجر سمجھ کر یہاں آنا پسند نہ تھا۔ خیال تھا کہ ترقی قبول نہ کروں اور تبادلہ رکوا لوں مگر عارف حقانی

عالم ربانی وارث فیوض لاثانی ونقشہ نقش لاثانی علامہ حضرت پیر سید عابد حسین سجادہ نشین دربار لاثانی و نقش لاثانی علی پور سیداں شریف و سرپرست اعلیٰ بزم لاثانی پاکستان دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمت میں آخری فیصلے کیلئے حاضر ہوا تو آپ نے شکر گڑھ بھیج دیا۔ یہ آپ کی روحانی توجہ کا اثر تھا کہ میرے سب خدشات ملیا ملیٹ ہو گئے اور یہاں بہت اچھے دوست اور قابل قدر اعزہ ملے۔ ان قابل قدر اعزہ میں خصوصاً مولانا غلام مصطفیٰ مجددی سے رابطہ ہوا جن کے ذریعے میرے تحریر وتقریر اور نظم ونثر کے منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچے۔

مولانا غلام مصطفیٰ مجددی عنفوان شباب میں ہیں۔قدرت نے انہیں عظیم فکری، علمی و عملی صلاحیتوں سے اس حد تک نوازا ہے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ میرے ورود شکر گڑھ سے پہلے اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی پر اردو اور پنجابی میں دو مفید کتابچے لکھ چکے تھے جنہیں قریباً دو سال پہلے رضا اکیڈمی لاہور نے شائع کیا۔ان کی تحریری جولانیوں کو دیکھ کر میں نے دربار لاثانی سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''انوار الاثانی'' کیلئے لکھنے کو کہا تو ماشاءاللہ جلد ہی اس کے گویا ''رئیس التحریر'' بن گئے۔ شعر وسخن کی طرف متوجہ ہوئے تو مجدد نامہ ﴿منظوم سوانح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی﴾ جیسی عظیم کاوش معرض وجود میں آ گئی۔ یہ کتاب ''انوار لاثانی'' کے خاص نمبر کی صورت میں چھپ چکی ہے۔

ان کی خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر میں نے اپنی دیرینہ آرزو، جس کا اوپر تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے ﴿یعنی ''شان حبیب الباری من روایات البخاری'' کی تدوین وتصنیف﴾ ان سے بیان کی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ چند ایام کے اندر اندر حضرت مولانا موصوف سلمہ ربہ بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کا پہلا باب لکھ کر لے آئے۔ میں نے شاید ابھی نظر ثانی بھی اس پر مکمل نہیں کی تھی کہ دوسرا باب پہنچ گیا اور پھر ہوا کیا کہ چند ہفتوں کے اندر پوری کتاب مکمل ہو چکی

تھی۔ مولانا غلام مصطفیٰ مجددی نے جس جلدی اور آسانی سے کتاب لکھی، اتنی ہی پریشانی اس کی طباعت میں پیش آئی۔ ہمارا سرمایہ دار طبقہ عموماً دین کے احساس سے خالی ہے۔ ان پریشان کن حالات میں ایک مناظر اسلام حضرت مولانا ضیاء اللہ القادری مدظلہ العالی تھے جنہوں نے مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائی اور بڑی شفقت سے اس کی کتابت و طباعت کے کفیل بن گئے۔ بہرحال اب انہی کے حسن سعی سے کتاب آپ تک پہنچی ہے۔ لہٰذا دعائیں دیجئے اس کے ناشر حضرت مناظر اسلام کی عظیم شخصیت کو، جنکے ذریعے ایک ضروری کار خیر مکمل ہوا اور اس کے مصنف حضرت غلام مصطفیٰ مجددی کو جن کی عالمانہ، ادیبانہ، محققانہ، عاشقانہ تحریر دیکھ کر آپ تحسین و آفرین پر مجبور ہو جائیں گے۔

العارض
سگ دربار حضور نقش لاثانی
آسی
دوشنبہ شریف مورخہ ۲۳/محرم الحرام ۱۴۱۵ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ لطیف

جناب محمد رضا الدین صدیقی مدیر ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور

برادرم غلام مصطفیٰ مجددی صاحب سے کچھ عرصہ بیشتر تعارف ہوا اور تعارف کا پہلا حوالہ ہی بڑا محبت آمیز تھا...... آپ قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب مدظلہ کے خوشہ چینوں میں سے ہیں...... یہ فقیر بھی حضرت کے نیاز مندوں میں سے ہے۔ اللہ رب العزت ان کے الطاف و عنایات کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

برادرم غلام مصطفیٰ مجددی صاحب علم و تحقیق سے بڑا گہرا شغف رکھتے ہیں...... ابھی چڑھتی جوانی کا عالم ہے اور یہ زمانہ تو لا ابالی پن اور بے نیازی کا زمانہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس نوجوان کے راستے دوسروں سے بالکل جدا ہیں۔ سنجیدگی، متانت، بزرگوں کی صحبت سے فیض اٹھانے کا شوق اور مطالعہ و جستجو کی لگن، یہ سب نعمتیں بجز الطاف خداوندی کے ممکن نہیں۔

موضوع بھی بہت خوب ہے اور عرق ریزی بھی قابل داد ہے۔ ہم اگر غلام مصطفیٰ مجددی صاحب سے آئندہ بہت سی توقعات وابستہ کرلیں تو شاید غلط نہ ہوگا۔ ﴿انشاء اللہ تعالیٰ﴾

﴿محمد رضا الدین صدیقی﴾
مدیر ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ لطیف

حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری، استاذ شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ، لاہور

کتب احادیث میں جو مقام الصحیح البخاری کا ہے، محدثین میں وہی مرتبہ امام بخاری رحمہ الباری کا ہے۔ حُبِّ حبیب کبریا ﷺ سے متعلق امام موصوف حدیث بیان فرماتے ہیں۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ بناء علیہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے محبت مصطفیٰ ﷺ کے درس کو عام کرنے کیلئے سید الانبیاء ﷺ کے اوصاف و کمالات کے مختلف گوشے احادیث سے اس طرح اجاگر کئے ہیں کہ ہر قاری اس سے پورا پورا استفادہ کر سکتا ہے اور اپنے ایمان و ایقان کو جلا بخش سکتا ہے مگر ہزاروں احادیث کے اس مجموعہ سے تلاش کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی۔ لہٰذا عاشقان مصطفیٰ (ﷺ) کی آسانی کیلئے محترم جناب مولانا غلام مصطفیٰ مجددی زید مجدہ نے شب و روز کے مطالعہ کا حاصل ''شانِ حبیب الباری من روایات البخاری'' کے نام سے شمائل و خصائل رسول انام علیہ التحیۃ والسلام کو مرتب کر کے بہت بڑا کام سرانجام دیا۔

موصوف کے اساتذہ نے اس نہج سے ان کی تربیت فرمائی ہے کہ وہ قلم و قرطاس سے دین اسلام کی خدمت میں سرگرم نظر آتے ہیں۔ نظم و نثر پر طبع آزمائی ان کا محبوب مشغلہ ہے جو لائق تحسین ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس نوجوان فاضل کو مستقبل کا عظیم محقق بنائے اور اپنی نوازشات سے ہمیشہ نوازتا رہے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ لطیف

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم وعلی آله واصحابه اجمعین

''بخاری شریف'' اورحدیث کی دوسری مستند کتابیں پڑھتے ہوئے کئی دفعہ یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کاش کوئی صاحب علم ان میں سے وہ احادیث منتخب کر کے یکجا کر دیتا جن سے سرکار دو عالم ﷺ کی عظمتِ شان کا پتا چلتا' مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید ہوتی اور پڑھنے والے کے قلب ونظر کو نورانیت میسر ہوتی۔ کتب احادیث میں ایسی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جبکہ ہمارے عام واعظ اور مبلغ حضرات ایسی روایات بھی بیان کر جاتے ہیں جو مستند کتب حدیث وتفسیر و سیرت میں نہیں ملتیں اور اگر سامعین میں سے کوئی شخص سوال کر بیٹھے تو جواب میں نزھتہ المجالس' حیاۃ الحیوان یا معارج النبوۃ ایسی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے جس سے سائل کی تشفی نہیں ہوتی۔ کیا ہی اچھا ہو اگر اس بات کا التزام کر لیا جائے کہ مستند اور مسلم ماخذ کے حوالے سے ہی گفتگو کی جائے اور کوئی پوچھے تو اسے حوالہ بتا دیا جائے۔

مقام مسرت ہے کہ حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی مدظلہ کی راہنمائی

میں ہمارے نوخیز فاضل دوست اور عزیز غلام مصطفیٰ مجددی سلمہ ربہ نے بخاری شریف کا مطالعہ کر کے حاصل مطالعہ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس کتاب سے نہ صرف عام قارئین استفادہ کریں گے بلکہ محراب و منبر کو رونق بخشنے والے علماء اور خطباء بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ مجددی صاحب سے گزارش ہے کہ مطالعہ جاری رکھیں اور احادیث مبارکہ کے سمندر سے اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم ﷺ کی عظمت وشوکت کے گرانمایہ موتی چن چن کر اُمتِ مسلمہ کے سامنے پیش کرتے رہیں۔

خوشا چشم کو بنگرد مصطفیٰ را

خوشا دل کہ دارد خیالِ محمد ﷺ

آج افراد امت کے اتفاق کی ضرورت سے کوئی ذی ہوش انکار نہیں کرسکتا اور اتفاق کی صرف اور صرف یہی صورت ہے کہ ہم اپنا تعلق دربار الٰہی اور دامن مصطفیٰ ﷺ سے درست اور محکم کرلیں۔ پورے اخلاص اور دیانت داری سے اس راستے پر چل کر تمام اختلافات ختم کئے جاسکتے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑرہو

قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں اپنی تمام توانائیاں میدان قلم میں صرف کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۱۳/ رجب ۱۴۱۴ھ

محمد عبدالحکیم شرفؔ

۲۷/ دسمبر ۱۹۹۳ء

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ لطیف

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، نگران مرکزی مجلس رضا، لاہور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

آج سے چالیس سال قبل اہلسنت و جماعت کے ایک نامور دانشور اور مصنف مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ نے ''شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن'' لکھی تو اہل علم و فضل نے فاضل مصنف کے اس انداز کو بے حد سراہا اور سیرت نگاری کے اس منفرد پہلو پر ہدیہ تحسین پیش کیا۔ اگرچہ قرآن پاک کا لفظ لفظ شان مصطفیٰ کا ترجمان ہے۔ مگر مفتی احمد یار خان نعیمی نے آیاتِ قرآنیہ کی ضیاؤں میں جمال مصطفیٰ کو نمایاں کیا تو اہل محبت نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آج ہمارے فاضل قلم کار جناب غلام مصطفیٰ صاحب مدظلہ العالی نے ''شان حبیب الباری من روایات البخاری'' کو اتنے پیارے انداز میں ترتیب دیا کہ اہل علم و نظر جھوم اٹھیں گے۔ فاضل مؤلف نے اس اصح الکتب ''بخاری شریف'' کے صفحات سے ایسے ایسے موتی چنکر کتاب کے صفحات پر سجا دیے ہیں جن کے ہر پہلو سے شان مصطفیٰ کی روشنیاں جھلکتی ہیں۔ اگرچہ احادیث نبوی کا ایک ایک لفظ سیرت رسول اور شان حبیب باری کا ترجمان ہے اور جس زبان قدس سے یہ الفاظ نکلے ہیں اس سے بڑھ کر شان مصطفیٰ کا کوئی دوسرا ماخذ نہیں ہو سکتا۔ تاہم ان جواہرات کو اردو زبان میں

جس خوبصورتی سے جناب غلام مصطفیٰ مجددی کے قلم نے سجا کر پیش کیا ہے اس کیلئے وہ لائق صد ستائش ہیں۔

فاضل مؤلف اپنی قلمی شناسائیوں سے اپنے معاصرین میں ایک محبوب اور مطبوع قلم کار کی حیثیت سے متعارف ہو رہے ہیں۔ وہ نظم ونثر میں مختلف موضوعات پر کام کر رہے ہیں۔ وہ اپنے علمی ذوق اور شبانہ روز محنت سے اپنے ہم سبق اور ہم فکر نوجوانوں سے آگے قدم بڑھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ آپ کی زیرِ نظر کتاب ایک نہایت اہم اور گراں مایہ موضوع پر مشتمل ہے۔ تاہم ہمیں خوشی ہے کہ فاضل مؤلف نے بڑی کاوش سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور ہمیں امید ہے کہ قارئین حضرات کتاب کے مطالعہ کے بعد مؤلف کی اس کوشش کو یقیناً پسند کریں گے۔

قرآن کریم کے بعد اگرچہ احادیث کا بے پناہ ذخیرہ سید الانبیاء محبوب کبریا ﷺ کے کمالات و مقامات کو بیان کرتا ہے مگر ان تمام احادیث میں "بخاری شریف" کے مجموعہ احادیث کو جو اہمیت حاصل ہے اس پر تمام علمائے امت متفق اور متصف ہیں۔ یہ ایک اتنا بڑا ذخیرہ ہے جسے ہم احادیث رسول کا ایک بحرِ ذخار کہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ اس میں شان حبیب الرحمن کے بے شمار موتی ہیں۔ لعل و جواہرات کا یہ خزانہ صدیوں سے اہل علم و فضل کی تحقیق و جستجو کا محور رہا ہے۔ ہمارے فاضل مؤلف نے بھی صلحائے امت کی راہوں پر چل کر اس بحرِ ناپیدا کنار کی غواصی کی سعادت حاصل کی ہے اور اپنی بساط کے مطابق جو موتی اکٹھے کئے ہیں، ہمارے سامنے سجا کر لا رکھے ہیں۔ ابھی آغاز ہے، پہلی کوشش ہے، ابتدائی کاوش ہے اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ فاضل مؤلف اس موضوع کو آگے پھیلائیں گے اور مزید قدم بڑھا کر شان حبیب باری کو بیان کریں گے۔

مشاطہ را بگو کہ در اسباب حسن دوست
چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسد!

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف تمنا

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

عزیزانِ گرامی!

موجودہ دور کے مذہبی حلقوں میں دوقسم کے فتنے لمحہ بہ لمحہ سر اٹھاتے جارہے ہیں۔

۱۔ فتنہ انکارِ حدیث

۲۔ فتنہ تحریفِ حدیث

پہلی قسم کا فتنہ پھیلانے والے لوگ تو سرے سے ہی حدیث کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن حکیم کے ہوتے ہوئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب ان کو کون سمجھائے کہ دامن مصطفیٰ ﴿ﷺ﴾ کو تھامے بغیر تو قرآن حکیم بھی یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا ﴿اس سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے﴾ کا مصداق بن جاتا ہے۔ صرف اپنی عقل وفراست کا سہارا لے کر افکار قرآنی کو سمجھنا ممکن ہے۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

قرآن حکیم نے جا بجا سرور دو عالم ﷺ کی اطاعت کرنے کی تلقین فرمائی ہے جو حدیث رسول کے حجت مسلمہ ہونے کی ناقابل تردید برہان ہے۔ یہ لوگ درحقیقت قرآن حکیم کو انصاف کی نظر سے پڑھ ہی نہیں سکے۔ آپ ہی بتایئے کہ اگر کوئی حسن انصاف کی جلوہ آفرینیوں سے متاثر نہ ہو تو پھر اس کی اس بدذوقی اور

کج فہمی کا علاج کسی کے پاس کیا ہو سکتا ہے؟

دوست دار دشمن ہے، اعتماد دل معلوم
آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا

دوسری قسم کے فتنہ کو پھیلانے والے لوگ بھی بہت عجیب ہیں۔ عظمت رسول کا اظہار کرنے والی ہر حدیث میں تحریف کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ بس چلے تو قرآن حکیم کو بھی معاف نہیں کرتے۔ لوگ ان کی رنگینی صورت پہ دل ہار بیٹھتے ہیں۔ بار بار قرآن وحدیث پڑھنے کے ہوش ربا انداز پہ مر جاتے ہیں۔ کاش کوئی اندر جھانک کر دیکھے! دل کی سرزمین پہ کیسے بغض رسالت کا کلر حد نگاہ تک پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر طرف ویرانیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اجاڑ ہی اجاڑ، خزاں ہی خزاں چھائی ہوئی ہے۔

مجھے اس اچھوتے موضوع پر قلم اٹھانے کی دعوت میرے مہربان بلکہ میرے لفظوں کو قوت گویائی بخشنے والے بزرگ عمدۃ المحققین حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب دامت برکاتہ نے ایک نجی محفل میں دی۔ حضرت آسی محتاج تعارف نہیں، شہنشاہ ولایت قیوم زمانی حضور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سید علی حسین شاہ نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کے پروردۂ نظر اور حقیقتاً اس دور میں فہم وادراک، تدبر وتعمق کے بحر ذخار ہیں۔ تقویٰ وطہارت میں نقشہ اسلاف ہیں۔ انہوں نے مجھ پر جتنے احسانات فرمائے ہیں کہ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے میں ان کا شایان شان شکریہ ادا کرسکوں۔ زندگی کی پرخار راہوں پہ مجھے چلنا سکھایا ہے۔ میرے ڈگمگاتے قدموں کو سہارا دیا ہے۔ ایک بار میں نے عرض کیا تھا۔

مرے قلب تپاں کو دیدۂ بیدار بخشا ہے
متاع درد دے کر روح کو سنگار بخشا ہے
ترا منت کش چشم مروت ہوں مرے محسن
خطائیں دیکھ کر تو نے مجھے ہر بار بخشا ہے
لرزتے ہیں مری مژگان تر پہ شکر کے آنسو

تری صورت میں حق نے مجھ کو اک غمخوار بخشا ہے
مرے ٹوٹے ہوئے حرفوں کو گویائی ملی تجھ سے
مجھے تو نے ہی الفت کا در شہوار بخشا ہے
میں سر گردان صحرائے جہالت تھا' نہ منزل تھی
سراب و آب کا تو نے مجھے معیار بخشا ہے
میں تھا سر گشتہ دنیا' تیری نوشین نظروں نے
شعور زندگی بخشا ہے' فکر کار بخشا ہے
تری آہ سحر گویا دل رضواں کی دھڑکن ہے
خدا نے تجھ کو ایسا سینہ افگار بخشا ہے

☆......☆......☆

اسی مقام پر میں اپنے مرشد حقانی حضرت غریب نواز صوفی محمد لعل الدین نقشبندی دامت برکاتہ کا بھی مشکور ہوں کہ جن کی دعاؤں کے طفیل میری مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ میرے فکرونظر کا زاویہ کھلتا ہے۔ مجھے سرکار بطحا ﷺ کی نعت کہنے اور پڑھنے کی توفیق ملتی ہے۔

مرشد حق لعل دین ضوفشاں
لعل شب افروز و لعل حق نشاں
خاور برج کرامت' ذات او
مخزن راز ولایت' ذات او

☆......☆......☆

میرے دوسرے کرم فرماؤں کا پرخلوص تعاون بھی میرے لئے باعث صد افتخار ہے۔ جن میں خصوصاً حضرت علامہ پروفیسر ناظر حسین صاحب' حضرت علامہ خورشید احمد ضیاء صاحب' جناب چودھری گلزار احمد ایس ڈی او صاحب' جناب صوفی ارشد علی صاحب ﴿مہتمم ارشد لائبریری شکر گڑھ﴾ اور ادارہ تعلیمات مجددیہ کے دیگر

اراکین شامل ہیں۔ان حضرات نے مجھے اپنے کتب خانوں سے استفادہ کرنے کی سعادت بخشی اور میری ہر ممکن مدد کی۔

سدا مہکے رہیں یہ گل مرے گلزار الفت کے

ناظرین! جو کچھ میں نے لکھا ہے اصل میں یہ سارا سرکار کونین ﷺ کی نظر عنایت کا صدقہ ہے۔میں کیا ہوں؟ میری بساط کیا ہے؟ نہ علم ہے۔ نہ تحقیق کے سنگلاخ و دشوار گزار راستوں پر چلنے کی ہمت۔ حضور کی عطا پاشیوں سے ایسے اسباب ملتے گئے کہ سفر طے ہو گیا۔حضرت آسی کی محبت، شیخ کی دعا و توجہ، کرم فرماؤں کا تعاون، سب حضور ﷺ کی ہی عطا کردہ نعمتیں ہیں۔ پھر حضور ﷺ کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے کرم کی دلیل ہیں۔ میں اس موثر حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ تشکر پیش کرتا ہوں کہ اس نے مجھے دنیا کی ٹھوکروں سے بچا کر اپنے محبوب ﷺ اور اپنے مقبولوں کا جاروب کش بنایا۔میری تمنا ہے کہ اللہ! اس سعی کو قبول فرمائے اور مجھ خطا کار کی بخشش کا سامان بنا دے۔

پیکر خاک کو ہمدوش ثریا کر دے
تو مری رات کو سامان تجلی کر دے
ماہ و انجم میرے رستے میں بچھائیں آنکھیں
مجھ کو خورشید بداماں مرے مولا کر دے
کچھ نہیں مانگتا دربار کرم سے یارب
بس مجھے مدح گر سرور بطحا کر دے

﴿مجددی﴾

☆☆☆

حضرت امام بخاری قدس سرہ الباری

جن کی مسلسل کاوشوں سے اشاعت

حدیث کے گلشن میں نکھار پیدا ہوا

سید المحدثین حضرت ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری عہد رفتہ کی عظیم علمی اور عملی شخصیت ہو گزری ہے جن کی بے نظیر خدمات دین کو آج بھی دل کی گہرائیوں سے سراہا جاتا ہے۔ آپ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ماوراء النہر کے معروف اور مردم خیز شہر بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی جلیل القدر محدث اور برگزیدہ انسان تھے۔ ابن حبان نے انہیں طبقہ اربعہ کے معتبر راویوں میں شمار کیا ہے۔ وہ خوشحال اور مالدار آدمی تھے۔ یہ ان کی استقامت کی دلیل قاہرہ ہے کہ دولتمند ہونے کے باوجود خواب غفلت کا شکار نہیں ہوئے۔ احمد بن حفص کہتے ہیں کہ "میں اسماعیل بن ابراہیم کی موت کے وقت ان کے قریب تھا۔ وہ کہنے لگے "میرے پاس جتنا مال و زر ہے اس میں ایک درہم کے برابر بھی مشتبہ نہیں" ﴿"ارشاد الساری" جلد اول، ص ۳۱﴾

☆ فیض خلیل اللہ علیہ السلام

الشیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ رقم طراز ہیں کہ "حضرت امام قدس سرہ بچپن میں نابینا ہو گئے۔ وقت کے مشہور اور قابل حکیموں سے علاج کروایا مگر آنکھوں کا نور واپس نہ آ سکا۔ آپ کی والدہ بہت نیک سیرت خاتون تھیں۔ انہوں نے رو رو کر بارگاہ کبریا میں عرض کی "مولا میرے لخت جگر کو نور چشم عطا فرما"۔ دریائے رحمت جوش میں آیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے اور بشارت دی کہ "تیری آہ و فغاں کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی بصارت لوٹا دی ہے"۔ ﴿اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۹﴾

☆ زمانہ تعلیم اور قوت حافظہ

جب آپ کی عمر شریف دس برس کی ہوئی تو آپ نے علم حدیث حاصل کرنے کیلئے بخارا کے ایک درس میں داخلہ لے لیا۔ دوران تعلیم ایسی محنت اور لگن سے کام کیا کہ اساتذہ کرام اور شیوخ عظام بھی داد تحسین دیے بغیر نہ رہ سکے۔ سولہ سال کی عمر میں عبداللہ ابن مبارک، وکیع اور دیگر اصحاب امام اعظم کی کتابوں کو حفظ کرلیا تھا۔ امام کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ابتدائی دور میں ۷۰ ہزار احادیث مع اسناد زبانی یاد تھیں۔ بعد میں یہ عدد تین لاکھ تک پہنچ گیا۔ ایک مرتبہ بلخ گئے تو وہاں کے لوگوں نے گزارش کی کہ آپ اپنے مشائخ سے ایک ایک روایت بیان فرمائیں۔ آپ نے ایک ہزار مشائخ سے ایک ہزار احادیث مبارکہ زبانی بیان فرما دیں۔ آپ ذہانت اور بیداری ذہن کے سمندر تھے۔ انہیں قلم کی نسبت اپنے حافظے اور قوت دماغ پر زیادہ اعتماد تھا۔ ایک بار اہل بغداد نے آپ کے سامنے ایک سو احادیث مقدسہ، ان کے متون و اسناد میں ردو بدل کر کے پیش کیں مگر آپ کو ذرہ بھر دھوکا نہ ہوا۔ بعد میں جب آپ نے بیان کردہ غلط احادیث کے متون و اسناد پیش کیں اور پھر ان کی تصحیح فرماتے ہوئے اصل متون و اسناد پڑھ کر سنائیں تو ہر طرف سے تحسین و مرحبا کا شور بلند ہوا۔ لوگ آپ کے علم و حافظہ کے تہ دل سے قائل ہو گئے۔ امام مسلم قدس سرہ نے ہدیہ عقیدت پیش کیا ''اے امام! میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کا مماثل نہیں ہے اور جو شخص آپ سے بغض رکھے وہ حاسد کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا''۔ ﴿ارشاد الساری'' جلد اول' ص ۲۴﴾

☆ سیرت مبارکہ کے تابناک پہلو

امام کو والد گرامی کی وراثت سے مال و دولت کا بہت بڑا حصہ ملا تھا۔ اس کے باوجود آپکی زندگی سادگی، انکسار، فیاضی، زہد و تقویٰ، خدا ترسی، محنت اور خدمت خلق کی اعلیٰ صفات سے مزین تھی۔ فرماتے ہیں۔ ''میں نے چالیس سال سے خشک

روٹی کھا کر گزارہ کیا ہے۔ سالن کو ہاتھ تک نہیں لگایا''۔ ایک بار فرمایا ''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب نہیں لے گا کیونکہ میں نے کسی کی غیبت نہیں کی''۔ بارگاہ الٰہی میں حضوری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ زنبور نے نماز میں پندرہ یا سولہ بار ڈنک مارا۔ جسم مبارک جگہ جگہ سے ورم آلود ہو گیا مگر نماز کے خشوع وخضوع میں کمی نہ آئی۔ خلیق اور بردبار تھے۔ کسی کی بدسلوکی اور بیہودگی پر بھی غیض وغضب کا مظاہرہ نہ کرتے۔ الغرض آپ علم وعمل کا پر شکوہ مرقع اور عقل وبصیرت کا روشن مینار تھے۔ سلیم بن مجاہد کہتے ہیں کہ ''میں نے ساٹھ سال سے امام بخاری قدس سرہ جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا''۔ حاتم بن منصور کہتے ہیں کہ ''امام اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت تھے''۔ ﴿تذکرۃ المحدثین'' ص ۱۸۸﴾

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆ وطن واپسی اور سانحہ ارتحال

آپ نے اپنی ساری زندگی حصول حدیث اور اشاعت حدیث میں بسر فرمائی۔ دور دراز کے سفر طے کیے۔ بالآخر وطن کی یاد ستائی تو واپس چلے آئے۔ اہل وطن نے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ استقبال کیا۔ یہ پذیرائی دیکھ کر آپ نے بخارا میں درس حدیث کی بنیاد رکھی اور دنیا ومافیہا سے لاتعلق ہو کر ترویج علوم میں مصروف ہو گئے۔ لوگ دور ونزدیک سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیضان حدیث سے مالا مال ہو کر جاتے۔ اسی دوران حاکم بخارا سے آویزش کا آغاز ہوا۔ اس نے کہا کہ شہزادہ عالی شان کو گھر آ کر پڑھایا کرو۔ آپ نے اپنی خودداری کا بے باک مظاہرہ فرمایا کہ یہ بات خلاف قانون ہے۔ ہمیشہ پیاسا کنویں کے پاس چل کر آتا ہے' کنواں نہیں۔ حاکم بخارا نے چراغ پا ہو کر شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اس طرح امام وطن پہنچ کر بھی بے وطن ہو گئے۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ

گزرا تھا کہ خلیفہ نے والی بخارا (خالد بن احمد ذہلی) کو معزول کر دیا اور گدھے پر سوار کرا کے محل سے نکال دیا۔ جن لوگوں نے دنیوی لالچ کی بنا پر حاکم وقت کی معاونت کی تھی وہ بھی ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے۔

ٹکرائے گا ہم سے تو زمانہ نہ رہے گا
ہم خاک نشینوں کو کوئی چھیڑ کے دیکھے

بخارا سے نکل جانے کے بعد امام نے سمرقند کا ارادہ فرمایا۔ راستہ میں خرتنگ نامی بستی میں رک گئے اور دعا کی ''اے مولیٰ تعالیٰ یہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ یکم شوال ۲۵۶ھ کی ایک سیاہ رات علم و فضل کے اس مہر درخشاں کو اپنے دامن میں سما کر انجانے وطنوں کی طرف لے گئی کہ صدیوں کے بعد بھی ایسا عدیم المثال محدث نظر نہیں آسکا۔

☆ آقائے دو جہاں ﷺ سراپا انتظار بن گئے

ہمارا ایمان ہے کہ دو جہانوں میں وہی انسان ترقی و عروج کی منزلیں طے کر سکتا ہے جس کے شامل حال آقائے دو جہاں ﷺ کی نگاہ لطف و کرم ہو جائے۔ حضور کی غلامی کے مقابلے میں دنیا کی کوئی نعمت پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ حضرت امام سرکار مدینہ کے سچے غلام اور خادم تھے۔ ان کی قابل رشک زندگی کا ہر پہلو ہی پکار رہا ہے۔

دربار مصطفیٰ میں ہر اک چیز تھی مگر
میں نے منیر طوقِ غلامی اٹھالیا

عبدالواحد بن آدم طواویسی فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں حضور ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ حالت انتظار میں دیکھا۔ میں نے عرض کی ''آقا کس کا انتظار ہے؟'' فرمایا ''بخاری کا''۔ بعد میں تحقیق کی تو معلوم ہوا امام بخاری کا اسی رات انتقال ہوا تھا جس رات میں نے حضور کی

زیارت کی تھی۔ ﴿''ھدی الساری'' جلد دوم' ص۲۶۶﴾

اللہ اکبر! جو بھی زلف والیل کا اسیر ہو جائے۔ دنیا و آخرت کی سعادتیں اس کے قدموں سے لپٹنا مایہ افتخار سمجھتی ہیں۔ اہل دل تو یہی کہتے ہیں۔

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد
کہ بستگان کمند تو رستگارا نند

☆ برکات قبر انور

مولوی وحید الزمان ''غیر مقلد'' صاحب لکھتے ہیں کہ ''امام کی قبر انور کی مٹی سے خوشبو آتی تھی اور لوگ بطور تبرک لے جایا کرتے تھے۔ ۲۶۴ھ میں اہل سمرقند قحط سالی کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے آپ کی قبر انور کا وسیلہ دے کر بارش طلب کی تو اسی وقت شدت کی بارش ہوئی اور سات روز تک جاری رہی۔ خرتنگ کے باشندے پورا ہفتہ گھروں سے باہر نہ آ سکے''۔ ﴿''تسہیل القاری'' ص۳۳﴾



صحیح البخاری

قرآن حکیم کے بعد حقائق و آثار کا

منہ بولتا شاہکار اور دلپذیر نمونہ ہے

کوئی بھی کتاب ہو وہ اپنے مصنف کے علوم و فنون کی مظہر ہوا کرتی ہے۔ کتاب البخاری کو پڑھ کر ماننا پڑتا ہے کہ حضرت الامام ایک عظیم دانشور، قوی الحافظہ اور صاحب علم انسان تھے۔ آپ نے بیس سے زائد کتابیں لکھیں مگر شہرت دوام کے جس مقام پر صحیح بخاری فائز ہے وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں۔

ہر پھول کی قسمت میں کہاں ناز عروساں

جس طرح آپ بارگاہ رسالت ﴿ﷺ﴾ میں مقبول اور منظور تھے، آپ کی کتاب کو بھی وہی مقام پذیرائی حاصل ہوا۔ حضرت ابو زید مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیت الحرام میں رکن اور مقام کے درمیان سویا ہوا تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ خواب میں تشریف لائے۔ فرمایا "ابوزید! شافعی کی کتابیں کب تک پڑھتے رہو گے۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟" عرض کی "حضور آپ کی کتاب کون سی ہے؟" فرمایا "محمد بن اسماعیل کی جامع"۔ ﴿"ھدی الساری" جلد۲، ص۲۶۲﴾

مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ "امام عبدالوہاب شعرانی ﷫ کہتے ہیں کہ انہوں نے آٹھ ساتھیوں کیساتھ جاگتے میں حضور ﷺ سے "بخاری شریف" کی تعلیم حاصل کی ہے۔ ان آٹھ میں ایک ساتھی حنفی المسلک تھا"۔ ﴿"فیض الباری" جلد اول، ص۲۰۴﴾ علاوہ زیں اکابرین امت نے یکساں طور پر اس کتاب مقدس کی ثقاہت کو تسلیم کیا ہے اور اس کے اکرام و فیوض کو دل و جان سے مانا ہے۔ مثلاً

۱۔ اگر کسی مشکل میں اس کو پڑھا جائے تو وہ ضرور حل ہو جاتی ہے۔

﴿ابو جمرہ رحمۃ اللہ علیہ﴾

۲۔ جس کشتی میں یہ کتاب ہو وہ غرق نہیں ہوگی۔ ﴿ایضا﴾

۳۔ خشک سالی میں اس کی تلاوت سے بارش ہو جاتی ہے۔ ﴿حافظ ابن کثیر، جلد اوّل، ص ۱۴۱، از ملا علی قاری﴾

۴۔ امام نے ان احادیث کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ خواب میں اجازت ملی تو صحت کا یقین کامل رکھتے ہوئے تحریر فرمائیں۔ ﴿اشعۃ اللمعات، جلد اول، ص ۱۰، از عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ﴾

ہر دور میں علمائے ملت نے نہایت کروفر کے ساتھ اس کتاب کا استقبال کیا۔ تشریحات کی کتابیں لکھیں، رجال کی تحقیق کی، تعلیقات و شواہد پر بحثیں کیں، الغرض پورا عالم اسلام قرآن حکیم کے بعد اس کو حقائق و آثار بصائر و نظائر کا منہ بولتا شہکار اور دلپذیر نمونہ سمجھتا ہے اور اس کی حقانیت کو سلام پیش کرتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

☆ شبہات کی تاریکی

بخاری شریف کی عظمت وجلالت کے باوجود بعض لوگ شبہات کی گہری تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنی عقل ناتمام کا سہارا لے کر اس کتاب کو صفات مصطفیٰ ﷺ کے قطعی انکار پہ دلیل کے طور پر سامنے لاتے ہیں۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کی کھلم کھلا ترجمانی کرنیوالی روایات کو چھوڑ کر ان روایات کو رٹ لیتے ہیں جن سے ان کے خیال میں کچھ توہین کے پہلو اخذ ہوتے ہیں۔ حالانکہ ایسی متشابہات کی تشریح وتفسیر کیلئے اگر علمائے سلف کا دامن پکڑا جائے تو وہ شکوک کی تاریک راتوں کو ایقان کی روح پرور صبح میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

ہمارے نزدیک اس ظلمت عقائد کی اساسی وجہ یہ ہے کہ صاحبان فکر ونظر کے مقابلہ میں اپنی ناپختہ عقل وشعور کو معتبر سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ بات ان کے منشور حیات

میں شامل ہے کہ ائمہ کرام کی تقلید' حرام محض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محکم احادیث کو چھوڑ کر' منسوخ احادیث یا پھر جہاں چالاکی کرنے کا موقع مل جائے' ایسی احادیث سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات قدسیہ' جو بالذات اور بالاستقلال ہیں' کا اظہار کرنے والی آیات و احادیث کو حضور ﷺ کی عطائی صفات اور کمالات کی تردید میں دلیل بنا کر لاتے ہیں اور آپ کے جملہ محامد و محاسن کا یکسر انکار کر کے ''من دون اللہ'' میں شامل کر دیتے ہیں۔

یاد رکھیں ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں' ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں' منفی اور مثبت۔ مثبت پہلو چھوڑ کر منفی پہلو اختیار کرنا تفرقہ پروری' بدامنی اور بے اتفاقی کا پیش خیمہ ہے۔ مولانا روم قدس سرہ نے ایک گائے کا ذکر فرمایا ہے۔

گاوی در بغداد آمد ناگہاں میر ودازیں سراں تا آں سراں
از ہمہ عیش و خوشی ہاو مزہ او نبیند غیر قشر خرپزہ

ترجمہ: ایک گائے بغداد میں وارد ہوئی۔ سارا شہر پھر چھوڑا مگر اس کی بو قلمونیوں کی بجائے ایک خربوزے کے چھلکے پر دل ہار بیٹھی۔ یہی حال ان ''دوستوں'' کا ہے کہ ہر بات کے منفی پہلو کو اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً یہ آیت حاشیہ خیال میں لائیں وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى ''اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟'' اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ مثبت یہ کہ اللہ اپنے پیارے کلیم علیہ السلام کو شرف ہمکلامی بخشنے کیلئے بات کا آغاز سوال سے کر رہا ہے اور (معاذ اللہ) منفی یہ ہے کہ اللہ نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں کیا ہے؟ جبھی تو سوال فرمایا کیونکہ سوال کرنا عدم علم کی دلیل ہے۔ کج فہم مثبت کی بجائے منفی پہلو اختیار کرتے ہیں۔ یونہی خام ملا ہر تقریر میں کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو شب اسریٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے عالم بالا کی حیرت انگیز اشیاء کے بارے میں سوال کیوں کرتے؟ حالانکہ مثبت پہلو بھی ظاہر ہے کہ یہ خداوند کریم کی نعمتوں کے تذکرے کا حسین انداز ہے۔ نیز یہ کہ سوال و جواب کے ذریعے ان کا بیان امت کو ذہن نشین

کرانا بھی آسان ہوگا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے سفر معراج میں جبرائیل امین سے سوالیہ انداز اختیار فرمایا کہ سفر کے لمحات سے بھرپور لطف حاصل کیا جائے اور نزول جبریل کا مقصد یہ بھی تھا کہ آپ تنہائی محسوس نہ فرمائیں۔ ورنہ جس کی خاطر سب جہانوں کی آئینہ بندیاں معرض وجود میں آئی ہوں اور وہ جانتا ہی نہ ہو' یہ تو بدذوقی اور ناقدری کی علامت ہے۔ میرا محبوب ان تمام خامیوں سے وراء الوراء' منزہ اور پاک ہے۔ ﴿۱﴾

وہ کمال حسنِ حضور ہے کہ گمان نقص' جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

حاصل تحریر یہ کہ اگر قرآن و حدیث کے انوار سے دل کے اجڑے دیار میں چراغاں کرنا ہو تو اہل فہم کا طریقہ اپنانا چاہیے۔ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ اس سے بڑی اپنے آپ سے اور کیا دشمنی ہوگی کہ چراغاں کرتے کرتے اپنے گھر کو ہی جلا لیا جائے؟ الحمدللہ ہم نے اپنے اکابر کا ہاتھ پکڑ کر یہ وسیع و عریض سمندر عبور کیا ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ کتاب گرداب ہلاکت نہیں بلکہ شان رسول ﴿ﷺ﴾ کے انمول موتیوں کا مخزن ہے۔ اس لئے ہماری نظر میں **اس کا مقام یہ ہے**

کتاب لم یزل کا نور، تجرید البخاری ہے
کہ جیسے ماہ تاباں پر اثر سورج کا طاری ہے
جو دل سے تھام لے سرکار کے دامان رحمت کو
اسے پوچھو تو، ہر غم کا مداوا ہی بخاری ہے
دلوں کی کشت ویراں کو دیا پیغام شادابی
بحمداللہ! محشر تک یہ نہر علم، جاری ہے
خزانے دین و دنیا کے مقدر بن گئے اس کا
قسم، اللہ کی، جس نے بھی اس پہ جان واری ہے
امام الاصفیا نے اس کو گلدستہ بنایا ہے
معطر جس کی خوشبو سے ہوئی مخلوق ساری ہے
رموز دیں کے غنچوں کو کھلایا پیار سے جس نے
گلستان نبوت کی یہی باد بہاری ہے
فصاحت بھی بلاغت بھی تحمل بھی تبسم بھی
میرے محبوب کی ہر ہر ادائے پاک پیاری ہے
نبی کی شان ہوتی ہے نمایاں اس کے لفظوں سے
یہ ایماں کی ضیا ہے کفر پہ چلتی کٹاری ہے
جمال عشق مصطفوی کے دشمن جان لیں سارے
بخارا سے بخار ان کیلئے لائی بخاری ہے
کرے انکار اس کا کس کو جرات ہے زمانے میں
کہ یہ تحریر ساری ''من روایات البخاری'' ہے
چنے ہیں جب سے یہ گلہائے تر مہر و محبت کے
غلام مصطفیٰ پر رحمت محبوب باری ہے

☆☆☆

دریچہ اول

حضورِ رسالت مآب ﷺ کی یکتائی

فضائلِ مصطفیٰ ﷺ
شمائلِ مصطفیٰ ﷺ
خصائلِ مصطفیٰ ﷺ

حضُور رسالت مآب ﷺ کی یکتائی

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن و ادا کی قسم

لاکھوں چاہنے والوں نے ان کے
عارض تاباں کو نزاکت گل...... لہراتے گیسوؤں کو گھنگھور گھٹاؤں...... میٹھی آواز کو بہتے جھرنوں...... تبسم ریز ہونٹوں کی نرمی کو کھلتی کلیوں...... اسرار کائنات کی امین آنکھوں کو گہری جھیلوں...... چمکتے ہوئے دانتوں کو مسکراتی چاندنی...... اور قد انور کو سرو جانفزا سے تشبیہیں دے کر دیکھا، پرکھا، مگر وہ تو ہر تخیل وتصور سے ماورا نظر آئے۔

فرط حیرت سے نگاہیں کھلی کی کھلی ہیں، خامہ انگشت بدنداں ہے۔ ناطقہ سر بگریباں ہے۔ نہاں خانہ دل سے آواز اٹھتی ہے۔

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

ہر خوب سے خوب تر چیز اس عالم امکاں کی باسی ہے۔ وہ تو اس عالم ممکنات سے بھی وراء الوراء ہیں...... کیا وہ واجب ہیں؟ نہیں! ہیں تو ممکن ہی مگر ان کے خالق حسن و ادا نے ان کیلئے اور دائرہ امکان تشکیل دیا ہے۔ اس لئے کہ ان کی مثلیت کی گنجائش ہی نہ رہے۔ پھر یہ تشبیہات ان کے حسن جہاں آرا کی کیسے عکاسی کر سکتی ہیں؟ کیسے احاطہ کر سکتی ہیں؟ وہ مخلوقات ارض و سما میں بے نظیر ہیں...... ہر انداز میں...... ہر جہت میں...... فضائل میں...... شمائل میں...... خصائل میں

اَحْسَنَ مِنکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِی اَجْمَلَ مِنکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآء،

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ　کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

فضائل مصطفیٰ ﷺ

☆ امور خمسہ جو خاصہ مصطفیٰ ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوۃُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً

''مجھے پانچ اشیاء ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں ملیں۔ ﴿۱﴾ ایک مہینہ کی راہ تک رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی۔ ﴿۲﴾ میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاکیزہ فرما دی گئی، میرے جس امتی پر نماز کا وقت آئے وہ وہیں پڑھ لے۔ ﴿۳﴾ میرے لئے مال غنیمت حلال فرما دیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے نہیں تھا ﴿۴﴾ مجھے شفاعت ﴿کبریٰ﴾ عطا کی گئی۔ ﴿۵﴾ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں''۔ ﴿بخاری کتاب التیمم﴾

اس حدیث کی گواہی قرآن مقدس بھی دے رہا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا

''ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا''۔

''مسلم شریف'' میں ایک یہ بھی خصوصیت مذکور ہے:

خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ ''میں آخری نبی بن کر جلوہ گر ہوا''۔

قرآن حکیم بھی فرماتا ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ
''اور مگر اللہ کے رسول اور آخری نبی''۔

ان احادیث میں پانچ یا چھ کا عدد حصر کیلئے نہیں بلکہ اسکا معنی یہ ہے کہ یہ خصوصی فضیلتیں ہیں جو آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو نہیں ملیں اور آئندہ تو ملنے کا احتمال ہی نہیں کیونکہ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اور بہت سی وجوہات کی بنا پہ افضل واعلیٰ مبعوث فرمایا:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی''۔

تمام رسول اور پیغمبر نفس رسالت اور نفس نبوت میں برابر ہیں مگر فضائل و کمالات، مقامات ومعجزات اور محامد ومحاسن میں ہمارے محبوب تمام انبیاء ورسل کے تاجدار، امام اور مقتدا بن کر آئے۔ آپ ذات وصفات کے لحاظ سے جملہ داعیان حق کے جامع ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جلالی اور جمالی صفتوں کے مظہر کامل ہیں۔ دیگر انبیاء میں سے بعض خلت، کلام اور صفوت سے نوازے گئے مگر آپ کو ان انعامات کیساتھ ساتھ مقام محبوبیت اور مرتبہ ناز پہ فائز فرمایا گیا۔

ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

☆ تحفہ جاوداں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کی جماعت میں کوئی نبی نہ تھے مگر انہیں اتنے معجزات دیے گئے جتنے لوگ ان جیسے معجزوں پر ایمان لائے۔

وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ فَارْجُوْاَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

''اور جو خصوصی اعجاز مجھے حاصل ہوا وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی

تو میں امید واثق رکھتا ہوں کہ روز حشر میرے پیروکار زیادہ ہوں گے"۔ ﴿بخاری﴾

یہ حدیث مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔ دراصل ہر نبی کو اس کے دور کے مخصوص تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کمالات تفویض ہوئے۔ مثلاً دور عیسوی میں طب یونانی نے تحیر خیز نتائج مرتب کئے مگر تین امراض کے علاج میں مجبور محض نظر آئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان امراض کا علاج سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دست نبوت میں ودیعت فرما دیا۔

وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ

"میں اللہ کے اذن سے اندھوں کو آنکھیں، برص والوں کو شفا اور مردوں کو زندگی دیتا ہوں"۔

یعنی کمالات نبوت کے سامنے یونانی طب کے طلسم آفرین اثرات بھی چراغ سحری کی طرف ٹمٹمانے لگے۔ ہمارے محبوب چونکہ تمام جہانوں کیلئے راہنما بن کر تشریف لائے اس لئے آپ کو قرآن پاک جیسا عظیم الشان تحفہ عطا فرمایا گیا۔ آپ کا دور فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار تھا اور اس کے بعد کا دور تا قیامت ترقی و عروج، ایجادات و اختراعات اور جدید علوم و فنون کا حامل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں اس قدر بلاغت و جامعیت سمو کر رکھ دی ہے کہ جو اس جہان تگ و دو کے جمیع پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی، سماجی، مذہبی، سائنسی، عسکری الغرض ہر شعبہ حیات کیلئے راہنمائی کے اصول واضح کرتی ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ

"ہر خشک و تر کا بیان اس کتاب منورہ میں موجود ہے"۔

یہ تحفہ جاوداں ہے جس سے قیامت تک حضور کی عظمت و جلالت جلوہ خورشید کی طرح ظاہر ہوتی رہے گی۔

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی

☆ تاجدار ختم نبوت ﷺ

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اُحسِنَ بُنْیَانُه، تُرِکَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِه اِلَّا مَوْضِعَ تِلْکَ اللَّبِنَةِ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیّنَ

''میری اور دوسرے انبیاء کی مثال یوں ہے جیسے ایک محل کی بہت اچھی تعمیر کی گئی اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ دیکھنے والے چکر لگاتے اور متعجب ہو کر دیکھتے کہ یہ خالی جگہ پر ہو جاتی۔ میں نے اینٹ کی جگہ پر کر دی۔ مجھ پر انبیاء ورسل کا طویل سلسلہ ختم ہو گیا۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

یہ حدیث ''مسلم شریف'' میں بھی مرقوم ہے اور اَنَا خَاتِمُ النَّبِیّنَ والے الفاظ ''ترمذی شریف'' میں وارد ہیں۔ اس حدیث پہ غور کریں تو تمام خودساختہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے کذابوں کے مکرو دجل کی دھجیاں ہر سمت بکھری ہوئی نظر آتی ہیں اور آفتاب ختم نبوت تمام تر تابانیوں کے ساتھ دمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے غیر محدود عرصہ رسالت میں جناب روح اللہ علیہ السلام امتی کی حیثیت سے شامل ہوں گے تو باقی اندھوں اور کانوں کی کیا وقعت ہے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سبحان اللہ! نبوت و رسالت کے اس قصر نورانیت کی نزہت ہمارے نبی کے دم قدم سے قائم ہے اور اس کی سرگرمیاں انہیں کے وجود مسعود کی مرہون منت ہیں۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ آخری بیٹا وہ ہے جس کے بعد کوئی پیدا نہ ہو۔ یہ لازمی نہیں کہ پچھلے سب بیٹے مر چکے ہوں۔ آپ کے آخری نبی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے زمانہ میں اور بعدہ کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اگر پہلے کے کچھ نبی زندہ

ہوں ﴿ جیسے حضرت عیسیٰ' الیاس' خضر اور ادریس علیہم السلام﴾ تو آپ کی ختم نبوت پہ اثر انداز نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ''خاتم النبیین'' ہونا مقام مدح میں انتہائی افضلیت کا باعث ہے کیونکہ یہ منفرد مقام ہے اور اس کی وجہ سے بزم نبوت میں چہل پہل ہی نہیں بلکہ نبض کائنات بھی سرگرم خرام ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا' وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

☆ سرچشمہ بلاغت

حضور ﷺ نے فرمایا اُعطِیتُ جوَامِعَ الْکَلِم ''مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا''۔ ﴿بخاری﴾

''مسلم شریف'' میں اسے حضور کی خصوصی صفات میں شامل کیا گیا ہے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ کی گفتگو میں الفاظ بہت کم استعمال ہوتے مگر ایک ایک لفظ میں اسرار و معانی کا جہان آباد ہوتا تھا۔ وہ دور زبان دانی اور زور بیان سے متصف تھا۔ حتیٰ کہ اہل عرب تمام دنیا کو اپنے مقابلے میں عجمی یعنی گونگا سمجھتے تھے۔ ہمارے محبوب سرچشمہ بلاغت بن کر جلوہ فرما ہوئے اور بلاغت کا جلیل القدر شاہکار ساتھ لے کر آئے۔ خالق مطلق نے چیلنج کر دیا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِه ''لاؤ اس کی مثال میں ایک سورت ہی''۔ یہ درست ہے کہ عربی شعراء بلغاء اور ادباء کے کلام' فلسفہ و حکمت کے لحاظ سے مرعوب کن تھے لیکن جب سرچشمہ بلاغت اور مخزن فصاحت کی بہتے جھرنوں کی مانند میٹھی، تسلسل آمیز اور یقین پرور آواز سنائی دی تو سب ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ الفاظ و کلمات میں عواقب خیز جامعیت دیکھ کر نقش حیرت بن گئے مثلاً مندرجہ ذیل احادیث پہ غور کریں۔

﴿۱﴾ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

﴿۲﴾ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّه' يَرَاكَ

''اللہ کی عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے''۔

﴿۳﴾ اَلاَ وَاِنَّ فِى الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّه' وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّه' اَلاَ وَهِىَ الْقَلْبُ

''خبردار! جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب سنور جائے تو سارا جسم سنور جاتا ہے۔ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے' وہ دل ہے۔

﴿۴﴾ اَلْحَيَآءُ نِصْفُ الْاِيْمَان

''حیا کرنا آدھا ایمان ہے''۔

﴿۵﴾ مَنْ يَضْمَنْ لِىْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنَ لَه' الْجَنَّةَ

''جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔

﴿۶﴾ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ هُوَ فُضِلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ والْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ

''اے اپنے سے مال و حسن میں بڑھے ہوئے کو دیکھنے والے انسان ذرا اپنے سے گرے ہوئے کو بھی دیکھ''۔

مندرجہ بالا احادیث کے معانی پہ غور کریں تو جامعیت کا سمندر ٹھاٹیں مارتا نظر آتا ہے۔ چند الفاظ میں پوری انسانی زندگی کے معاشرتی' مذہبی' اصلاحی اور حیاتی گوشوں کی کس درجہ تصویر اتاری گئی ہے۔ گناہوں کی وجوہات' بچنے کے طریقے اور ان کے نتائج پر بحث کی گئی ہے۔ ایک ایک لفظ ''حیات مستعار'' کا عنوان بننے کے لائق ہے اور آپ کے سرچشمہ بلاغت ہونے کا بہترین ثبوت ہے، اور ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات قدسیہ میں حکمت اور فلسفہ فطرت کے جملہ جواہر بے بہا جمع فرما دیے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے بڑے دانشور'

صاحب فہم اور فصیح و بلیغ افراد آپ کے سامنے طفل مکتب نظر آنے لگے ؎

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آپ کی اس صفت مبارکہ کی شان اس وقت مزید اجاگر ہو جاتی ہے جب خالق بے نیاز بھی قرآن عزیز میں قسمیں اٹھاتا ہے۔

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

''مجھے رسول کے کہنے کی قسم کہ اے اللہ، یہ لوگ ایمان نہیں لاتے''۔

☆ سردار بنی آدم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَا سَيِّدُ الْقَوْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَه

''میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں''۔ ﴿بخاری﴾

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِىْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِىْ الَّذِىْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِىَ الْكُفْرَوَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِىْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَىَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِىْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِىٌّ ﴿بخاری کتاب التفسیر﴾

''میرے کتنے ہی نام ہیں۔ میں محمد اور احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ ساری نسل آدمیت میرے قدموں میں اکٹھی ہوگی اور میں سب سے آخر میں آنے والا ہوں جس کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا''۔

یہ حدیث ''مسلم شریف'' میں بھی ہے۔ بخاری شریف کے علاوہ دیگر ایمان افروز احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِىْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا

فَخرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَاءِ یْ

''قیامت میں' میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ میرے ہاتھ میں حمد کا پرچم ہوگا اور تمام انبیاء اسکے سایہ تلے جمع ہوں گے۔ یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا''۔ ﴿ترمذی﴾

﴿۲﴾ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَافَخْرَ

''میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اگلوں' پچھلوں میں بہتر و برتر ہوں' کوئی فخر نہیں''۔ ﴿ترمذی' داری شریف﴾

﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ

''اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل سے خاندان کنانہ اس سے قریش' اس سے بنی ھاشم اور پھر بنی ھاشم سے مجھے چن لیا''۔ ﴿مسلم شریف﴾

''ترمذی'' میں یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسمٰعیل اور پھر......الخ

﴿۴﴾ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ

''میں انبیاء کا امام خطیب اور شافع ہوں''۔ ﴿ترمذی شریف﴾

﴿۵﴾ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ

''میں رسولوں کا پیشوا ہوں''۔ ﴿داری و ترمذی و مشکوٰۃ شریف﴾

﴿۶﴾ فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَخَیْرُھُمْ بَیْتًا

''میں تمام ''جہان والوں'' سے اچھی ذات اور گھر والا ہوں'' ﴿ترمذی شریف﴾

اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب کو دنیا و آخرت کے تمام فضائل و کمالات سے نوازا اور روزِ حشر نرالی شان عطا فرمائی۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اپنے متعلق جانتے ہیں کہ ان سے کیا ہونے والا ہے۔ یہ کہنا کہ آپ کو اپنا پتہ نہیں بارگاہ رسالت پناہ میں کفریہ جرات ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَالْمُقَفِّیْ وَنَبِیُّ التَّوْبَۃِ وَنَبِیُّ الرَّحْمَۃِ

''تمام پیغمبروں کے بعد آنے والا اور توبہ و رحمت کا نبی ہوں''

یہ آپکے دو اسماء گرامی ہیں کہ جو کسی اور کو میسر نہیں۔ ''ترمذی شریف'' میں ہے۔

وَاَنَا مُبَشِّرُھُمْ اِذَا یَئِسُوْا اَلْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ

''اور میں یاس آلود چہروں کو بشارتیں دینے والا ہوں۔ قیامت میں بزرگی اور کنجیاں میرے ہاتھوں میں ہوں گی''۔

ان احادیث کی تائید قرآن حکیم سے بھی ہوتی ہے۔ محمدؐ، احمدؐ، مبشرؐ، نبی آخر اور رحمت عالمیان جیسے القاب خالق مطلق نے خود بیان فرمائے ہیں۔

ترے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

☆ معدن اوصاف (۱) محمد ﷺ

یہ مبارک نام ''حمد'' سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے ہر وقت، ہر جگہ اور ہر لحاظ سے ''حمد'' کیا گیا۔ خالق بھی تعریف کرتا ہے اور مخلوق بھی۔ کوئی دشمن آپ کو محمد کہہ کر عیب نہیں نکال سکتا کیونکہ اس طرح وہ اپنے کاذب و مفتری ہونے کا اعلان کر رہا ہوتا ہے۔ ایک طرف محمد یعنی ماورائے نقائص کہہ رہا ہے اور دوسری طرف نقائص بیان کر رہا ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰہُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَھُمْ یَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَیَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ''

''تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ نے کس طرح مجھ سے قریش کی گالیوں اور لعن کو پھیر دیا۔ وہ کسی مذمم کو گالیاں دیتے اور لعن کرتے ہیں میں تو محمد ہوں''۔

﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

''ابوداؤد'' اور ''طبرانی شریف'' میں ہے کہ عرب کے مشرک شعراء حضور کی ہجو لکھتے، بزعم خویش آپ کے عیوب بیان کرتے ﴿حضور تو ان سے منزہ تھے﴾ پھر جب عقل ٹھکانے آئی تو آپس میں سوچنے لگے کہ ہم محمد کہہ کر خود ہی اپنی ''خرافات''

کی تردید کردیتے ہیں۔ لہٰذا اب مذمم کہا کرو۔ گویا آپ محمد تھے اس لئے آپ کی ذات ہر خامی سے پاک تھی۔ ان تصریحات سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی بھی گستاخ رسول، دامن نبوت کے اجلے پن کو داغ دار نہیں کرسکتا۔ ہاں ایسا سوچنے کے بعد خود کو نارِ جہنم کا ایندھن ضرور بنا سکتا ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

☆ (۲) احمد ﷺ

یہ اسم تفضیل ہے حمد کا۔ حامد کی تفضیل ہے، تو مفہوم ہوگا کہ آپ سب سے بڑھ کر اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اگر حمید سے ہو تو معنیٰ ہوگا ''بہت زیادہ حمد کئے گئے''۔ اول الذکر زیادہ مشہور ہے اور آپ کا یہ نام مبارک گنبد آبگینہ رنگ کے اس پاروسیع وعریض کائنات کے ہر مکین کی زبان پر جاری وساری ہے۔ گویا آپ حامد ومحمود، محب ومحبوب اور طالب ومطلوب دونوں مقام پر رونق افروز ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق عالم ملکوت اور دنیائے بالا سے نسبتاً زیادہ ہے اس لئے انہوں نے اسی نام کی بشارت اہل جہان کو سنائی۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَد

''میں اپنے بعد آنے والے رسول احمد کی خوشخبری عطا کرتا ہوں''۔

اب ایک دل آویز نکتہ بیان کرتا ہوں کہ اگر آپ کا اسم گرامی سینہ گیتی پہ ظہور پرنور سے پہلے بھی موجود تھا اور مشہور تھا تو پھر آپ کو بھی ہونا چاہیے۔ کیونکہ نام صفت ہے اور صفت کا موصوف سے قبل پایا جانا عجیب سا لگتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ آغوش رحمت میں موجود تھے اور تمام کائنات کا مشاہدہ فرما رہے تھے کہ قیامت میں سچی گواہی کا حق ادا کرسکیں۔ ﴿۲﴾

تمام مخلوق آپ کے سامنے کتم عدم سے منصۂ شہود پہ نمودار ہوئی ہے۔ یہاں

تک کہ آدم علیہ السلام بھی۔

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے

☆ (۳) ماحی ﷺ

آفتاب رسالت ﷺ کی نورانی تابشوں سے پہلے کفر وفسق اور ظلم وستم کا گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ آپ پردۂ رحمت کی اوٹ سے نکل کر جلوہ گر ہوئے تو ''اکناف عالم'' میں ایمان اور اسلام کی بہاریں انگڑائیاں لینے لگیں۔ آپ کو ''ماحی'' اس لئے کہتے ہیں کہ آپ نے کفروشرک کو محو کر کے رکھ دیا۔ آپ کے آتے ہی فطرت نے نوید مسرت سنانا شروع کر دی۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

☆ (۴) عاقب ﷺ

عقب سے بنا ہے بمعنی پیچھے آنے والا اور پیچھے خیر و برکت چھوڑنے والا۔ سب کی عاقبت آپ کی وجہ سے قابل تحسین ہوگی۔ یہی مطلب اسم مقفی کا ہے۔ فاعل ہو تو پیچھے آنے والا یعنی خاتم نبوت اور اگر مفعول ہو تو انبیاء و رسل کا بھی مقتدا کہ سب آپ کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے بارگاہ الوہیت میں سر تسلیم خم کریں گے اور اپنی گنہگار امتوں کی شفاعت فرما کر جنت کی طرف لے جائیں گے۔

☆ زمان محبوب کی شان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِىْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِىْ كُنْتُ مِنْهُ

''میں نوع انسانی کے افضل ترین زمانے میں مبعوث ہوا ہوں۔ یکے بعد دیگرے زمانے گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ میں اس زمانے میں ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے سے تھا''۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

''قرن'' کا لفظی معنی ''ملنا'' ہے اور اصطلاح میں اسے ''جماعت' گروہ اور زمانہ'' کے معانی میں استعمال کرتے ہیں۔ اس حدیث کا ایک خوبصورت مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک بہترین قبائل اور خاندانوں میں صورت نوری میں انتقال پذیر ہوتے رہے۔ وہ تمام لوگ اچھے اوصاف کے پیکر اور کفروشرک نیز زنا جیسی عادتِ قبیحہ سے محفوظ و مامون تھے۔ اس کی تائید نص قطعی سے بھی ہوتی ہے۔

وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ

''ہم نے آپ کو سجدہ کرنے والوں میں منتقل فرمایا''۔

تعمیر کعبہ کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی دعا کی تھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

''اور ہماری اولاد میں ایک گروہ تیرا نیاز مند ہو''۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

''اے خدا پھر اسی ﴿نیک﴾ گروہ میں ایک رسول بھیج۔ ان میں سے''۔

لب ہائے نبوت سے نکلنے والی دعائیں قبول ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنی ہاشم کے معزز گھرانے میں پیدا فرمایا اور قبیلہ' قریش ﴿یعنی سمندر کی طاقت ور مچھلی اور اصطلاحی لحاظ سے غالب جو کسی سے دب نہ سکے﴾ تھا۔ ریگزار عرب کے علاوہ بیرونی ممالک شام' ایران' روم اور حبشہ میں سرداران قریش کی بہت قدر ومنزلت تھی۔ نضر بن کنانہ کی نسل کا یہ حصہ ہمیشہ غالب رہا اور تا قیامت

عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا کہ اس میں سید المرسلین کی ولادت باسعادت ہوئی اور وہ زمان عالی شان جس کی قسم قرآن حکیم نے اٹھائی ہے۔ وَالْعَصْرِ جس کا ہر ہر لمحہ برکتوں اور رحمتوں کا خزانہ لے کر آیا' جس میں وہ راہبر اعظم جلوہ فرما ہوا کہ جس نے آتے ہی شرافت و نجابت' محبت و صداقت اور عزت و آبرو کے خزاں رسیدہ پھولوں کو حیات ابدی کا پیغام سنایا (ﷺ)

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے
بے نور تھا خرد کا ستارہ ترے بغیر

☆ افقِ محشر پہ نیرِ فاراں کا طلوع

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مومنین روز قیامت بہت غمگین ہوں گے اور کہیں گے کہ

لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا فَیُرِیْحُنَا مِنْ مَکَانِنَا

''ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کوئی شفیع لاتے ہیں جو ہمیں اس کربناک ماحول سے نکالے''۔

وہ آدم' نوح' ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں گے۔ سب پیغمبر یہی کہیں گے لَسْتُ ھُنَاکُمْ ''میں اس مقام کا نہیں'' پھر سب عیسیٰ علیہ السلام کے بتانے پر حضور کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوں گے۔ آپ فرمائیں گے کہ انا لھا ''میں اس کیلئے ہوں''۔ پھر حضور دربار حق میں سجدہ کریں گے اور حمد و ثنا کہیں گے۔ اللہ فرمائے گا۔

یَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہْ' وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

''اے محبوب اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو تمہاری بات سنی جائے گی۔ مانگو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہو گی''۔

آپ چار مرتبہ حاضر ہوں گے اور رائی کے دانہ سے بھی کمتر ایمان رکھنے

والے کو نارِ جہنم سے آزاد کروالیں گے۔ آخری بار عرض کریں گے۔

یَارَبِّ ائْذَنْ لِیْ فِیْمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اے مولا مجھے اسکے متعلق بھی اجازت دے جس نے لا الہ الا اللّٰہ کہا ہو"۔

رب تعالیٰ فرمائے گا۔

لَیْسَ ذَالِکَ لَکَ وَلٰکِنْ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکِبْرِیَائِیْ وَعَظْمَتِیْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

"وہ تمہارا نہیں لیکن مجھے اپنی عزت وجلال اور کبریائی وعظمت کی قسم میں اسے ضرور دوزخ سے نکالوں گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا"۔ ﴿بخاری﴾

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اِنَّ النَّاسَ یَصِیْرُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ جُثاً کُلُّ اُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِیَّهَا یَقُوْلُوْنَ یَا فُلَانُ اشْفَعْ حَتّٰی تَنْتَهِیَ الشَّفَاعَةُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَالِکَ یَوْمَ یَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْد

"لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبی کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کی گزارش کریں گے۔ یہاں تک کہ شفاعت کی بات حضور کی بارگاہ میں کی جائے گی۔ اس روز اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پہ مبعوث فرمائے گا"۔

یہ احادیث "بخاری شریف" کے علاوہ "مسلم شریف" اور دیگر کتب احادیث و آثار میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ﴿۳﴾

حضور ﷺ نے فرمایا "انبیاء کرام کو ایک دعائے مخصوصہ جناب باری تعالیٰ سے ملتی ہے کہ جو چاہو مانگ لو بیشک دیا جائیگا"۔ لَمْ یَبْقَ نَبِیٌّ" اِلَّا اُعْطِیَ لَهٗ" "تمام نبی اپنی دعا دنیا میں کر چکے" وَاِنِّیْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ "اور میں نے اپنی دعا قیامت کیلئے اٹھا رکھی، وہ میری شفاعت ہے"۔ ﴿بخاری﴾

یہ حدیث "صحیح مسلم" اور "مسند احمد شریف" میں بھی مروی ہے۔ ﴿بخاری کتاب التفسیر﴾ میں ہے کہ شفاعت کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ

مَنْ لاحِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ ''اے محبوب! اپنی امت کے ان لوگوں کو باب ایمن سے جنت میں داخل کر دو جن کا حساب نہ ہوگا''۔ پھر فرمایا: ''خدا کی قسم جنت کے ہر دروازے کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے۔ کَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ جتنا مکہ مکرمہ اور ﴿بحرین کے قصبہ﴾ ھجر کے درمیان ہے۔

سبحان اللہ! کیسا پر کیف سماں ہوگا کہ جب ناامیدی اور بے قراری کے دھند لکے ختم ہو جائیں گے اور حضور ٹوٹے ہوئے سپنوں کی تعبیر بن کر جلوہ فرما ہوں گے۔ جنت کا ہوش ربا تخیل حقیقت بن کر سامنے آ جائے گا۔ اعلیٰ حضرت کی آواز مایوسیوں کے پردے چاک کرتی ہوئی سنائی دے گی۔

صف ماتم اٹھے' خالی ہو زنداں' ٹوٹیں زنجیریں

گنہگارو چلو مولیٰ نے در کھولا ہے جنت کا

''مسلم'' کی ہمت افزا احادیث صرف تشریحی نقطہ نظر سے پیش کرتا ہوں۔

﴿۱﴾ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّسْتَفْتِحُ بَابَ الْجَنَّةِ ''قیامت کے دن میرے امتی سب سے زیادہ ہوں گے اور میں پہلے باب جنت وا کروں گا''۔

﴿۲﴾ خازن جنت عرض کرے گا۔ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ ''مجھے حکم ہے کہ آپ کے سوا کسی اور کیلئے پہلے دروازہ نہ کھولوں''۔ ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر غور کرنے کی زحمت تو گوارا کریں کہ

کتنا پرہول' الم آفرین اور دردناک میدان ہوگا' طویل ترین دن' سروں پر آگ برساتا ہوا بے رحم آفتاب' دوزخ تمام تر قہر سامانیوں کے ساتھ انتہائی قریب' شدت گناہ کے باعث خمیدہ کمریں' پھٹی پھٹی سی آنکھیں' عرق ریز پیشانیاں' ڈگمگاتے جسم' طوق غم سے گردنیں بوجھل' دلوں کے آنگن میں چھائی ہوئی اداسیاں' زبانوں سے ''اَلْعَطَشْ اَلْعَطَشْ'' کی فریادیں' پسینے کے بحر بے کنار میں ڈبکیاں کھاتے ہوئے بے بس انسان' پل صراط سے اعماق جہنم میں گرتے روسیاہ وستم گار

پھر ان کی تاریکیوں میں ڈوبتی ہوئی آہ و بکا' محشر کی پرخار راہوں پہ تشنہ لب اور آبلہ پا لوگ' حساب میزان کا جاں سوز مرحلہ' قدم قدم پہ رکاوٹیں' نظر نظر میں حسرتیں' جگر جگر میں ناکام آرزوئیں' دریں اثناء افق قیامت پہ عیسیٰ علیہ السلام جلوہ گر ہوں گے اور شافع روز جزا کے آنے کی خبر دیں گے۔ ہاں! ہاں! بالکل اس نجمِ سحر کی طرح جو اندھیری رات کے ٹل جانے اور مہر تاباں کے طلوع ہونے کی بشارت سناتا ہے۔ پھر جب صبح امید' سایہ افگن ہوگی' نیر فاراں کا جلوہ دیکھ کر ہر خطا کار بلبلا اٹھے گا۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ' عذاب میں ہے

امت کا حال دیکھ کر زلفیں کھل جائیں گی۔ مَا زَاغ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوں گی۔ وَالضُّحٰی کی جبین ناز سجدہ نچھاور کرے گی تو عرش الٰہی بھی لرز جائے گا۔ رحمت کے ٹھہرے سمندر میں ہیجان سا برپا ہوگا۔ اہل حشر سراپا استغفار بن جائیں گے۔

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں

فطرت مژدۂ جانفزاء سنائے گی۔

گنہگاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کیلئے احمد سا والی ہے

پھر آقائے بے کساں کے ایک اشارۂ ابرو سے زنجیریں ٹوٹ جائیں گی۔ دلوں کے مرجھائے غنچوں کو فردوس کی بادِ صبا سرسبز و شاداب کردے گی اور ایک نہ ختم ہونے والا راحت آمیز اور سکون پرور سا زمانہ شروع ہو جائے گا۔ جب ان تمام حالات و واقعات کی تصویر کھینچ کر سوچتے ہیں کہ آخر یہ اتنا بڑا اہتمام کس لئے ہے؟ اگر امتحان ہی لینا ہے تو قادر مطلق کے سامنے کون سا دشوار ہے؟ چاہے تو عدل سے دوزخ میں ڈال دے اور چاہے تو رحمت و رافت سے جنت آشنا کردے۔ پھر اس

سوال کا بس ایک ہی جواب دماغ کی خوابیدہ دنیا میں روشنی بن کر چمکتا ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

☆ بزم قدسیاں میں ذکر محبوب

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلآئِكَتَه، يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ''بیشک اللہ اور اسکے فرشتے اپنے نبی پر درود بھیجتے ہیں'' کی تفسیر میں منقول ہے:

صَلٰوةُ اللّٰه ثَنَآءُ ه، عَلَيْهِ عِنْدَالْمَلآئِكَةِ وَصَلٰوةُ الْمَلآئِكَةِ الدُّعَا

''کہ اللہ کی صلوۃ یہ ہے کہ وہ حضور کی تعریف فرشتوں میں بیان فرماتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے''۔ ﴿بخاری کتاب التفسیر﴾

یقین کریں کہ اسی انتظام و انصرام کا نام ''محفل میلاد'' ہے۔ اگر کوئی عاشق جذبہ محبت سے تڑپ کر چند گھڑیاں اپنے محبوب کی یاد میں بسر کر لیتا ہے تو یہ ''بدعت'' نہیں بلکہ عین سنت ہے۔ ﴿۴﴾

حضور ﷺ کی شانوں کا ذکر کرنا سنت کبریا ہے اور سننا' سنت ملائکہ ہے۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

☆ ازالہ اوہام

اس باب کی پہلی فصل ختم ہونے کو ہے۔ ہم آخر میں اس حدیث کی بھی قابل قدر تشریح کر دیتے ہیں جس کو بنیاد بنا کر آپ کے مذکورہ فضائل و محامد کا انکار کیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَاذَا يُفْعَلُ بِیْ

''اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں''۔ ﴿بخاری کتاب التفسیر﴾

یہ بات یاد رکھیں کہ یہاں حضور نے اپنے ذاتی علم کی نفی فرمائی ہے' عطائی کی نہیں۔یعنی میں اپنی ذاتی حیثیت سے نہیں جانتا۔اگر اسکو مطلقاً مراد لیا جائے تو بیشمار احادیث متواترہ کیساتھ ساتھ آیات قرآنیہ کا بھی انکار لازم آئیگا۔مثلاً اللہ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا

''ہم نے آپ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے''۔

اس آیہ مقدسہ میں حضور کے علم کا اثبات ہے اور حدیث میں نفی۔اب لامحالہ اثبات عطائی علم کا ہے اور نفی ذاتی علم کی۔علاوہ ازیں جو کچھ پچھلے صفحات میں پڑھ آئے ہیں وہ بھی تو زبان مصطفیٰ کے ہی کلمات ہیں۔اتنی واضح احادیث کو چھوڑ کر محض ایک حدیث ﴿۵﴾ کا عیاری کے ساتھ سہارا لینا اور من مانی تعبیر کر کے شان رسول اللہ ﷺ کو گہنانے کی مذموم کوشش کرنا کسی فدا کار امتی کا کام تو نہیں ہوسکتا۔

ہمارے آقا اللہ کی عطا سے تمام تر وجاہتوں' سطوتوں اور بلندیوں کے مالک ہیں۔قرآن نے تو ایک مومن سے وعدہ کیا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ''اور بشارت دیں ایمان دار اور اچھے اعمال والوں کو جنت کی کہ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں''۔

وہ نبی جو بشارتوں کا امین ہے' کیا اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا؟ اس سے بڑھ کر عداوت رسول اور کیا ہو سکتی ہے۔کاش حور و غلامان کے تصور میں زندگی بسر کرنے والے یہ ''لوگ'' طہارت قلب و نظر جیسی دولت بھی خدا سے مانگ لیں۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

شمائل مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب گرامی ﷺ کو لاجواب حسن و جمال عطا فرمایا اور تمام

انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے جملہ اوصاف و کمالات کا خوبصورت امتزاج بنایا۔ آپ دنیائے حسن وادا کے تمام نازنینوں کیلئے باعث صد رشک و افتخار ہیں۔ آپ کا جمال جہاں آرا حسن الٰہی کے کمالات کا مظہر و پرتو ہے۔ اسی لئے ارشاد عالی شان ہے۔

مَنْ رَأنِیْ فَقَدْ رَای الْحَق

''جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے حق کو دیکھا''۔ ﴿بخاری کتاب التعبیر﴾

یہ بات انتہائی باعث عار اور ہر گستاخی و بے ادبی کی علت ہے کہ امتی اپنی ذات سے بڑھ کر اپنے بے مثال نبی کی مثل ہونے کا دعویٰ کرے۔ صحابہ کرام ﷺ نے سب سے پہلے اسی باطل نظریے کی تردید فرمائی۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے تو ایسے اعمال و افعال بتاتے جنہیں وہ بآسانی کر سکتے تھے' یہاں پر صحابہ کرام عرض کرتے اِنَّا لَسْنَا کَھَیْئَتِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ''آقا ہم آپ کی مثل تو نہیں ہیں''۔ ﴿بخاری﴾ نبی اکرم ﷺ نے بھی کئی بار اپنے بے مثل ہونے کا اعلان فرمایا۔

﴿۱﴾ صحابہ کرام وصال کے روزے رکھنے لگے۔ حضور اقدس نے منع فرمایا تو کہنے لگے یارسول اللہ آپ بھی تو رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی ''میں تمہاری مثال نہیں۔ میں کھلایا اور پلایا جاتا ہوں''۔

﴿''بخاری'' کے علاوہ ''جامع ترمذی'' ص ۹۷' جلد اپر بھی موجود ہے﴾

﴿۲﴾ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ ''میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں''۔

﴿۳﴾ اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِم'' وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِ ''میں تمہاری مثل نہیں' میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا ﴿کھلاتا﴾ ہے اور پلانے والا پلاتا ہے''۔

﴿۴﴾ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْن ''تم میں میرا مثل کون ہے۔ میرا رب مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے''۔ ﴿''بخاری شریف'' کے علاوہ ''مسلم

شریف'' ص ۱۵۱۳اور ''ابو داؤد'' ص ۳۳۵ پر بھی موجود ہے﴾

ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اپنی بشریت سے متعلق تمام اشکالات ختم فرما دیے ہیں۔ اگر چہ میں انسان ہوں' اللہ کی تخلیق ہوں مگر میری یہ حالت دوسروں جیسی نہیں۔ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ کے مخاطب صحابہ کرام ہیں۔ اگر اتنی جلیل القدر ہستیاں آپ کی مثل نہیں ہو سکتیں تو پھر عام لوگوں کی تو کوئی وقعت ہی نہیں۔ ذیل میں ہم حضور ﷺ کے شمائل مبارکہ احادیث و آثار صحابہ کے حوالہ سے سپرد قلم کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ کوئی ان کی مثل تو درکنار قدموں میں تڑپنے والے بے تاب ذروں کی مانند بھی نہیں ہو سکتا۔

☆ رخ انور کی تابشیں

حضرت براء ؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا سرکار مدینہ کا چہرۂ اقدس تلوار کی طرح چمک دار تھا۔ انہوں نے فرمایا لَا بَلْ مَثَلَ الْقَمَرِ ''نہیں بلکہ چاند کی طرح روشن روشن تھا''۔ ﴿بخاری شریف﴾ ﴿یہ روایت ان کتابوں میں بھی ہے مسلم شریف' ترمذی شریف' مواہب اللدنیہ' خصائص الکبریٰ' انوار المحمدیہ' مدارج النبوۃ' دلائل النبوۃ۔

حضرت کعب بن مالک ؓ فرماتے ہیں وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا سَرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ' كَاَنَّهٗ' قِطْعَةُ الْقَمَرِ

جب آپ شادماں ہوتے تو رخ مبارک نور بار ہو جاتا جیسے لخت قمر ہو'' ﴿بخاری﴾ ﴿یہ روایت ان کتابوں میں بھی ہے۔ مستدرک' خصائص' دلائل النبوۃ﴾

آپ تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے۔ حضرت براء ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ سرخ حلے میں باہر آئے۔ لَمْ اَرَشَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ ''میں نے آپ سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں دیکھا''۔ ﴿متفق علیہ﴾ شادابیٔ قلب و نظر کی خاطر چند اور روایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں اِذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهَ صلی الله علیه وسلم

یَتَلاَلاَءُ فِی الْجُدُرِ "آپ کے تبسم سے دیواریں دمک اٹھتیں"۔ ﴿خصائص مواہب، حجۃ علی العالمین، حاشیہ شمائل ترمذی﴾ مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ ﴿میں نے آپ سا کوئی نہیں دیکھا آپ کے رخ انور میں سورج چمکتا ہوا نظر آتا تھا"۔ ﴿ترمذی، مشکوۃ، خصائص﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَمَّا کَانَ الْیَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَضَاءَ مِنْھَا کُلُّ شَیْئٍ

"جس روز آپ مدینہ منورہ تشریف لائے آپ کی نورانیت سے ہر چیز منور ہوگئی"۔ ﴿ابن ماجہ، مشکوۃ، ترمذی، مواہب، مدارج، مستدرک، سیرت حلبیہ، خصائص، انوار المحمدیہ﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَابَلْ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَکَانَ مُسْتَدِیْرًا "نہیں مگر آپ کا رخ انور مہر و ماہ کی طرح پرنور تھا"۔ ﴿مشکوۃ، ترمذی، مسلم، شفا شریف، دلائل، خصائص، مواہب، انوار المحمدیہ، داری، رحمۃ اللعالمین﴾ فرماتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند پورے جوبن پہ تھا۔ ادھر آمنہ کا ماہ تمام سرخ حلہ لئے جلوہ افروز تھا۔ میں نے موازنہ کیا۔ فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ "میرا محبوب چاند سے بڑھ کر حسین و جمیل تھا"۔ ﴿شمائل ترمذی، مشکوۃ خصائص، دلائل، انوار المحمدیہ، رحمۃ اللعالمین﴾

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فَلَمَّا اسْتَبَیَّنْتُ وَجْھَہٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْھَہٗ لَیْسَ بِوَجْہِ کَذَّابٍ "مجھے چہرہ دیکھتے ہی پہچان ہوگئی تھی کہ جھوٹے آدمی میں ایسی روشنی کہاں ہوتی ہے"۔ ﴿رحمۃ اللعالمین﴾

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کَانَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ کَدَارَۃِ الْقَمَرِ "آپکا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمکدار تھا"۔ ﴿خصائص، انوار المحمدیہ، مواہب، دلائل﴾

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کُنْتُ اُدْخِلُ الْخَیْطَ فِی الْاِبْرَۃِ حَالَ الظُّلْمَۃِ لِبَیَاضِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَسْرُوْرًا وَاَسَارِیْرُ وَجْھِہٖ "میں اندھیری شب میں آپکی نورانی صورت کی روشنی سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی"۔ ﴿خصائص الکبریٰ، نسیم الریاض حاشیہ﴾

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا لو رائیتہ' رائیت الشمس طالعۃ "اگر تو' آپ کو دیکھ لیتا تو محسوس کرتا کہ سورج افق مشرق سے طلوع ہو رہا ہے"۔ ﴿مشکوٰۃ' دارمی' دلائل' خصائص' مواہب﴾

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا مَسْرُوْرًا وَاَسَارِیْرُ وَجْھِہٖ تبرق "ایک دن آپ مسرور سے گھر آئے تو آپکے رخ انور کے خدوخال سے بجلی کی طرح جگمگاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ ﴿دلائل النبوۃ﴾

آپکے آنے پر حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شاعر کا شعر پڑھا۔

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسَرَّۃِ وَجْھِہٖ

بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَھَلِّلِ

"ان کے چہرے پہ نظر جماؤ تو محسوس ہوتا ہے کہ بجلی چمک رہی ہے"۔ ﴿خصائص' نسیم الریاض' رحمتہ اللعالمین﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حَسَنَ الْوَجْہِ لَمْ اَرْبَعْدَہٗ وَلَا قَبْلَہٗ "آپ اتنے جمیل تھے کہ میں نے آپ کا ہمسر کوئی نہیں دیکھا"۔ ﴿بخاری کتاب اللباس﴾

لَمْ یَاْتِ نَظِیرُکَ فِی نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

☆ رنگت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَلَیْسَ بِالْاَبْیَضِ الْاَمْھَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ "آپ کا رنگ بہت زیادہ سفید تھا نہ بہت زیادہ گندم گوں" ﷺ اَزْھَرَ اللَّوْنَ "بلکہ چمکدار تھا"۔ ﴿متفق علیہ﴾

"مسلم شریف" میں ہے۔ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُقَصَّدًا "آپ کا رنگ سفید ملاحت آمیز تھا اور تمام اعضا متناسب تھے"۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمکدار رنگت پہ لاکھوں سلام

☆ ریش اطہر

حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں وَلَیْسَ فِیْ رَاسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَۃً بَیْضَآءَ ''آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے'' ﴿متفق علیہ﴾ فرماتے ہیں لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمْطَاتِہٖ فِیْ لِحْیَتِہٖ ''اگر میں چاہتا تو داڑھی کے سفید بال گن سکتا تھا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

''مسلم شریف'' میں ہے۔ وَکَانَ کَثِیْرَ شَعْرِ اللِّحْیَتِہ ''آپ کی ریش اطہر گھنی تھی''۔ اللہ! اللہ جب قطرہ ہائے آب ٹپکتے ہوں گے تو کیا قوس قزح سا رنگین منظر ابھرتا ہوگا۔

☆ سرِ اقدس اور موئے مبارک

حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کَانَ ضَخِمَ الرَّأْسِ ''آپ بھاری سر والے تھے''۔ ﴿بخاری کتاب اللباس﴾ کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بَیْنَ اُذُنَیْہِ وَعَاتِقَیْہِ ''آپ کی ''واللیل'' زلفیں آدھے کانوں تک تھیں اور ایک روایت ہے کہ کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھیں''۔ ﴿متفق علیہ﴾

حضرت براء ﷛ فرماتے ہیں کہ لَہٗ شَعْرٌ بَلَغَ شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ ''آپ کی زلفیں کانوں کی گدھیوں تک تھیں''۔ ﴿متفق علیہ﴾

''مسلم شریف'' میں ہے کہ شَعْرہٗ یَضْرِبُ مَنْکِبَیْہِ ''بال شریف آپ کے کندھوں کو چھوتے تھے' آپ بالوں کو زرد رنگ سے رنگین کرلیا کرتے تھے''۔ ﴿بخاری کتاب الوضو﴾ وَلَیْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ ''آپ کے گیسو چھلے دار تھے اور نہ بالکل سیدھے''۔ ﴿متفق علیہ﴾ ''بالوں میں آپ مانگ نکالا کرتے تھے اور دونوں کنپٹیوں کے بالوں میں ذرا سفیدی تھی''۔ ﴿بخاری﴾

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

☆ سینہ مبارک

حضور ﷺ کا سینہ مبارک فراخ تھا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمُنْكِبَيْنِ ''آپ کے دو کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

کندھوں کے درمیان یہ فاصلہ بتا رہا ہے کہ آپ کا سینہ مبارک کشادہ اور کھلا تھا۔ یہ آپ کی شجاعت اور وسعت قلب کی عمدہ دلیل ہے۔ قرآن عزیز نے بھی آپ کے سینہ مبارک کا ذکر فرمایا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

''کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں فرمایا؟''

اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ اقدس میں تمام علوم غیبیہ' اسرار معرفہ اور رموز حکمت کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہیں اور شفاف آئینہ کی طرح بنا دیا ہے کہ جس میں پوری کائنات اپنی رعنائیوں کے ساتھ معلوم ومعکوس ہے۔

☆ دست رسالت

وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ ''حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں''۔ ﴿بخاری﴾ عربی محاورہ کے مطابق کشادہ ہتھیلی جود وسخا کی بھی نشانی ہے۔ ایک روایت ہے کہ ''آپ بھاری ہاتھوں والے تھے''۔ ﴿بخاری﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَمَا مَسِسْتُ دِيْبَاجَةً وَلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''میں نے آپ کے ہاتھ دیبا وحریر سے بڑھ کر نرم محسوس کیے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

''مسلم شریف'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فَمَسَحَ خَدِّيْ فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا وَرِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ ''آپ نے میرے رخساروں پہ ہاتھ پھیرا تو مجھے اس کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی۔ یوں جیسے عطار کے برتن سے

نکالا ہو"۔ یاد رہے کہ یہ آپ کی ذاتی خوشبو اور فطری ٹھنڈک تھی۔ اگر آپ اپنا دست رسالت کسی کے سینے پہ رکھ دیں تو کیوں نہ دھڑکتے دل کی جلن اور حدت ختم ہو جائے اور بے قرار وجود میں کیف آور اور سرور آفریں لہریں سرایت کر جائیں۔

☆ قدم نبوت

کَانَ شَثْنَ الْقَدَمَیْنِ "حضور ﷺ کے قدم مبارک بھاری تھے"۔ ﴿متفق علیہ﴾ "مسلم شریف" میں ہے کہ آپ مَنْھُوْشُ الْعَقَبَیْنِ "آپ پتلی ایڑیوں والے تھے"۔ درحقیقت مصور حقیقی نے ایسی لازوال تصویر بنائی کہ جس کے کسی بھی پہلو کو ادھورا نہیں چھوڑا۔ بھاری قدم اور اس کی پتلی ایڑی بہت حسین سجائی دیتی ہے۔ لہٰذا اللہ نے یہ حسن و جمال بھی آپ کو عطا فرما دیا۔

دب کے زیر پا نہ گنجائش سمانے کی رہی
بن گیا جلوہ کف پا کا ابھر کا ایڑیاں

☆ قد زیبا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ "حضور بہت دراز قد تھے اور نہ بالکل پست قد"۔ ﴿متفق علیہ﴾ یہ حدیث اختلاف الفاظ کیساتھ "ترمذی شریف" میں بھی مسطور ہے۔

☆ خوشبوئے محبوب

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وَلَا شَمِمْتُ مِسْکًا وَعَنْبَرَۃً اَطْیَبَ مِنْ رَائِحَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "میں نے سرکار مدینہ کی خوشبو کو مشک و عنبر سے بڑھ کر پایا"۔ ﴿متفق علیہ﴾ کَانَ عَرَقُہٗ اللُّؤْلُؤَ "آپ کا پسینہ موتی کی طرح تھا" ﴿یہ روایت مشکوٰۃ، دلائل النبوۃ، دارمی، خصائص اور رحمۃ اللعالمین جیسی معتبر کتابوں میں بھی مذکور ہے﴾

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ کا پسینہ جمع کر لیا کرتی تھیں۔ فَتَجْعَلُہٗ فِی الطِّیْبِ

''پھر اسے خوشبو میں ملا لیتیں''۔ ایک مرتبہ آپ نے پوچھا مَا هٰذَا ''یہ کیا ہے؟'' قَالَتْ عَرْقُکَ نَجْعَلُهٗ فِیْ طِیْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیْبِ ''بولیں یہ آپکا پسینہ ہے اور ہم اسے اپنی خوشبو میں ڈال لیتے ہیں کہ یہ بہترین خوشبو ہے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

''دارمی شریف'' کی ایک روایت ملاحظہ فرما کر اپنے محبوب کی شان دیکھئے۔

حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَسْلُکْ طَرِیْقًا فَیَتْبَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهٗ قَدْسَلَکَهٗ مِنْ طِیْبِ عَرْفِهٖ اَوْقَالَ مِنْ رِیْحِ عَرَقِهٖ ''آپ کی عمدہ مہک یا پسینے کی خوشبو سے ہر کوئی جان جاتا کہ اس راہ سے وہ سراپا خوشبو گزر گئے ہیں''۔

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

☆ طرز خرام

حضور ﷺ کی طرز خرام میں بھی منکسر المزاجی کا عنصر غالب تھا۔ ''آپ کچھ آگے کی طرف جھک کر چلتے''۔ ﴿متفق علیہ﴾ ''ترمذی شریف'' میں ہے کہ اِذَا مَشٰی یَتَقَلَّعُ کَاَنَّمَا یَمْشِیْ فِیْ صَبَبٍ ''جب چلتے تو پوری طاقت سے چلتے گویا گہرائی میں اتر رہے ہوں''۔

ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں وَمَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْیِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاَنَّهٗ لَغَیْرُ مُکْتَرِثٍ ''میں نے حضور سے بڑھ کر کوئی سبک خرام نہیں دیکھا۔ گویا آپ کیلئے زمین لپٹی جاتی تھی۔ ہم اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال دیتے اور آپ پروا نہ فرماتے۔ ﴿یعنی آپ کو تھکن محسوس نہ ہوتی﴾''۔ ﴿ترمذی، مشکوٰۃ﴾

بہاریں قدم قدم آپکے ساتھ محو خرام ہوتیں۔ جہاں سے ایک بار گزر جاتے وہاں کے اجڑے ہوئے کاخ و کو بھی جنت نگاہ نخلستانوں کا دلفریب منظر پیش کرنا

شروع کر دیتے تھے۔ آپ بالکل ایسے چلتے جیسے بادنسیم' مردہ ضمائر و طبائع میں نئی روح پھونکتی ہوئی گزر جاتی ہے۔ نہیں! نہیں بلکہ بادنسیم نے بھی یہ حیات افروز ادائیں محبوب سے ہی سیکھی ہیں۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

☆ تبسم امید افزا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِکًا حَتّٰی اَرٰی مِنْہُ لَھَوَاتِہٖ اِنَّمَا کَانَ یَتَبَسَّمُ ''میں نے ایسے آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کا حلق مبارک نظر آنے لگتا۔ آپ صرف تبسم فرمایا کرتے تھے''۔ ﴿بخاری کتاب الادب' مسلم﴾

انکے لبوں پہ وہ بھیگا بھیگا سا تبسم جیسے ورق گلاب' پاکیزگی' شادابی' نزاکت اور نرمی کا حسین امتزاج بن کر کھلتا ہے۔ دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے ہیں اور الم کدۂ زندگی کی تمام تلخیاں مٹ جاتی ہیں۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

☆ قلب مصطفٰی

آپکا دل مہبط اسرار حق اور مطلع انوار الٰہی تھا۔ فرمایا: تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ ''میری آنکھ سوتی ہے' دل نہیں سوتا''۔ ﴿بخاری شریف' موطا شریف﴾ بلکہ تمام انبیاء کرام کے دل' غفلت سے منزہ مبرا تھے۔ ﴿بخاری شریف﴾

اس حدیث کی تفسیر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی زبان حق ترجمان سے سنئے۔

''حدیث تنام عینی ولا ینام قلبی کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست بلکہ اخبارست از عدم غفلت از جریان احوال خویش و امت خویش لہٰذا نوم در حق آنسرور

علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقض طہارت نگشت وچوں نبی در رنگ شبان ست در محافظت امت، غفلت شایان منصب نبوت اونباشد"۔ حدیث ھذا میں دوام آ گاہی کا اشارہ نہیں بلکہ اپنے اور اپنی امت کے حالات سے باخبر رہنے کی خبر ہے۔ لہٰذا حضور کے حق میں نیند ناقص وضو نہیں کیونکہ نبی امت کا نگران ہوتا ہے اور غفلت اس منصب کی شان کے لائق نہیں۔ ﴿مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ۹۹﴾

قصہ مختصر...... کیا لکھوں حال ان کے حسن و جمال کا جنہیں "بے نیاز" نے بھی "مہر منیر" اور "والضحیٰ" کے جامع لقب سے سرفراز فرمایا ہو...... کیا کہوں داستان ان کی زلف دراز کی جسے خالق نے شانہ قدرت سے سنوارا ہو۔ کیا کروں بیاں ان کی سرگیں نگاہوں کا جن کے اشارے سے ڈوبے ہوئے دل پھر سے پہلو میں دھڑکنا شروع کر دیتے ہیں۔

خدا نے ان کو اپنے نور کے سانچے میں ڈھالا ہے
وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسیں ہو کر

ہر ہر ادا پر یہ جہان شش جہات قربان و نثار ہو رہا ہے۔ میرے الفاظ تنگی داماں کی وجہ سے شرمندہ شرمندہ ہیں۔ عقل، تفسیر جمال کا کوئی رنگ اختیار کرتی ہے تو عشق کمال وارفتگی سے رد کر دیتا ہے۔

رخ، دن ہے یا مہر سما، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب، زلف یا مشک ختا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں!

☆☆☆

خصائل مصطفیٰ ﷺ

اسلام ایک عالمگیر اور ہمہ جہت مذہب ہے۔ اس حقیقت افروز عقیدے کی اصلی وجہ کیا ہے؟ یہی کہ بانی اسلام کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ بے پناہ اور لانہایت حکمتوں، بہتریوں اور آسانیوں کا مظہر ہے اور ہر شعبہ زندگی میں انسان کی مکمل راہنمائی و دستگیری کرتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ''بیشک تمہارے لئے رسول محتشم کی سیرت قدسیہ خوبصورت نمونہ ہے''۔ آپ نے دربدر بھٹکتی، بے حال اور مشوش انسانیت کو سہارا دیا۔ ہموم و غموم کی انجانی دنیاؤں میں بھٹکتی آدمیت کو ثریا آشنا کر دیا۔ آپ کی انقلاب آفریں تربیت سے صحراؤں میں بکریاں چرانے والے بدو قیصر و کسریٰ کے اندوہ ناک انجام کا سبب ہوئے اور اعدام کفر کی پرزور تحریکوں کیلئے نشان راہ کا کام دینے لگے۔ ان کے طریقہ جہاں بانی نے تاریخ کے خونین دھارے کا رخ موڑ دیا۔ شعوب و قبائل کے بت ایک ہی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئے اور اتفاق و یگانگت کی قندیلوں سے سماں بقعہ نور بن گیا۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

☆ یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم

﴿یہ ''منکرین'' بھی ان کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو﴾ یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ حضور ﷺ کے خصائل و عادات کے اہل کفر بھی معترف تھے۔ اہل کتاب تو آپ کے فضائل و شمائل اور اقدار واخلاق سے قطعی طور پہ واقف تھے مگر تعصب وطغیان نے ان کو ہدایت سے مستفیض نہ ہونے دیا۔ بعض حقائق آشنا لوگ ایمان بھی لے آئے۔ ''دلائل النبوۃ'' میں ہے، حضور ﷺ نے ایک یہودی سے پوچھا ''تمہیں اللہ کی قسم کیا تم توریت میں میری نعت، وصف اور ہجرت کا بیان نہیں

پاتے ؟" وہ بولا وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اِنَّا نَجدُلَکَ فِی التَّوْرٰتِہِ نَعْتَکَ وَصِفَتَکَ وَمَخْرَجَکَ "خدا کی قسم ہم آپ کی نعت، صفت اور ہجرت کا بیان توریت شریف میں دیکھتے ہیں" اس سلسلہ میں ایک فکر انگیز حدیث بیان کی جاتی ہے، جو ہرقل قیصر روم اور ابوسفیان سردار عرب کے درمیان ہونے والی گفتگو پر مشتمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ ابوسفیان بن حرب ﷺ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ﷺ تجارت کی غرض سے شام گئے تو وہاں انہیں قیصر روم نے مدعو کیا اور حضور ﷺ سے متعلق چند سوالات کیے۔

قیصر:　کَیْفَ نَسَبَہ، فِیْکُمْ "وہ "نبی" تم لوگوں میں نسب کے لحاظ سے کیسا ہے"

ابوسفیان:　هُوَ فِیْنَا ذُوْنَسَبٍ "وہ ہم میں اعلیٰ نسب کا مالک ہے"۔

قیصر:　فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنکُمْ اَحَد" قَطُّ قَبْلَه، "کیا تم میں سے پہلے بھی کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے؟"

ابوسفیان:　لَا "نہیں"

قیصر:　فَهَلْ کَانَ مِنْ اٰبَآئِہٖ مِنْ مَلِکٍ "کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟"

ابوسفیان:　لا "نہیں"

قیصر:　فَاَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْہ، اَمْ ضُعَفَآؤُھُمْ "کیا اس کی اتباع بڑے لوگ کرتے ہیں یا چھوٹے؟"

ابوسفیان:　بَلْ ضُعَفَآؤُھُمْ "چھوٹے کمزور لوگ"

قیصر:　اَیَزِیْدُوْنَ اَمْ یَنْقُصُوْنَ "اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟"

ابوسفیان:　بل یزیدون "بڑھ رہی ہے"۔

قیصر:　فَهَلْ یَرْتَدُّ اَحَد" مِنْهُمْ سَخْطَةً لِدِیْنِہٖ بَعْدَاَنْ یَّدْخُلَ فِیْهِ "کیا

اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی منحرف بھی ہوا ہے؟''

ابوسفیان: لا ''نہیں''

قیصر: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَه، بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَاقَالَ ''کیا کبھی اس نبی نے وعدہ خلافی بھی کی ہے؟''

ابوسفیان: لَا ''نہیں''

قیصر: مَاذَا يَأْمُرُكُمْ ''وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟''

ابوسفیان: يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَه، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلوٰةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ ''وہ ہمیں اللہ کی عبادت کرنے کو کہا کرتا ہے۔شرک سے بچنے کی تلقین کرتا ہے اور آباؤ اجداد کی شرک آمیز باتیں ترک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ ہمیں نماز، راست بازی، تقویٰ اور صلہ رحمی کا درس دیتا ہے''۔

بعدازاں قیصر روم نے حضور ﷺ کی ان تمام صفات عالیہ کی تصدیق کی اور نبوت کی نشانیاں قرار دیں۔ پھر کہا

فَاِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ، وَلَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّه، مِنْكُمْ فَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَآءَه، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَه، لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ

''اگر تو سچ کہتا ہے تو عنقریب وہ نبی اس جگہ ﴿تخت قیصر﴾ کا مالک ہو جائے گا۔ مجھے سابقہ کتابوں سے علم ہوا کہ وہ ظاہر ہونے والا ہے۔ البتہ یہ علم نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں اس نبی تک پہنچ سکتا ہوں تو ضرور پہنچتا۔ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے مبارک پاؤں دھو کر پیتا ﴿یعنی خدمت کرتا﴾'' ﴿بخاری کتاب الوحی﴾

یہ حدیث مبارک بہت طویل ہے۔ جس کے آخر میں قیصر روم کی ناعاقبت اندیشی بھی ظاہر ہے کہ اس نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی سلطنت کے لالچ میں

آ کر ایمان و اسلام کو ٹھکرا دیا اور اپنی بد بختی پر مہر ثبت کر لی۔ جو اہم ترین بات اخذ ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی عظمتِ خصائل نظر کفار میں بھی لائق توصیف تھی۔

☆ کتب سابقہ میں تذکرۂ خصائل

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا ''کیا آپ حضور ﷺ کے وہ خصائل بیان فرمائیں گے جو توریت میں مذکور ہیں؟'' وہ فرمانے لگے:

اَجَلْ وَاللّٰہِ اِنَّہ، لَمَوْصُوْفٌ'' فِی التَّوْرٰۃِ بِبَعْضِ صِفَتِہٖ فِی الْقُرْاٰنِ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّحِرْزًا لِّلْاُمِّیِّیْنَ. اَنْتَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَدْفَعُ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْا وَیَغْفِرُ وَلَنْ یَقْبِضَہُ اللّٰہُ حَتّٰی یُقِیْمَ بِہِ الْمِلَّۃَ الْعَوْجَآءَ بِاَنْ یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیَفْتَحَ بِھَا اَعْیُنًا عُمْیًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا.

''ہاں، اللہ کی قسم حضور کی بعض صفات مبارکہ توریت میں مذکور ہیں جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں بھی ملتا ہے۔ ارشاد ہے: اے محبوب ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، ڈر سنانے والا، بے پڑھوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔ آپ سخت دل نہ سخت زبان، نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اللہ انہیں وفات نہ دے گا حتیٰ کہ ان کے توسل سے ٹیڑھے دین کو سیدھا کر دے گا۔ اس طرح کہ لوگ پکار اٹھیں گے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور ان کی برکت سے اللہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور ڈھکے ہوئے دل کھول دے گا''۔ ﴿بخاری﴾

یہ حدیث ''دارمی'' و ''مشکوۃ شریف'' میں بھی وارد ہے۔ ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے مقامات کا ذکر اور خصائل کا بیان سابقہ کتب الٰہیہ میں بھی زینت قرطاس بنا رہا ہے۔

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

☆ بساط یاراں میں محبوب خدا ﷺ

کسی بھی انسان کے اطوار واحوال سے اس کے قریبی ساتھی زیادہ واقف ہوتے ہیں اور اردگرد کا معاشرہ بھی اس کی ذات کا بہتر گواہ ہوتا ہے۔ میرے حضور ﷺ کی ساری زندگی سیرت کی اعلیٰ خوبیوں سے عبارت ہے' اس لئے احباب و اقارب نے بے انداز عقیدت کا اظہار کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اَحْسَنَ الْحَدِيْثُ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَحْسَنَ الْهُدٰى هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''بیشک سب سے اچھا کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین عادات و خصائل رسول اللہ ﷺ کے ہیں''۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے خطاب فرماتے ہوئے کہا: لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا ''حضور فحش گو نہیں تھے اور نہ فحش گوئی کے قریب پھٹکتے تھے''۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾ اب ہم دامن اجمال کو چھوڑ کر قدرے تفصیل کے ساتھ سیرت مصطفیٰ ﴿ﷺ﴾ کے مختلف گوشوں پہ بحث کرتے ہیں' جنہیں دیکھتے ہی پورے بدن کا رواں رواں بے تابی سے پکار اٹھتا ہے۔

تیری معصوم نگاہوں کے تقدس کی قسم
دل نے کیا روح نے بھی تجھ سے محبت کی ہے

☆ وانک لعلی خلق عظیم

اشاعت اسلام کی برق آسا تیزی کی ایک بڑی وجہ نبی اکرم ﷺ کا خلق عظیم ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِیْ شَیْئٍ قَطُّ

''حضور نے کبھی کسی سے اپنی ذات کیلئے انتقام نہیں لیا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

''مسلم شریف'' میں مزید درج ہے۔

مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِهٖ وَلَا اِمْرَاَۃً وَلَا خَادِمًا

''آپ ﷺ نے کبھی کسی کو نہیں مارا' عورت کو اور نہ ہی خادم کو۔ آپ کو کوئی اذیت و تکلیف پہنچتی تو انتقام نہ لیتے''۔

وادی طائف کے سنگدل لوگوں نے آپ کو پتھروں سے لہولہان کر دیا۔ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کی: ''آپ مجھے حکم فرمائیں میں اخشبین نامی پہاڑوں کو ان نافرمانوں اور بے ادب لوگوں پر گرا دوں''۔ خلق عظیم کے پیکر نے فرمایا: ''نہیں! مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس کی عبادت کریں گے اور شرک سے محفوظ رہیں گے''۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

اسی طرح عبداللہ بن ابی' منافقوں کا سردار' سرکار مدینہ ﷺ کا شدید دشمن تھا۔ جب وہ مرا تو آپ اسکے جنازے پر گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روکا تو فرمایا "اِنِّیْ خُیِّرْتُ فَاخْتَرْتُ ''مجھے ﴿احسان کرنے یا نہ کرنے کا﴾ اختیار دیا گیا ہے تو میں نے ﴿احسان والا﴾ پہلو اختیار کرلیا ہے''۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فَعَجِبْتُ بَعْدَ جُرْاَتِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ''مجھے تعجب ہوتا ہے کہ میں نے حضور کو روکنے کی کوشش کی تھی حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں''۔ ﴿بخاری کتاب التفسیر﴾ ﴿اللہ کے علم کے ساتھ حضور کے علم کا اقرار کرنا شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔ ﴿رضی اللہ عنہم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا وَلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمُعْتَبَةِ مَالَهٗ تَرِبَ جَبِیْنُهٗ ''حضور فحش گو' لعنت کرنے والے اور بد کلام نہیں تھے۔ جب کبھی جلال میں ہوتے تھے تو اتنا فرماتے اس کی پیشانی خاک آلود ہو''۔ ﴿بخاری﴾

''مسلم شریف'' میں ہے کہ اِنّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً میں لعنت کرنے والا نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ تاریخ کی انمٹ حقیقتیں گواہی دیتی ہیں کہ اس فسق و فجور کے رسیا معاشرے کے سامنے جیسا اخلاق آپ نے پیش کیا اس کی مثال کسی اور قائد و راہنما کے آثار میں نہیں ملتی۔ یہی حوصلہ و قوت ضبط دیکھ کر قرآن عزیز بھی فرما رہا ہے۔

''اور آپ تو خلق عظیم کے بلند مرتبہ پر قائم ہیں''۔

فروغ مہر بھی دیکھا نمود گلشن بھی
تمہارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے

☆ صبر و تحمل، عفو و درگزر، رحمت و رافت

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بے پناہ تحمل اور صبر سے نواز رکھا ہے۔ بڑی سے بڑی مصیبت پر بھی خفگی و ناراضی کا اظہار نہ فرماتے بلکہ آپ کے حلم و عفو میں اضافہ ہی ہوتا رہتا۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے آپ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ آپ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گیا۔ دیہاتی نے کہا ''اے محمدؐ کچھ مال دینے کا حکم دیجئے''۔ حضور نے اس کی جانب دیکھا اور مسکرا دیے۔ پھر اس کو کچھ مال عطا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ﴿متفق علیہ﴾

ایک دفعہ ایک شخص نے قرضہ کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کو بڑی سختی سے پوچھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ناراض ہوئے مگر آپ نے فرمایا ''اسے کچھ نہ کہو اس لئے کہ حق والے کو کہنے کا حق حاصل ہے''۔ ﴿بخاری﴾ ایک یہودی نے سرکار مدینہ پہ جادو کر دیا۔ آپ نے اختیار کے باوجود اسے سزا نہیں دی بلکہ فرمایا ''میں نہیں چاہتا کہ کسی انسان کی بدی کو پھیلاؤں ﴿یا اسے رسوا کروں﴾ ﴿متفق علیہ﴾ یہودی انتہائی کینہ پرور اور فتنہ خو قوم تھی۔ وہ حضور کے پاس آتے تو کہتے السام علیکم ﴿یعنی آپ کو موت آئے﴾ ایک بار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کو کوسنا شروع کیا تو مجسمہ

عفودحلم نے فرمایا "عائشہ! جانے دو اللہ ہر کام میں نرمی پسند فرماتا ہے"۔ ﴿بخاری﴾
غزوہ حنین سے واپسی پر چند بدو آپ سے لپٹ گئے اور مال غنیمت کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان لوگوں نے حضور کو اتنا تنگ کیا کہ آپ کو ایک خاردار درخت کے نیچے لے گئے۔ پھر آپ کی چادر اچک لی۔ اس پریشانی کے عالم میں بھی آپ نے بردباری کا مظاہرہ فرمایا: اُعْطُوْنِیْ رِدَائِیْ لَوْکَانَ لِیْ عَدَدُ ھٰذِہِ الْعِضَاۃِ نِعَمٌ لَقَسَمْتُہٗ بَیْنَکُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِیْ بَخِیْلًا وَّلَا کَذُوْبًا وَّلَاجَبَانًا
"مجھے میری چادر تو دے دو۔ اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر جانور ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھے کنجوس نہ پاتے اور نہ جھوٹ بولنے والا بزدل"۔ ﴿بخاری﴾
حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍ مجھے آپ نے اف تک نہ کہی اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا وہ کام تم نے کیوں نہیں کیا"۔ ﴿متفق علیہ﴾
ایک بار آپ ﷺ نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو ایک منافق نے کہا کہ اس تقسیم میں محمد نے رضائے الٰہی کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اس موقع پر آپ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مثال بیان کی اور صبر فرمایا۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾ اسی طرح حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مارنے کیلئے اٹھے تو آپ نے فرمایا: لَا تُزْرِمُوْہُ "اس کا پیشاب نہ روکو"۔ پھر آپ نے ایک ڈول پانی منگوایا اور اس کے اوپر بہا دیا۔ ﴿ایضا﴾
رحمت و رافت کا یہ عالم تھا کہ کفار عرب قحط سالی میں مبتلا ہو گئے۔ ابوسفیان نے کہا "اے محمدؐ آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے"۔ حضور نے فرمایا "تم بڑے جری ہو جو قوم مضر کے بارے میں دعا کروا رہے ہو"۔ بہر حال رحمت عالم نے کافروں کیلئے بھی دعا فرمائی اور قحط سالی دور ہو گئی۔ ﴿بخاری﴾
آپکی ان صفات عالیہ کا ذکر قرآن پاک نے بھی بڑے اہتمام کے ساتھ

فرمایا ہے۔ گویا آپ تمام جہانوں کیلئے رحیم و کریم، بردبار اور درگزر فرمانے والا جلیل القدر رسول بن کر جلوہ آرا ہوئے تھے۔ وقت کے بڑے بڑے دشمن بھی متذکرہ بالا اوصاف حسنہ کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

☆ ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

فیاضی و سخاوت آپ کا امتیازی وصف ہے۔ جو کچھ آتا راہ خدا میں قربان فرما دیتے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم نے فرمایا:

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا

''اور نہ ہاتھ پورا کھول دیں کہ پھر بیٹھے رہیں ملامت کئے ہوئے، تھکے ہوئے''۔

دریائے سخاوت کی تلاطم خیزی کا یہ حال تھا کہ مَاسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْئٍ قَطُّ فَقَالَ لَا ''جب کبھی بھی کوئی سوال کیا گیا حضور نے 'نہیں' نہیں فرمایا''۔ ﴿بخاری﴾

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ ''لا'' ہے نہ حاجت اگر کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''تم مجھے بخیل نہیں پاؤ گے''۔ ﴿بخاری﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ ''حضور تمام انسانوں سے بڑے سخاوت کرنے والے تھے''۔ ﴿متفق علیہ﴾ انہیں سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دو کہساروں کے درمیان بھری ہوئی ''بیشمار'' بکریاں طلب کیں۔ فَاَعْطَاهُ، پس آپ نے اسے عطا کر دیں۔ وہ آدمی اپنی قوم میں آیا اور پکار کر کہنے لگا۔ فَوَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَايَخَافُ الْفَقْرَ ﴿مسلمان ہو جاؤ﴾ خدا کی قسم محمد ﴿ﷺ﴾ اتنا عطا کرتے ہیں کہ فقیری

کا خوف ہی نہیں رکھتے"۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون آپ کیلئے بڑی خوبصورت چادر لے کر آئی۔ آپ نے قبول فرمالی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی کہنے لگا "یارسول اللہ یہ مجھے پہنا دیں"۔ فرمایا "اچھا" پھر آپ اٹھ کر تشریف لے گئے تو احباب نے اس آدمی کو ملامت کی کہ "تم نے ٹھیک نہیں کیا' سرکار کو چادر کی ضرورت تھی اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ کبھی زبان نبوت پہ انکار کا لفظ نہیں آیا"۔ وہ صحابی بولا "میں چادر کی برکت کا امیدوار ہوں اور چاہتا ہوں کہ اسی میں کفن دیا جاؤں کیونکہ یہ آپکے جسم اطہر سے منسوب ہو چکی ہے"۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾

زفت "لا" بزبان مبارکش ہرگز

مگر بہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "حضور ﷺ لوگوں کو فائدہ دینے میں چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض تھے ﴿متفق علیہ﴾ یہ سلسلہ فیض جاری ہے اور جاری رہے گا' خالق مطلق نے ارشاد فرمایا: وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَاتَنْهَرْ ﴿اور کسی سوالی کو جھڑکنا نہیں﴾ آپ کی ساری عمر اس فرمان عالیشان کی مظہر ہو کر رہ گئی۔ جس کو دیا دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دیا' جس کو دنیا دی زمانے کا تاجدار بنا دیا' جس کو دین دیا زمانے کا غوث اعظم' مجدد اعظم' ملجائے بے کساں' خواجہ خواجگاں اور اعلیٰ حضرت بنا دیا۔ دو جہاں میرے آقا کے در پہ بیٹھے مزے لوٹ رہے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

مجال ہے جو اس دریائے سخاوت کی جولانیوں میں کمی واقع ہو جائے۔ حضور تو امیدوں' آرزوؤں اور امنگوں سے بھی فزوں تر نوازتے ہیں۔

آگے رہی عطا وہ بقدر طلب تو کیا

عادت یہاں امید سے بھی بیشتر کی ہے

مومن ہوں مومنوں پر رؤف و رحیم ہو
سائل ہوں سائلوں کو خوشی "لانہر" کی ہے

☆ عدل و مساوات

عدل و مساوات کی سعادت آفرین مثالیں جیسی دامن اسلام سے وابستہ ہیں کسی اور مذہب میں نہیں۔ چشم فلک نے وہ تحیر خیز نظارہ بھی دیکھا ہے کہ سردار عرب ابوبکر صدیق، فاروق اعظم اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حبشہ کا سیاہ فام غلام بلال اور روم کا پردیسی صہیب بغیر کسی اضطراب کے کھڑے ہیں۔ یہ کیسی کایا پلٹ ہے۔ یہ کیسا عجوبہ روزگار ہے؟ ﴿رضی اللہ عنہم﴾

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ہم یہاں دلیل کے طور پر بخاری شریف کی ایک معروف زمانہ حدیث مبارک پیش کرتے ہیں کہ جسکی ادنیٰ سی مثال بھی تمام کائنات کے نجات دہندوں کی زندگیاں ملاحظہ کرنے سے بھی دکھائی نہیں دیتی۔ ایک مرتبہ مکہ کے ایک بڑے گھرانے کی عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سفارش کروائی۔ آپ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مِنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا

"اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اسی لئے گمراہ ہو گئے تھے کہ جب کوئی مالدار آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم نہ کرتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﴿رضی اللہ عنہا﴾ بھی چوری کرتی تو محمد ﴿ﷺ﴾ اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتے"۔ ﴿بخاری کتاب الحدود﴾

آپکی طبیعت اس قدر عدل گستر واقع ہوئی تھی کہ جانی دشمن بھی آپ کے فیصلوں پہ اعتماد کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ مظلوموں اور بیواؤں کی دادرسی فرماتے۔ حجتہ الوداع کا تاریخی خطبہ شاہد ہے کہ آپ نے عربی و عجمی، رنگ و نسل، امیر و غریب کے تمام تفرقے مٹا کر ایک نئے معاشرے کی بنیاد رکھی، جس میں عدل و انصاف، مساوات، یگانگت، رواداری اور غریب پروری کے عمدہ جوہر پائے جاتے ہیں۔ تاریخ نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کی تعلیم سے پروان چڑھنے والے خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم بیواؤں اور نادار لوگوں کا پانی بھرتے اور چکی پیستے۔ وہ اپنے طرزِ عمل سے ثابت کر رہے تھے کہ اسلام میں عدل و مساوات کا اچھوتا ہی رنگ پایا جاتا ہے۔ ان خلفاء کے زرین ادوار عدل مصطفیٰ اور مساوات نبوی کے آئینہ دار ہیں۔

☆ وقار، بسالت و استقامت

حضور نبی کریم ﷺ شجاعت اور بہادری میں بھی عدیم المثال تھے۔ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا قول ہے "جب جنگ بہت گرم ہو جاتی تو ہم آپکے سایہ عافیت میں پناہ لیتے۔ آپ دوران جنگ سب سے آگے ہوتے تھے"۔ ﴿تاریخ اسلام، عبداللہ ملک﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْجَعَ النَّاسِ "حضور سب انسانوں سے زیادہ بہادر تھے"۔ ایک بار مدینہ منورہ میں خوفناک آواز سن کر لوگ گھبرا گئے اور سب مل کر اس آواز کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں حضور کو دیکھا جو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پہ سوار واپس آ رہے تھے۔ آپ کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپ نے سب کو فرمایا لَمْ تُرَاعُوْا "مت گھبراؤ" ﴿یعنی کوئی خطرہ کی بات نہیں﴾ ﴿متفق علیہ﴾

جنگ احد میں جب خالد بن ولید نے جوابی حملہ کیا تو عساکر اسلام میں اضمحلال کے آثار نمایاں ہو گئے۔ آپ کے ساتھ مٹھی بھر مجاہدین تھے مگر پائے نبوت میں ذرا ڈگمگاہٹ نہ آئی۔ عزم و استقلال کا ناقابل تسخیر پیکر اپنی جگہ پہ

برقرار تھا۔ ﴿بخاری و مسلم﴾ شدت جنگ میں آپ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور آپ سر اقدس اٹھا اٹھا کر میدان کارزار کا نقشہ دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابو طلحہ ﷛ نے عرض کی بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَا تُشْرِفْ یُصِیْبُکَ سَھْمٌ" مِنْ سِھَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِکَ "میرے ماں باپ آپ پر قربان سر انور نہ اٹھائیے کہیں کافروں کا کوئی تیر نہ لگ جائے۔ آپ پر قربان ہونے کیلئے اس خادم کا گلا موجود ہے"۔ ﴿بخاری کتاب المغازی، مسلم شریف﴾

معرکہ حنین میں سپاہ اسلام بکھر چکی تھی۔ ہر طرف سے تیر ہی تیر برس رہے تھے۔ اس حالت میں آنحضور ﷺ یکہ وتنہا دشمن کی جانب بڑھے اور بلند آواز میں رجز پڑھ کر فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

﴿میں نبی ہوں اس میں کوئی شک نہیں، میں عبدالمطلب پیشوائے عرب کا نور نظر ہوں﴾

اتنے میں حضرت عباس ﷛ اور ابو سفیان بن حارث آگے بڑھے اور آپ کے براق صفت خچر کی لگام تھام لی۔ اثنائے جنگ اہل کفر نے چاروں طرف سے یلغار کی۔ اس امتحان کے روز وہ لوگ بہادر شمار کئے جا رہے تھے جو آپ کے ارد گرد مصروف جہاد تھے۔ ﴿متفق علیہ﴾

کفار مکہ نے جب مسلمان قوم کا قافیہ حیات تنگ کر دیا تو حضور نے صحابہ کو ہجرت کا حکم صادر فرمایا۔ مگر آپ بغیر خوف وخطر کے کافی عرصہ اکیلے مکہ معظمہ میں قیام فرما رہے۔ ﴿بخاری﴾ اشاعت حق کی خاطر وادی طائف کے ستم شعار لوگوں کا اکیلے سامنا کرنا بھی شجاعت و بسالت کی درخشاں دلیل ہے۔ ﴿متفق علیہ﴾ ہجرت کے جاں گسل موقع پر جب سراقہ نے تعاقب کیا اور آپ کے قریب بھی پہنچ گیا مگر حضور کے چہرۂ انور پر گھبراہٹ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ فرمایا "ابو بکر! ڈرو نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ ﴿بخاری﴾ یاد رہے کہ حضرت ابو بکر ﷛ کا ڈرنا یا غمزدہ ہونا

اپنی خاطر نہیں تھا بلکہ حضور کیلئے تھا کہ کوئی ظالم میرے محبوب کو تکلیف نہ دے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ بیاباں میں محوِ استراحت تھے کہ ناگہاں ایک شخص تلوار اٹھا کر آپ کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اس شخص نے کہا "اے محمد ﴿ﷺ﴾ اب آپ کو میری تلوار سے کون بچائے گا؟" حضور نے طمانیت افروز لہجے میں جواب دیا "اللہ" ﴿متفق علیہ﴾

راہ خدا میں درجہ شہادت حاصل کرنے کی تڑپ آپ کی زندگی میں بدرجہ اتم جاگزیں تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ

"اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے، میں اسے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید ہو جاؤں"۔ ﴿متفق علیہ﴾ استقامت کا یہ عالم تھا کہ کافروں کے انتہائی مایوس کن رویے سے بھی پریشان نہ ہوئے بلکہ جہد پیہم سے اپنا کام جاری رکھا۔ ہزاروں ابتلاؤں کے سامنے چٹانوں کی طرح مستحکم و مستقل رہے۔ حوادث زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

☆ سپہ سالارانہ بصیرت

اسلام امن و امان کا دین ہے۔ جنگ و جدل، ظلم و ستم اور خون ریزی و بد امنی اس کے منشور میں داخل ہی نہیں۔ جہاں کہیں بانی اسلام کو شمشیر برہنہ اٹھانا پڑی، تاریخ شاہد ہے کہ یہ محض دفاعی ضرورت تھی، جارحیت سے قلبی نفرت تھی۔ اگر آپ جارحیت پسند ہوتے تو فتح مکہ سے بڑھ کر اور کون سا موقع تھا، ایسے جذبات کی تسکین کیلئے؟ مگر آپ نے عفو عام کا اعلان کر دیا۔ آج کا مغربی مورخ حقائق و بصائر کے نازک پھولوں کو روندتا ہوا انتہائی بے دردی سے لکھتا ہے کہ "اسلام بھی

دیگر مذاہب کی طرح تلوار کے زور سے پھیلا ہے''۔

یہ بہت سنگین جھوٹ اور قلمی جرم ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ لشکر اسلام بوڑھوں، عورتوں، بچوں ہی نہیں بلکہ جانوروں اور کھیتوں کا بھی خیال رکھتا تھا۔ لوگ مسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے تھے۔ ان کا طریقہ وہی تھا جیسا کہ ایک ماہر سرجن جسم کا آپریشن کر کے فاسد مادوں کو نکال دیتا ہے کہ باقی نظام بدن بالکل محفوظ رہے۔ آپ بھی عرب معاشرے کو نیکی و فلاح کا گہوارہ بنانا چاہتے تھے جو بعد میں تمام انسانیت کیلئے راہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ اس لئے ضروری تھا کہ شر پسند عناصر کی گوشمالی کی جاتی۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں اکثر جنگوں کی سپہ سالاری کا عہدہ خود سنبھالا اور خداداد بصیرت کی وجہ سے فتح و نصرت حاصل کی۔ جنگ بدر اور احد میں اپنے مستقر سے نکل کر مد مقابل کو کچل کر رکھ دیا۔ جنگ خندق میں کامیاب طریقہ دفاع سے کام لیتے ہوئے باطل کے قدم اکھاڑے۔ جنگ خیبر و حنین دشمن کے علاقہ جات میں جا کر فتح فرمائیں۔

آپ نے دشمن کے اندرونی حالات سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے جاسوسی نظام بھی رائج فرمایا تا کہ امت کیلئے سنت و حجت بن جائے۔ یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کیلئے حضرت زبیر کو روانہ فرمایا۔ ﴿متفق علیہ﴾ جب آپ کسی دشمن سے لڑائی کرتے تو اسے اطلاع نہ ہونے دیتے۔ اس طرح دشمن جم کر مقابلہ نہ کر سکتا اور خونریزی بھی کم ہوتی۔ ﴿متفق علیہ﴾

فتح کے بعد تین دن میدان جنگ میں قیام فرماتے۔ تعاقب بھی فرماتے۔ جیسا کہ جنگ احد کے بعد کفار مکہ کا پیچھا کیا تھا۔ ﴿بخاری کتاب المغازی﴾ یہ حضور اکرم ﷺ کی ہی سپہ سالارانہ بصیرت کا نتیجہ تھا کہ اہل حرم نے آغوش صحرا سے نکل کر فلک بوس فصیلوں اور آہنی قلعوں کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

☆ پیام کرم

حضور چونکہ مسلمانوں پہ کرم کا بادل بن کر سایہ افگن رہے اس لئے انہیں کسی قسم

کی سختی اور آزمائش میں ڈالنے سے دوسروں کو بھی منع فرماتے تھے۔ایک مرتبہ ایک صحابی نے نماز پڑھائی اور طویل قرات سے لوگوں کو پریشان کیا۔آپ نے سخت تنبیہہ فرمائی کہ تمہارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں، لہٰذا نماز کو مختصر پڑھا کرو۔ ﴿بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾ آپ خود بھی امامت فرماتے وقت لوگوں کا خیال رکھتے۔اگر کسی بچے کی آواز کانوں میں پڑ جاتی تو مزید تخفیف فرمادیتے کہ شاید اس کی ماں پریشانی محسوس کر رہی ہو۔ ﴿ایضا﴾ حضور سخت دل اور تند خو نہیں تھے۔ ﴿بخاری کتاب البیوع﴾ ایک رات آپ غیر معمولی دیر کر کے مسجد میں تشریف لائے۔صحابہ کرام ﷺ عالم انتظار میں کئی بار سوئے اور کئی بار جاگے۔بالآخر آپ نے آ کر فرمایا "اگر میں اپنی امت پر بوجھ نہ سمجھتا تو میں حکم دیتا کہ نماز عشاء اسی وقت پڑھا کرو"۔ ﴿کتاب الصلوٰۃ﴾ آپ نماز تراویح کیلئے دو دن مسجد میں تشریف لائے اور باجماعت نماز ادا فرمائی۔تیسرے دن نہ آئے۔لوگوں کی کثیر تعداد منتظر رہی۔صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا "تمہاری موجودگی مجھ پہ مخفی نہ تھی، میں باہر نہ آیا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے اور تم اس کی ادائیگی سے قاصر رہو" ﴿بخاری کتاب الصیام﴾ آپ ہر وقت غم امت کو پیش نظر رکھتے اور دنیا و آخرت میں اس کی فوز مندی اور فلاح کیلئے سوچتے رہے۔

تجھ سا سیاہ کار کون ان سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

☆ حسن معاشرت کی تعلیم

حضور ﷺ انسان کو انسانی روپ میں دیکھنا چاہتے تھے نہ کہ حیوانی جبلتوں کا محرک پتلا۔آپ نے بنی نوع انسان کو حسن معاشرت کے انقلاب پیرا طریقے اور سلیقے بتائے اور جہالت و گمراہی، تشدد و عریانی، فحاشی و بدقماشی سے پاک معاشرے کی تشکیل و تعمیر فرمائی۔ذیل کی سطور میں آپ کی طرز معاشرت دیکھیں کہ انبیاء کرام کا تاجدار اور قصر دنی کا مالک کس انداز سے زندگی بسر کرنا پسند فرماتا ہے۔ ﴿علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام﴾

☆ بچوں پر شفقت

بچے کسی بھی قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان کی عادات کو اچھا یا برا بنانے میں والدین یا معاشرے کا بہت ہاتھ ہوتا ہے۔ فرمایا ''ہر بچہ دین فطرت پہ پیدا ہوتا ہے آگے اس کے وارث اسے یہودی و نصرانی بنا سکتے ہیں''۔ حضور نے ان نوزائیدہ پودوں کی دیکھ بھال کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آپ بچوں کو گود میں لیتے اور ان کے منہ میں کھجور چبا کر ڈالتے۔ ﴿متفق علیہ﴾ امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پیار کا مرکز تھے۔ ایک مرتبہ وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں گلے لگا لیا اور پیار کیا۔ ﴿بخاری﴾

ایک بار ایک بچے کو گود میں لیا تو اس نے آغوش نبوت میں پیشاب کر دیا۔ پس آپ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾ ایک بار اپنی نواسی امامہ بنت ابوالعاص کو اپنے دوش مبارک پہ اٹھایا ہوا تھا۔ پھر نماز پڑھنے لگے جب رکوع جاتے تو اسے اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو دوبارہ اٹھا لیتے۔ ﴿کتاب الادب﴾ ام خالد رضی اللہ عنہا ابھی بچی تھیں تو آپ نے انہیں چادر عطا فرمائی۔ پھر ان کی قمیص سے متعلق فرمایا ''پہنو اور پرانا کرو'' مزید فرمایا ''یہ کتنا اچھا کپڑا ہے''۔ پھر وہ آپ کی مہر رسالت سے کھیلنے لگیں تو حضور نے منع نہ فرمایا۔ ﴿بخاری کتاب الجہاد﴾

حضور ﷺ نے فرمایا ''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما یہ دونوں میرے پھول ہیں''۔ ﴿کتاب الادب﴾ ایک اعرابی نے کہا ''حضور آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں حالانکہ ہم ایسا نہیں کرتے''۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے مہربانی کو نکال لے تو ہم کیا کر سکتے ہیں'' ﴿بخاری کتاب الادب﴾

☆ اہل خانہ کے حقوق

بیوی اپنے شوہر کی عزت اور ناموس ہوتی ہے۔ اسکا خیال رکھنا خاوند کا فرض ہے۔ حضور ہر لحظہ ازواج مطہرات کے حقوق پورے فرماتے۔ عصر کے بعد تمام

ازواج کے ہاں جایا کرتے اور کچھ دیر بیٹھے رہتے۔ ﴿کتاب التفسیر﴾ اگر بتقاضائے بشریت آپ کی ازواج کے درمیان تلخ کلامی ہو جاتی تو آپ خاموش رہنا پسند فرماتے۔ ﴿بخاری﴾ سیدہ عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ ''آپ اپنے اہل خانہ کے کاموں میں مشغول رہتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو اسے ادا فرماتے''۔ ﴿کتاب الادب﴾

☆ ناداروں سے حسن سلوک

آپ ہمیشہ بیواؤں' یتیموں اور مسکینوں کی حاجت روائی فرمایا کرتے۔ چنانچہ جب پہلی وحی نازل ہوئی تو سیدہ خدیجہ ﷞ نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ''آپ کو بشارت ہو' خدا کی قسم' خدا آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہیں' سچ بولتے ہیں' حق کا راستہ بتاتے ہیں' مہمان کی خاطر کرتے ہیں اور ناداروں کے کام آتے ہیں۔ ﴿بخاری کتاب الوحی' مسلم﴾ یہ آب زر سے لکھنے کے قابل الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ یہ صفات مقدسہ ہمیشہ ہی حضور ﷺ کی زندگی کا خاصہ رہیں۔

☆ ایفائے عہد

آپ ہر حال میں وعدہ پورا کرنے کی سعی فرماتے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جو مرد مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچتے آپ انہیں شرائط کے مطابق واپس کر دیا کرتے۔ ﴿کتاب المغازی﴾ آپ کی اس رفیع المرتبت صفت کا اقرار ابوسفیان نے دربار قیصری میں بھی کیا تھا اور قیصر نے اس کی تصدیق کی تھی۔

☆ شرم وحیا

حضور ﷺ کی شرم وحیا کے سلسلہ میں ایک بڑی معروف روایت ہے۔

كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَآءً مِنَ الْعَذْرَآءِ فِىْ خِدْرِهَا

''حضور ﷺ کنواری پردہ دار لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار تھے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

آپ بیعت کرتے وقت عورتوں کو ہاتھ نہ لگاتے تھے بلکہ زبانی عہد لے

لیتے۔ ﴿''بخاری کتاب التفسیر''، ''مسلم کتاب الامارۃ''﴾

نیچی نظروں کی شرم وحیا پر درود

☆ محنت و مشقت

آپ کسی قسم کا امتیاز پسند نہ فرماتے۔ صحابہ کرام ﷡ کے شانہ بشانہ محنت فرماتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ بھی پتھر اٹھا کر لاتے تھے ﴿بخاری﴾ جنگ احزاب میں صحابہ کرام کیساتھ برابری کا کام کیا اور اپنے دست اقدس سے خندق کھودی۔ ﴿ایضا﴾

☆ انداز تدریس

فرمایا: ''میں دنیا میں معلم بن کر مبعوث ہوا ہوں''۔ قرآن بھی فرماتا ہے۔
یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ''انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں''۔
آپکا طریقہ تدریس نہایت سادہ، عام فہم، دل افروز اور مثالوں سے مزین ہوتا تھا۔ آپ آہستہ آہستہ باتیں کرتے کہ اگر کوئی چاہتا تو گن سکتا تھا۔ ﴿متفق علیہ﴾

☆ سادگی

سادگی حضور ﷺ کا اہم ترین وصف تھا۔ حضرت عمر ﷛ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ فخر انبیا ایک چٹائی پر بیٹھے ہیں۔ عرض کی ''حضور قیصر و کسریٰ تو آسائش کی زندگی بسر کریں جبکہ آپ کی زندگی کا یہ عالم؟'' فرمایا: ''ان کیلئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت میں راحتیں ہیں''۔

مکان انتہائی تنگ اور سادہ تھا۔ کھانا سادہ ہوتا، کبھی کھانے کو برا نہیں کہا، اگر جی نہ چاہتا تو چھوڑ دیتے۔ چمڑے کا تکیہ استعمال فرماتے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی۔ ظاہری عسرت کا یہ حال کہ دو دو مہینے چولہے میں آگ نہ جلتی اور کھجور اور پانی پر گزر اوقات ہوتی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے کبھی دو دن تک متواتر جو کی روٹی جی بھر کر نہیں کھائی۔ ﴿بخاری شریف﴾

دو جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نے بھنا ہوا بکری کا گوشت کھانے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: خَرَجَ النَّبِیُّ مِنَ الدُّنیَا وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبزِ الشَّعِیْرِ حضور دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی ﴿تک سے﴾ پیٹ نہ بھرا۔ ﴿بخاری﴾

متفرق خصائل مبارک

☆ خوشبو سے از حد پیار تھا' اسے کبھی رد نہ فرماتے تھے۔

☆ خوش طبعی خاص صفت تھی۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ آپ ہم سے خوش طبعی سے ملاقات فرماتے۔ میرے بھائی سے فرماتے "اے ابو عمیر! تمہارا پرندہ کہاں ہے؟" ﴿بخاری شریف﴾

☆ آپ ہر مسلم و غیر مسلم کی عیادت فرماتے۔ غیر مسلم کو عیادت کے وقت دعوت اسلام دیتے۔ ﴿کتاب الجنائز﴾

☆ رعایا کے آرام کا خیال رکھتے۔ راتوں کو گشت فرماتے۔ حدود کو نافذ فرما کر برائی ختم فرماتے۔ زکوٰۃ کی وصولی کیلئے عمال مقرر کرتے اور ان سے باقاعدہ حساب لیتے۔ سپہ سالاروں کی زیادتیوں کا جائزہ لیتے اور انہیں تنبیہ فرماتے۔ زراعت کی ترقی کیلئے انتظام فرماتے۔ ایک بار یہودیوں سے نصف پیداوار پر معاہدہ کیا۔ ﴿بخاری شریف﴾

☆ ورع و تقویٰ' تسلیم و رضا' زہد و عبادت' عاجزی و انکساری اور صداقت و امانت آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ الغرض آپ کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو بہترین اور ہر انداز میں مکمل تھا۔

الغرض ان کے ہر مو پہ بے حد درود
ان کی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام

حواشی دریچہ اول

﴿۱﴾ یہی سوالیہ طریقہ حضور نے صحابہ کو تعلیم دیتے وقت اختیار فرمایا۔ مثلا ایک بار فرمایا

اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً لَا یَسۡقُطُ وَرَقُھَا وَاِنَّھَا مَثَلُ الۡمُسۡلِمِ فَحَدِّثُوۡنِیۡ مَاھِیَ

"درختوں میں ایک درخت ہے جسکے پتے نہیں جھڑتے اور یہی مسلمان کی مثال ہے۔ بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟" بخاری کتاب العلم ﴿مسلم ترمذی نسائی قدرے اختلاف الفاظ سے﴾

پھر آپ نے صحابہ کے کہنے پر بتادیا کہ ھِیَ النَّخۡلَۃُ "یعنی کھجور کا درخت"۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوال کرنا عدم علم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ نبوت کے اس طرز تدریس پر موجودہ دور کے جدید ماہرین تعلیم نے بھی مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ آغاز درس سے پہلے استاد طلبہ کی سابقہ واقفیت کا جائزہ لے تا کہ ان کی حس اشتیاق مزید بڑھے اور خاطر خواہ نتائج حاصل ہوں۔ صحابہ کرام نے کبھی بھی ایسے موقعہ پر آپ کے علم کا انکار نہیں کیا بلکہ اَللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَمُ "اللہ اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں" کے الفاظ کہہ کر علم الٰہی کے ساتھ ساتھ علم مصطفیٰ کا اقرار بھی کیا۔ مذکورہ حدیث سے ایک یہ نقطہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ تشبیہ میں مشبہ کو تمام پہلوؤں سے مشبہ بہ کی مثل ہونا ضروری نہیں۔ کھجور کو مسلمان کے ساتھ تشبیہ دی گئی کہ جس طرح کھجور کا پھل اور اجزاء فائدہ مند ہوتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی خیر و برکت والا ہے۔ ایک تشبیہ سے کھجور اور مسلمان میں کلی مماثلت کا فتویٰ صادر کرنا جہالت ہے۔ اسی طرح قُلۡ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ" مِّثۡلُکُمۡ سے یہ مراد لینا کہ ہر آدمی ہر لحاظ سے نبی کی مثل ہے بہت بڑی نادانی اور گستاخی ہے۔ یہاں بھی وجہ تشبیہ صرف ایک ہے یعنی "مخلوق ہونا" اِلٰھُکُمۡ اِلٰہٌ" وَّاحِدٌ" "ہمارا اور حضور ﷺ کا معبود ایک ہے"۔ آگے جب مقام مخلوق اور مرتبہ تسلیم میں موازنہ ہوگا تو پھر بھی حضور ہر لحاظ سے بے مثل قرار پائیں گے۔

﴿۲﴾ "ترمذی شریف" میں ہے:

کُنۡتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیۡنَ الرُّوۡحِ وَالۡجَسَدِ

"میں تب بھی نبی تھا جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے"۔

آپ کو بشر محض کہنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ آپ تو اس وقت بھی مقام نبوت پر فائز تھے جب اصل بشریت کی تخلیق ہو رہی تھی۔ اس عقیدے کی بنیاد قرآن میں ہے۔

اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ" فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ

"اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو پہلے میں اس کی عبادت کرتا"۔

معلوم ہوا کہ آپ توحید الٰہی کی حقانیت کیلئے بھی شاہد اور گواہ ہیں اور یہ تب ہی ہو سکتے ہیں جب پہلے موجود ہوں۔

﴿۳﴾ اس مضمون کی اور روایات مشاہدہ فرمائیں جن سے سرکار کونین کی عظمت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔

﴿۱﴾ خُيِّرْتُ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ وَبَيْنَ اَنْ يَدْخُلَ شَطْرُ اُمَّتِی الْجَنَّةَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِاَنَّهَا اَعَمُّ وَاَكْفٰى اَتَرَوْنَهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمُتَّقِيْنَ؟ لَا وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ

"مجھے اختیار دیا گیا کہ شفاعت لے لو یا آدھی امت جنت میں لے جاؤ۔ میں نے شفاعت اختیار کی اور وہ زیادہ کام آنیوالی ہے۔ کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں پاکیزہ لوگوں کیلئے شفات کروں گا؟ نہیں بلکہ گناہگاروں اور خطا کاروں کیلئے شفاعت کروں گا"۔ ﴿مسند امام احمد' ابن ماجہ﴾

﴿۲﴾ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ

"میری شفاعت امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہے"۔ ﴿ترمذی' ابوداؤد' بیہقی' ابن ماجہ' ابن حبان' حاکم' طبرانی شریف﴾

﴿۳﴾ فرماتے ہیں مجھے تین سوال عطا فرمائے گئے میں نے دوبار دنیا میں امت کی مغفرت طلب کر لی واخرت الثالثة لیوم یرغب الی فیه الخلق حتی ابراهیم اور تیسری عرض قیامت کیلئے رکھی جب تمام مخلوق میری طرف راغب ہوگی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔ ﴿مسلم شریف﴾

﴿۴﴾ اِنِّیْ لَاَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِاَكْثَرَ مِمَّا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ وَمَدَرٍ

"جتنے زمین میں درخت' پتھر اور ڈھیلے ہیں۔ میں ان سب سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت کروں گا"۔ ﴿طبرانی' بیہقی شریف﴾

﴿۵﴾ حضور غم امت میں رو پڑے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْهِ "اے جبرئیل' محمد کے پاس جاؤ تمہارا رب خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو کہ کیوں رو رہے ہیں؟" حضور نے جواب دیا تو پھر جبرائیل نازل ہوئے اور اللہ کا پیغام لائے۔ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ "ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر لیں گے آپ غمگین نہ ہوں"۔ ﴿مسلم شریف﴾ قرآن بھی فرماتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى "اور قریب تر ہے کہ آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے"۔

﴿۶﴾ ''مسند الفردوس'' میں ہے اِذَنْ لا اَرْضٰی وَوَاحِد'' مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ'' اللہ کے وعدہ پر میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک بھی امتی دوزخ میں رہا''۔

ادھر امت کی حسرت پر ادھر خالق کی رحمت پر
نرالا طور ہوگا گردش چشم شفاعت کا

﴿۷﴾ مجھے جنت کے حلوں سے ایک حلہ پہنایا جائے گا۔ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ لَیْسَ اَحَد'' مِنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذَالِکَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ ''پھر میں عرش الٰہی کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور اس مقام پر مخلوق میں میرے سوا اور کوئی نہ ہوگا''۔﴿ترمذی﴾

﴿۸﴾ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ ''قیامت میں جب لوگ خاموش ہوں گے میں شفاعت کروں گا''۔﴿ترمذی﴾ قرآن کریم بھی آپ کے اس حق کی وضاحت فرماتا ہے۔ لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ''اللہ کے یہاں شفاعت کے مالک وہی ہیں جنہوں نے رحمٰن کے ساتھ عہد کر رکھا ہے۔ اللہ اکبر! ان حقائق سے یہ عقیدہ اخذ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے نزدیک انوکھی وجاہت کے مالک ہیں۔

﴿۴﴾ مذکورہ صدر تفسیر سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بزم قدسیاں میں ذکر مصطفیٰ ﷺ کا اہتمام فرماتا ہے۔ یہی بات اس کے کلام لازوال سے بھی آشکارا ہے۔ اَلْحَمْدُ سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن حضور کی بے مثل نعت ہے۔ مثلاً ساقی کوثر کی فضیلت میں چند آیات مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ
''ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی''۔

﴿۲﴾ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ
''ہم نے آپ کا ذکر بلند فرمایا''۔

﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْر'' لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی
''آپ کیلئے ہر آنے والا دور پہلے سے زیادہ مبارک ہے''۔

﴿۴﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا
''اللہ نے مسلمانوں پر احسان کیا کہ ان میں اپنا رسول مبعوث فرمایا''۔

﴿۵﴾ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ
''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا''۔

اور بہت سی نصوص قطعی ہیں جو ان کے مقامات پر بیان کی جائیں گی۔ گویا عرش پر ہی نہیں زمین پر بھی اللہ نے اپنے محبوب کے ذکر کے پرچم لہرا دیے ہیں۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

﴿۵﴾ ایک حدیث مولوی خلیل احمد صاحب نے نقل کی ہے کہ حضور نے فرمایا "مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں"۔ یاد رہے کہ اس حدیث سے متعلق علمائے حق نے کافی اضطراب کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت الشیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ نے تو یہاں تک لکھ دیا "ایں سخن اصلے ندارد وروایتے بداں صحیح نشدہ" اس روایت کی کوئی اصل ثابت نہیں۔ ﴿"مدارج النبوۃ" جلد اول ص ۷۰﴾ حیران کن امر ہے کہ مولوی موصوف یہ روایت حضرت دہلوی کے حوالہ سے "براہین قاطعہ" میں نقل کرتے ہیں مگر ان کا اصل فیصلہ "شیر مادر" کی طرح ہضم کر جاتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "موضوعات کبیر" میں فرمایا ہے قَالَ الْعَسْقَلَانِیُّ لَا اَصْلَ لَہٗ "امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں"۔ ویسے درایتاً بھی یہ روایت اہل ایمان کو قبول نہیں ہو سکتی۔



دریچہ دوم

عُلُومِ مصطفیٰ کا لامتناہی سلسلہ

جو دل میں آئے پوچھو
ابتداء سے انتہا تک
اخبار غیبیہ

علومِ مصطفیٰ کا لامتناہی سلسلہ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی آخر الزماں ﷺ کو علوم غیب و شہادت عطا فرما کر تمام مخلوقات کا مقتدا و امام بنا دیا۔ لوح و قلم، عرش و کرسی اور زمان و مکان کے اسرار و رموز تو حضور سید عالم کے بحرِ علم کا ایک قطرہ ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ خالق مطلق نے اپنی ہر نعمت، اپنی ہر رحمت ان پر ختم فرما دی اور ان کے درجات ابدالاباد تک بڑھانے کا وعدہ فرمایا۔ قرآن مقدس میں ہر چیز کا علم موجود ہے اور قرآن مقدس ان کی تمام صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔ وَکَانَ خُلُقُہٗ الْقُرآن یعنی حسن اخلاق۔ اندازہ کریں ایک وصف کی بے کرانی کا یہ عالم ہے، باقی اوصاف کا کیا عالم ہوگا...... قرآن مقدس میں ہر چیز کا علم موجود ہے اور حضور قرآن مقدس کی تعلیم دیتے ہیں۔ گویا آپ لوگوں کو ہر چیز کا علم ان کی ذہنی و فکری استعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عطا فرماتے ہیں۔

اس لحاظ سے آپ مرشد کائنات، ہادی دو عالم اور رہبر کونین ہیں۔ تمام جہانوں کو قہر الٰہی سے ڈرانے والے اور رحمت الٰہی کی بشارتوں کا مژدہ جاں فزا سنانے والے ہیں۔ یہ سب کچھ تب ممکن ہوگا جب تمام جہانوں کے ذرہ ذرہ کا علم اور ادراک حاصل ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اس مالک حقیقی کا فضل عظیم اور احسان عمیم ہے اور اب ہم یہ

کہنے میں حق بجانب ہیں۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

جو دل میں آئے پوچھو

حضرت انس بن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی اور منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔

فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ فِيهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَسْئَلَ عَنْ شَيْئٍ فَلْيَسْئَلْ فَلا تَسْأَلُوْنِى عَنْ شَيْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَادُمْتُ فِى مَقَامِى هٰذَا فَاَكْثَرَ النَّاسُ فِى الْبُكَاءِ وَاَكْثَرَ اَنْ يَقُوْلَ سَلُوْنِى فَقَامَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ اَبِى قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَقُوْلَ سَلُوْنِى فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى رُكْبَتِيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَىَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِىْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ

"پس آپ نے قیامت کا ذکر شروع کیا۔ فرمایا" اس میں بڑی سنگین چیزیں ہونگی" پھر فرمایا "جو شخص کچھ پوچھنا چاہتا ہو پوچھ لے میں یہاں کھڑے کھڑے اسے بتا دوں گا"۔ لوگوں نے کثرت سے گریہ وزاری شروع کر دی اور آپ نے بار بار یہی فرمایا "مجھ سے پوچھو"۔ عبداللہ بن حزافہ سہمی کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ "میرا باپ کون ہے؟" فرمایا "حزافہ"۔ آپ نے پھر فرمایا "پوچھو" تب عمر ﷺ دوزانو ہو کر بیٹھے اور عرض کی "ہم اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے"۔ اس وقت آپ خاموش ہو گئے۔ ازاں بعد فرمایا "جنت اور دوزخ میرے سامنے ابھی دیوار کے گوشے میں لائی گئیں۔ ایسی عمدہ اور مکروہ چیز کبھی نہیں دیکھی"۔

یہ حدیث امام نے کتاب ''مواقیت الصلوٰۃ'' ''کتاب العلم'' اور ''کتاب الفتن'' میں بھی رقم فرمائی ہے۔ ''کتاب الاعتصام'' میں حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ سے مروی ہے اور ایک جگہ قسمیہ ارشاد فرمایا۔ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ ...... الخ خدا کی قسم تم جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا: اَیْنَ مَدْخَلِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ النَّارُ ''یارسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟'' فرمایا ''دوزخ'' اسی مقام پر آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ

''اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں''۔ ﴿سورۃ المائدہ' آیت ۱۰۱﴾

☆ افاضاتِ حدیث

شرح قسطلانی میں ہے کہ ''بعض منافقین نے کہا کہ ہم حضور اقدس سے ایسی باتیں پوچھیں گے جن کا جواب دینے میں وہ عاجز آ جائیں گے''۔ معلوم ہوا کہ نبی کے لامتناہی علوم میں شک کرنا بھی منافقت کی علامت ہے۔

☆ حضور ﷺ نے منبر پر رونق افروز ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ قیامت کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں۔

☆ حضور ﷺ نے مطلقاً فرمایا کہ جو چاہو پوچھو۔ اب کوئی سائل اٹھ کر وقوع قیامت سے متعلق ہی عرض کر لیتا تو کیا حضور ﷺ نہ بتا سکتے؟ کیا اس طرح دعویٰ علم نبوت ختم نہیں ہو جاتا؟

☆ حضور ﷺ جبریل امین کے محتاج نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے مستفیض ہیں۔ جبھی فرمایا ''یہاں کھڑے کھڑے ہر چیز کا علم ظاہر فرما دوں گا''۔ گویا میرے آقا کے سامنے مشرق و مغرب' شمال و جنوب' تحت و فوق کے تمام حجابات اٹھا لئے گئے ہیں۔ تمام فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں۔

سر عرش پر ہے تری گزر' دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

☆ کسی شخص کے باپ کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پھر اس صورت میں جب لوگ شکوک و اوہام کا شکار ہوں۔ لوگ حضرت عبداللہ ؓ کے والد کے بارے میں بے پر کی اڑاتے تھے۔ حضور نے برجستہ ان کے والد ''حذافہ'' کی تصدیق فرمائی اور ثابت کر دیا کہ نگاہ نبوت سے یہ مشکل ترین پہلو بھی پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔

☆ فاروق اعظم ؓ کی یہ نیاز مندانہ التماس یہ ثابت کرتی ہے کہ صحابہ کرام اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو گئے۔ اس لحاظ سے کہ اس نے اپنے محبوب کو بے پناہ کمالات وعلوم ومعارف سے سر بلند فرمایا۔ اسلام کے مذہب حقہ ہونے پر راضی ہو گئے۔ اس لحاظ سے کہ یہ نبوت و رسالت کی تعظیم کرنے اور اس کی تمام تر شوکتوں اور عظمتوں کو تہ دل سے تسلیم کرنے کا نام ہے ؎

مغز قرآں' روح ایماں' جان دین
ہست' حب رحمتہ للعالمین

اور محمد ﴿ﷺ﴾ کے نبی ہونے پر راضی ہو گئے۔ اس لحاظ سے کہ آپ فیضان الٰہی کے مرکز ہیں اور جمیع علوم غیبیہ و معارف دینیہ کے عالم ہیں ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

ابتدا سے انتہا تک

حضرت فاروق اعظم ؓ سے روایت ہے۔

قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ

حَفِظَه، وَنَسِیَه، مَنْ نَسِیَه،

"ایک روز حضور نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے ذکر فرمانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جنتی اپنے مقام پر پہنچ گئے اور دوزخی اپنے پر' پس اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اسے جو بھول گیا"۔

﴿بخاری کتاب بدء الخلق، کتاب الفتن﴾

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا تَرَکَ فِیْهَا شَیْئًا اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا ذَکَرَه، عَلِمَه، مَنْ عَلِمَه، وَجَهِلَه، مَنْ جَهِلَه،

"بیشک حضور نے ہمیں ایک ایسا خطبہ دیا کہ اس میں بیان کرنے سے قیامت تک کی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ جان گیا جو جان گیا اور بھول گیا جو بھول گیا"۔

﴿بخاری کتاب القدر﴾

☆ جو حضور جانتے ہیں امت نہیں جانتی

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلاً وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا "اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو ضرور تم کم ہنستے اور ضرور تم زیادہ رویا کرتے"۔ ﴿بخاری کتاب النکاح﴾

☆ قیصر وکسریٰ کی تباہی کا علم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

هَلَکَ کِسْرٰی ثُمَّ لَا تَکُوْنُ کِسْرٰی بَعْدَه، وَقَیْصَر لَیَهْلِکَنَّ ثُمَّ لَا یَکُوْن قَیْصَر بَعْدَه، وَلَتُقْسَمَنَّ کُنُوْزُهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

"کسریٰ ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں عنقریب قیصر بھی تباہ ہو جائے گا پھر کوئی قیصر نہ ہو گا اور تم انکے خزانوں کو راہ خدا میں تقسیم کرو گے"۔

﴿بخاری کتاب الجہاد﴾

☆ امت کی بربادی اور چند لڑکے

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

هَلَاکُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَة" قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُسَمِّیَهُمْ بَنِیْ فُلَانٍ وَبَنِیْ فُلَانٍ

"میری امت کی بربادی قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ مروان نے بھی لڑکے ہی کہا۔ ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو میں ان میں سے ہر ایک کا نام ونسب بتا سکتا ہوں"۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

یہ حدیث دور یزید کی خبر دے رہی ہے کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ ﷛ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ رَأْسِ السِّتِّیْنَ وَاَمَارَةِ الصِّبْیَانِ "اے اللہ مجھے سن ساٹھ کی ابتداء اور بچوں کی حکمرانی سے بچا"۔ حافظ ابن حجر مکی قدس سرہ فرماتے ہیں اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ان کی وفات ۵۹ ہجری میں ہوئی جبکہ ۶۰ ہجری میں یزید تخت نشین ہوا۔ ایک اور حدیث میں یزید کا نام ونسب تک بیان فرما دیا ہے۔ ﴿"مجمع الزوائد" ص۲۴۱، جلد۵، لسان المیزان" ص۲۹۴، جلد۶، "تاریخ الخلفا" ص۱۴۲، "صواعق محرقہ" ص۲۱۹﴾

ہم یہاں عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ یزید کو امیر المومنین ثابت کرنے کیلئے بخاری کی حدیث قسطنطنیہ کا سہارا لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ روایت انتہائی مضطرب ہے مثلاً اس کے راوی حضرات اسحاق بن یزید دمشقی، یحیٰ دمشقی، ثور حمصی، خالد حمصی اور عمیر عنسی وغیرہ تمام شام سے تعلق رکھتے ہیں۔ ﴿"فتح الباری" ص۷۷، جلد۲﴾ شارحین نے اسحاق بن یزید کو نامعتبر راویوں میں شمار کیا ہے۔ ابن عدی نے اس کی تمام روایتیں غیر محفوظ ثابت کی ہیں۔ ﴿"میزان الاعتدال" ص۱۷۹، جلد۱﴾ یحیٰ دمشقی کو علامہ عسقلانی نے "قدریہ فرقہ" سے متعلق ثابت کیا ہے۔ ﴿"تقریب التہذیب" ص۳۷۴﴾ علامہ ذہبی بھی یہی کہتے ہیں۔ ﴿میزان الاعتدال﴾ ثور

حمصی کو بھی علامہ عسقلانی ''قدری'' کہتے ہیں۔ ﴿''تقریب'' ص ۵۲﴾ امام ذہبی نے ابن معین، امام احمد اور عبداللہ بن سالم کے حوالہ سے اسے ''قدری'' ثابت کیا ہے۔ ﴿''تہذیب التہذیب'' ''میزان الاعتدال''﴾ خالد حمصی علامہ عسقلانی کے نزدیک مرسل روایات بیان کیا کرتا تھا۔ ﴿''تقریب'' ص ۹۰﴾ یاد رہے کہ احکام و عقائد میں حدیث مرسل قابل قدر نہیں اگرچہ راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں۔ عمیر بن اسود عنسی سے امام بخاری نے صرف ایک روایت اخذ کی ہے۔ ﴿فتح الباری﴾ اس شخص نے زمانہ نبوی میں نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اب فیصلہ آپ ہی فرمالیں کہ جس روایت کے راویوں کا یہ حال ہو وہ روایت کس طرح قابل قبول ہوگی؟

اگر اس کے علاوہ حدیث قسطنطنیہ کو درست مانا جائے تو بھی یزید اس کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔ مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں: ''مسلمان خلفاء اور سلاطین میں سے ہر باہمت نے اس ﴿حدیث﴾ کے پورا کرنے کیلئے قسمت آزمائی کی مگر ازل سے یہ سعادت سلطان محمد فاتح کی قسمت میں آچکی تھی''۔ ﴿''سیرۃ النبی'' ص ۶۹۹، جلد۳﴾ معلوم ہوا کہ حدیث میں مذکور بشارت کا مطلب فتح قسطنطنیہ ہے۔ ''اور اس تاریخ کے عظیم شہر کو فاتح محمد نے زیروزبر کیا''۔ ﴿''تاریخ اسلام'' اکبر شاہ نجیب آبادی﴾ باقی اگر حملے کی بات کی جائے تو تب بھی یزید اس حدیث کا مصداق نہیں کیونکہ اس شہر پر حملہ دور عثمانی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ہوا۔ ﴿تاریخ یعقوبی، کامل ابن خلدون، تاریخ اسلام ندوی﴾ یزید کی پیدائش ۲۵ یا ۲۶ ہجری کی ہے۔ ﴿البدایہ و النہایہ﴾ اس لحاظ سے یزید کی عمر چھ یا سات سال کی بنتی ہے۔ کیا کوئی عقلمند انسان کہہ سکتا ہے کہ اتنی اہم لڑائی کی قیادت چھ یا سات سال کی عمر کے بچے کو دی گئی ہوگی۔ ثابت ہوا کہ جیش اول میں یزید کا شامل ہونا خلاف عقل و نقل ہے اور بشارت مصطفوی صرف جیش اول کیلئے ہے۔ اس ساری بحث کو ایک طرف رکھ کر اگر یزید کو بشارت مصطفوی کے مطابق لشکر کا سپہ سالار بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی یزید جنتی نہیں ہوسکتا کیونکہ تمام شارحین کا فیصلہ ہے کہ اگر اس بشارت والے لشکر کا

کوئی آدمی بعد میں مرتد ہو جائے تو وہ لائق بخشش نہیں ہوسکتا۔ یزید نے تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے گلشن زہرا کو خزاں رسیدہ کرنے کی مذموم جرات کی ہے اور اہل بیت اطہار کی توہین کر کے اپنا خانہ خراب کر لیا ہے۔ لہٰذا وہ ملامت ولعنت کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔ ﴿ارشاد الساری شرح بخاری﴾ اسی حقیقت کو نواب وحید الزماں ''غیر مقلد'' صاحب نے بھی ''تیسیر الباری شرح بخاری'' میں تسلیم کیا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

☆ تقلید یہود ونصاریٰ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چرخ نبوت کے نیر اعظم ﷺ نے فرمایا: لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ، قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ ''تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی اندھی پیروی کرو گے۔ بالشت کے برابر بالشت اور میٹر کے برابر میٹر۔ یہاں تک کہ وہ اگر گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی اس میں جا گھسو گے۔ لوگوں نے عرض کی آقا ان سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ فرمایا ﴿یہ نہیں تو﴾ اور کون؟'' ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

☆ لمحہ فکریہ

مذکورہ صدر حدیث کا مطالعہ کریں اور عالم اسلام کی ناگفتہ بہ حالت کا جائزہ بھی لیں کہ کس درجہ مطابقت پائی جاتی ہے۔ اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا کہ سرور کونین کے ماننے والے یہودی و نصرانی طرز فکر، انداز حیات اور رسوم و رواجات کو اپناتے ہوئے فخر محسوس کر رہے ہیں۔ زبان ان کی، لباس ان کا اور کردار ان سا۔ الغرض اپنا سب کچھ ان کی عیارانہ اداؤں پہ قربان کر کے کسی ان دیکھے ''معجزے'' کا انتظار کر رہے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ عالم اسلام کو پہلا پر حزیں دھچکا لگا کر شیعہ افکار کی اساس رکھنے والا ابن سبا یہودی النسل تھا۔ پھر صلیبی جنگوں کی گھمبیر رات بھی یہود و نصاریٰ

کی رہین منت تھی۔ برصغیر پاک و ہند میں قادیانی اور دیگر جدید فرقوں کی سرپرستی بھی انہیں ازلی دشمنوں نے کی۔ آقائے ارض وسما ﷺ کی حیات طیبہ سے لے کر آج تک فرزندان توحید کے خلاف ہونے والی ہر سازش کی کوئی نہ کوئی کڑی ضرور ان تک پہنچتی ہے۔ لیکن افسوس مسلمان اتنے سادہ دل ہیں کہ اپنے ابدی دشمنوں کو کبھی بھی نہیں پہچان سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ایک لمحے کی خطا صدیوں کے پچھتاوے کا ہولناک روپ دھار لیتی ہے۔ کیا میر صادق اور میر جعفر کی ناعاقبت اندیشیوں نے ساری قوم کو صدیوں کی غلامی کے اندھیرے غار میں نہیں دھکیلا؟ اور آج کے قائدین بھی تاریخی آئینے میں جھانک کر فیصلہ کر لیں کہ کہیں وہ بھی قوم کو انگریزی ڈگر پر چلا کر محرومی اور احساس کمتری کے لق و دق صحراؤں کی جانب تو نہیں لے جا رہے؟ ایوان اقتدار میں بیٹھ کر ان کا مغربی زبان، نظریات اور تمناؤں کی اشاعت کرنا کہیں آنے والی نسلوں کیلئے وبال جان نہ بن جائے۔

تاریخ کی گھڑیوں نے وہ دور بھی دیکھا ہے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

☆ وقت وصال کا علم

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مخدومہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا اور فرمایا "میری بیٹی مرحبا" پھر انہیں بٹھایا اور آہستہ آہستہ باتیں کیں۔ سیدہ زار زار رونے لگیں۔ جب حضور نے انہیں از حد رنجیدہ پایا تو پھر آہستہ آہستہ باتیں کیں۔ اب وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہ سے پوچھا کہ "حضور ﷺ نے آپ سے کون سی باتیں کی ہیں؟" کہنے لگیں: "میں حضور ﷺ کا راز افشا نہیں کر سکتی"۔ پھر جب آپ وصال فرما گئے تو انہوں نے بتایا کہ پہلی بار حضور کا ارشاد تھا "جبرئیل ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ دورۂ قرآن کیا کرتے تھے۔ اس سال دو مرتبہ کیا ہے۔ وَلَا اُرَی الْاَجَلَ اِلَّا قَدِاقْتَرَبَ میرا

خیال ہے کہ میری رحلت کا وقت قریب آ گیا ہے لہٰذا اللہ سے ڈرتی رہو اور صبر و کرو کہ میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں"۔ اس فرمان پر مجھے رونا آ گیا۔ دوسری مرتبہ فرمایا اَلَا تَرْضِیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ "کیا تم راضی نہیں کہ تمہیں جنت کی تمام عورتوں کا سردار بنا دیا جائے"۔ ﴿دوسری روایت میں﴾ اِنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ "بیشک آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ سے ملوں گی۔ سو میں خوش ہوگئی"۔ ﴿متفق علیہ﴾

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو نہ صرف اپنی رحلت کا علم تھا بلکہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی رحلت کا بھی علم تھا۔ "موت کب آئے گی" یہ علوم خمسہ میں سے ایک ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضور کا اظہار فرمانا اس بات پر دال ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتے ہیں۔

☆ اخروی مراتب کا علم

حرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان ﷡ کیساتھ کوہ احد پہ چڑھے۔ فَرَجَفَ بِھِمْ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَھِیْدَانِ پس ان کے باعث پہاڑ کو وجد آ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "احد! ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید جلوہ فرما ہیں"۔
﴿علیہ الصلوٰۃ والسلام و رضی اللہ عنہم﴾ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

☆ یہ بات بھی علوم خمسہ میں سے ہے لیکن حضور نے اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے پہلے ہی ظاہر فرما دیا کہ عمر و عثمان ﷠ راہ خدا میں شہید ہوں گے۔

☆ آپ کے قدم انور کا صدقہ کہسار کی اضطرابی کیفیت ختم ہوگئی۔ پتھروں میں بھی سکون آور لہریں سرایت کر گئیں۔

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

☆ وہ حسن جاں فزاد یکھ کرتو پتھر بھی وجد میں آ جایا کرتے تھے لیکن پتھروں سے بھی سخت دل ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہمیشہ منفی رویہ اختیار کیا اور فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴿وہ تو پتھر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت﴾ کے مظہر بن گئے۔

☆ بشارت فردوس

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ وہ ایک باغ میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جسے آپ پانی اور مٹی میں مارتے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور دروازہ کھولنے کیلئے کہا۔ آپ نے فرمایا ''دروازہ کھول دو وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّةِ اور جنت کی بشارت دو''۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ابوبکر ﷺ تھے۔ پھر اسی طرح عمر ﷺ کو بشارت سنائی۔ آخر میں عثمان ﷺ آئے تو آپ نے فرمایا۔ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ اَوْ تَكُوْنُ ''اور اسے جنت کی بشارت دو لیکن اس مصیبت کے ساتھ جو اسے پہنچے گی''۔ جب انہیں یہ خبر دی گئی تو کہنے لگے: اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ ''اللہ ہی امداد کرنے والا ہے''۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾

☆ اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام ﷺ کتنے صحیح الاعتقاد تھے۔ کسی نے بھی پوچھنے کی جرات نہیں کی کہ حضور آپ کو تو اپنے آپ کا علم نہیں ہمیں کیسی بشارتیں سنا رہے ہیں؟ پھر کل کی بات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ معلوم ہوا کہ رسالت پناہ کی ہر بات، ہر قول اور ہر فعل پہ ایمان لانا صحابہ کرام ﷺ کا منشور حیات تھا اور جو آیات قرآنی پڑھ پڑھ کر منکرین، حضور ﷺ کے اوصاف کا انکار کرتے ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ کے نزدیک بھی ان آیات قرآنی کی غرض و غایت کچھ اور ہے۔ کاش جو لوگ دوسروں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں کبھی اپنی صورت حال بھی دیکھ لیں کہ کہیں کمالات رسول کا انکار وانحراف کرنے سے اپنے ایمان کی دولت تو نہیں گنوا بیٹھے۔ کہیں اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿تمہارے اعمال ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی﴾ کے مصداق تو نہیں بن گئے۔

اے چشم شعلہ بار، ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

☆ انجام عبرت افروز

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''کرکرہ'' نامی شخص اسباب نبوی کی حفاظت پہ مامور تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا هُوَ فِی النَّار ''وہ جہنمی ہے''۔ لوگ اس انجام عبرت افروز کی وجوہات تلاش کرنے لگے۔ فَوَجَدُوا عَبَاءَ ةً قَدْ غَلَّهَا تو اسکے سامان سے ایک عبا نکلی جو اس نے چوری کررکھی تھی۔ ﴿بخاری کتاب الجہاد﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے غزوۂ خیبر میں ایک آدمی دیکھا جس کے بارے میں سرکار مدینہ نے فرمایا هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ ''یہ دوزخی ہے''۔ جب میدان حق و باطل گرم ہوا تو اس آدمی نے مسلمانوں کی طرف سے بہت جوانمردی دکھائی۔ آخر سخت زخمی ہوگیا۔ پس بعض حضرات کو فرمان رسالت میں شک گزرنے لگا لیکن جب اس آدمی کو زخموں نے تنگ کیا تو اس نے بے قرار ہو کر تیر سے خودکشی کرلی۔ کچھ مسلمان بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگے۔ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچ کردکھائی''۔ پھر آپ نے اعلان کروادیا۔ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِن'' اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ''جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر ایمان والا بیشک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی مدد فرماتا ہے''۔ ﴿بخاری کتاب المغازی﴾

☆ احادیث مطہرہ سے معلوم ہوا کہ حضور اپنی امت کی کیفیت ایمانی اور حالت کفر سے بخوبی واقف ہیں اور اعمال و افعال کے اخلاص کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ جو لوگ بزعم خود دین کے بڑے پاس دار ہیں اور لوگ ان کے اس وصف سے بہت متاثر نظر آتے ہیں ان سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ارشادات و کمالات نبوت

سے اعراض کرنے سے کوئی عمل بھی مستحسن نہیں رہ سکتا۔ ان کی استعانت دینی مذکورہ صدر احادیث کی روشنی میں نار جہنم کو ٹھنڈا نہیں کرسکتی۔ انعامات جنت تو حضور ﷺ کے ادنیٰ اشارے سے تقسیم ہوں گے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

☆ علم مستقبل

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر میں حضور ﷺ نے فرمایا:

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَّفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

''کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ تعالیٰ اسکے ہاتھ پر فتح عطا فرمائیگا' وہ اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں''

تمام صحابہ نے بے چینی سے رات بسر کی کہ دیکھئے یہ سعادت کس کو حاصل ہوتی ہے۔ صبح آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اس وقت ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ نے لعاب دہن لگا کر آنکھیں ٹھیک فرمادیں اور پرچم اسلام ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ ﴿بخاری﴾

☆ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کل کا حال جانتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر یقین واثق ہے۔ اگر یقین نہ ہوتا تو بے چینی اور بے قراری کی کیا ضرورت بنتی ہے؟ پس یہی سوچ کر سو رہتے کہ مستقبل کا ہر پیچ و خم بس اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضور کو کیا خبر؟ ﴿معاذ اللہ تعالیٰ﴾ ان کا عقیدہ تھا کہ ہمارے محبوب کا علم غیب' علوم الہیہ کا مظہر ہے' اس لئے نہاںخانہ لاہوت سے لے کر مظاہر ناسوت تک کوئی چیز ان سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

☆ حضور ﷺ کا لعاب دہن ''دافع بلا'' ثابت ہوا کہ جس کی وجہ سے آن

واحد میں مولا علی ؓ کی دکھتی آنکھوں کو قرار آ گیا۔ چنانچہ جو خبر دی تھی، حرف بحرف پوری ہوئی۔

☆ تمام لوگوں کی عمر کا علم

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں نماز عشاء پڑھائی۔ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ رَأسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَایَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَد"

"تم نے اس رات کو دیکھا آج سے سو برس کے آخر تک کوئی آدمی جو زمین پر ہے زندہ نہ رہے گا"۔ ﴿بخاری کتاب العلم﴾

☆ حدیث میں قطعاً واضح ہے کہ آپ اہل زمین کی حدود عمر سے بخوبی آشنا ہیں۔ یہ اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب تمام افراد کے وقت وفات کا تعین ہو اور یہ امر علوم خمسہ میں سے ایک ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضور عطائے خداوندی سے علوم خمسہ کے بھی جاننے والے ہیں۔

☆ علم شہادت اصحاب

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زید، جعفر اور ابن رواحہ ؓ سے متعلق لوگوں کو ان کی خبر شہادت آنے سے قبل ہی بتا دیا تھا۔

فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْد" فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَر" فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاهُ، تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَهَا سَیْف" مِنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ

"فرمایا اب جھنڈا زید نے سنبھالا پس شہید ہو گئے۔ اب جعفر نے اٹھایا پس شہید ہو گئے۔ اب ابن رواحہ نے پکڑا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت آپکی آنکھیں اشک بار تھیں۔ یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ؓ خالد بن

ولید ﷺ نے تھاما اور اللہ نے کامیابی مرحمت فرمائی"۔ ﴿بخاری کتاب المناقب﴾

☆ عذاب قبر اور اس کے اسباب کا علم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔

فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِىْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَايَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِىْ بِالنَّمِيْمَةِ......الخ

"آپ نے فرمایا: ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے۔ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان میں ایک پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے ہری شاخ لی اور دو ٹکڑے کر کے ایک ایک قبر پر رکھ دی۔ استفسار پر فرمایا جب تک یہ سرسبز رہے گی عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی"۔ ﴿بخاری کتاب الجنائز﴾

☆ . معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اپنی امت کے عذاب و ثواب سے باخبر ہیں بلکہ سب کے گناہوں اور نیک کاموں کو بھی جانتے ہیں۔ نیز حضور کے دست نبوت سے منسوب ہری شاخ بھی دافع بلا اور حاجت روا بن سکتی ہے۔ میرے آقا کے فیوض و برکات کا کیا عالم ہوگا۔

☆ زمانہ آخر کی ایک ستم گر قوم

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

يَأْتِىْ فِىْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ" حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاِحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ لَايُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ

"زمانہ آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو عمر کے چھوٹے اور عقل کے کھوٹے ہوں گے۔ ان کی زبانوں پر احادیث نبوی کا ورد ہوگا لیکن اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کے ایمان حلق سے آگے نہیں جائیں گے۔

تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دینا"۔ ﴿بخاری' ترمذی' کنز العمال﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں کچھ سونا ارسال کیا۔ آپ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا۔

فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ يَامُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ اَيَامَنُنِيْ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِيْ فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَتْلَهٗ اَحْسِبُهٗ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا اَوْ فِيْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمٌ يَّقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاُقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ

"یہ دیکھ کر ایک آدمی آگے بڑھا اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ رخسار لٹکے ہوئے تھے۔ پیشانی آگے نکلی' داڑھی بڑی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا "اے محمد! اللہ سے ڈرو"۔ حضور نے فرمایا "اگر میں خدا کی نافرمانی کرتا ہوں تو پھر اس کی اطاعت کون کر رہا ہے؟" اللہ نے تو اہل زمین کی امانت میرے سپرد فرما دی ہے مگر تو مجھے امین ہی نہیں جانتا"۔ غالبا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپ نے منع فرما دیا۔ جب وہ چلا گیا تو فرمایا "اس کی نسل سے یا اس کے پیچھے سے ایسی جماعت نکلے گی جو قرآن تو خوب پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور اہل کفر سے دوستی رکھیں گے۔ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو قتل کر دوں جیسے قوم عاد کو کیا گیا"۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

یہ حدیث "مسلم"' "نسائی"' "مشکوٰۃ"' "موطا" اور "کنز العمال" میں بھی مذکور ہے' موجودہ دور میں نگاہ دوڑایئے وہ کون سی قوم ہے جو مسلمان کہلوا کر مسلمانوں سے دشمنی کرتی ہے اور کفار سے دوستی کے رشتے ناتے جوڑتی ہے؟ یہ بدترین کام

پہلے ابن عبدالوہاب نجدی نے کیا تھا اور اب اس کے پیروکار کر رہے ہیں۔ مولوی حسین احمد صاحب مدنی دیوبندی کی زبانی سنئے۔

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائً تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لئے اس نے اہلسنت و جماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب سمجھتا۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی' خونخوار اور فاسق شخص تھا۔ ﴿''الشہاب الثاقب'' ص ۴۳﴾ ﴿یہ بات علامہ شامی قدس سرہ نے بھی ''ردالمختار شریف'' جلد سوم میں نقل فرمائی ہے﴾

وقائع و نظائر آپ کے سامنے ہیں۔ دیکھئے حدیث میں مذکور نشانیاں کس قوم میں پائی جاتی ہیں۔ قرآن پڑھنے کا دعویٰ' سر منڈانے کا جذبہ' داڑھیاں ناف تک پہنچی ہوئیں۔ مسلمانوں پر کفر کے فتوے اور کافروں سے دوستی کن لوگوں کا شعار ہے۔ تحریک پاکستان میں گاندھی اور انگریزوں کو کن ستم گروں نے خوش کیا اور قائداعظم و علامہ اقبال پر کن لوگوں نے کفر و شرک کے فتوے صادر کئے؟

☆ جانب مشرق کے لوگ

حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَؤُنَ الْقُرْآن...... قِيلَ مَا سِيْمَاهُمْ قَالَ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ اَوْ قَالَ التَّسْبِيْدُ

''مشرق کی طرف سے کچھ لوگ نکلیں گے وہ قرآن حکیم پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے جب تک تیر واپس نہ لوٹ آئے''۔ دریافت کیا گیا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا ان کی نشانی سر منڈانا یا فرمایا

سر منڈائے رکھنا"۔ ﴿بخاری کتاب التوحید﴾

عرب کی مستند تاریخ میں ہے۔

سِیمَاهُمُ التَّحْلِیْقُ تَصْرِیْح " بِهٰذِهِ الطَّائِفَةِ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَأْمُرُوْنَ كُلَّ مَنِ اتَّبَعَهُمْ اَنْ یُّحَلِّقَ رَأْسَه، "حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ سر منڈائیں گے ﴿نجدی گروہ﴾ کے حق میں صراحت ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے متبعین کو سر منڈانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ﴿الفتوحات الاسلامیہ' ص ۳۶۸' جلد ۳﴾

"الدرر السنیہ "میں ہے کہ "یہ لوگ عورتوں کو بھی سر منڈانے کا حکم دیتے"۔ نجد و حجاز کا جغرافیائی نقشہ سامنے رکھیں تو واضح ہو جائے گا کہ علاقہ نجد' مدینہ منورہ سے عین مشرقی جانب ہے۔ "مسلم شریف" کی حدیث میں بھی مشرق کا لفظ موجود ہے۔ قال وهو مستقبل المشرق ان الفتنة هاهنا ...... "حضور نے مشرق کی طرف منہ کیا اور فرمایا" فتنہ ادھر سے اٹھے گا ﴿تین بار﴾ اور شیطان سیرت لوگ نکلیں گے"۔

☆ وادی نجد ...... نگاہ نبوت میں

حضرت ابن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنا قال قال اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ هُنَالِکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ

"یا اللہ ہمارے شام و یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کی اور نجد میں ...... فرمایا وہاں ﴿نجد میں﴾ زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا گروہ نکلے گا"۔ ﴿بخاری کتاب الاستقاء﴾

یہ حدیث "ترمذی" "مشکوۃ" "موطا" میں بھی وارد ہے۔ اس مقام پر مولوی وحید الزماں صاحب نے "تیسیر الباری شرح بخاری" میں تحقیق کا خون

بڑی بے دردی کے ساتھ کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

''نجد سے مراد وہ ملک ہے عراق کا جو بلندی پر واقع ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کیلئے دعا نہیں فرمائی کیونکہ ادھر سے بڑی بڑی آفتوں کا ظہور ہونے والا تھا۔ امام حسین علیہ السلام بھی اسی سرزمین میں شہید ہوئے کوفہ، بابل وغیرہ یہ سب نجد میں داخل ہیں۔ بعضے بے وقوفوں نے نجد کے فتنے سے محمد بن عبدالوہاب کا نکلنا مراد رکھا ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ مسلمان اور موحد تھے۔ وہ تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کا نکلنا تو رحمت تھا نہ کہ فتنہ''۔

ہم حیران ہیں کہ ''یار لوگوں'' کو جھوٹ بولنے کی کس قدر مشق ہے۔ حالانکہ جغرافئے کا ادنیٰ سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ نجد و عراق دو مختلف علاقے اور مقامات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اہل عراق کیلئے حج کا میقات ''ذات عراق'' مقرر فرمایا۔ ﴿''دار قطنی'' ص ۲۳۶، جلد۲﴾ جبکہ اہل نجد کیلئے ''قرن منازل'' مقرر فرمایا۔ ﴿بخاری﴾ معلوم ہوا کہ نجد و عراق دو جدا جدا علاقے ہیں ورنہ ایک علاقے کیلئے دو میقات مقرر فرمانے کی کیا ضرورت تھی؟ مزید تحقیق کیلئے مولوی مسعود عالم ندوی صاحب کا بیان پڑھیں:

''نجد کا جنوبی حصہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر ''ریاض'' ہے جو آج سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے۔ عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے گردونواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام کی جائے پیدائش ''عینیہ'' اور مرکز دعوت ''درعیہ'' اسی وادی میں واقع ہیں''۔ ﴿حاشیہ ''کتاب محمد بن عبدالوہاب'' ص۱۶﴾

نیز یاد رہے کہ عہد رسالت کے ابتدائی دنوں میں حضور کی دعوت حق کے جواب میں سب سے گندا رویہ بنی حنیفہ نے اپنایا۔ ﴿''الدرر السنیہ'' ص۵۲﴾ پھر اسی حرماں نصیب جگہ سے مذکورہ شخص پیدا ہوا جس نے اپنے اور اپنے ماننے والوں کے سوا تمام امت مسلمہ پر فتویٰ کفر لگایا اور افتراق و انتشار کا ایک بڑا سبب ٹھہرا۔

☆ علم غیب دلیل نبوت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح خیبر کے دن حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بکری کا ﴿بھنا ہوا﴾ زہر آلود گوشت پیش کیا گیا۔ آپ نے تمام یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا اِنِّی سَائِلُکُمْ عَنْ شَیْئٍ فَھَلْ اَنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ "میں تم سے کوئی سوال کرتا ہوں کیا تم سچ بولو گے؟" وہ بولے "ہاں" آپ نے فرمایا "تمہارا باپ کون ہے؟" بولے "فلاں" آپ نے فرمایا کَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْکُمْ فلان "تم غلط کہتے ہو تمہارا باپ تو فلاں ہے"۔ قَالُوْا صَدَقْتَ بولے "آپ نے سچ کہا"۔ پھر آپ نے فرمایا "میں ایک اور سوال پوچھتا ہوں کیا تم سچ بولو گے؟" بولے نَعَمْ یَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنْ کَذَبْنَاکَ عَرَفْتَ کَذِبَنَا کَمَا عَرَفْتَہٗ فِیْ اَبِیْنَا "ہاں! اے ابو القاسم، اگر آپ سے جھوٹ بولیں گے تو آپ کو اسی طرح پتہ لگ جائے گا جیسے ہمارے مورث اعلیٰ کے بارے میں آپ جان گئے"۔ آپ نے پوچھا: "کیا تم نے اس بکری ﴿کے گوشت﴾ میں زہر ملا دیا تھا؟" بولے: "ہاں" فرمایا "کیوں؟" بولے اِنْ کُنْتَ کَذَّابًا نَسْتَرِیْحُ مِنْکَ وَاِنْ کُنْتَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّکَ "اس لئے کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ سے ہمیں نجات مل جائے گی اور اگر سچے ہیں تو یہ "زہر" آپ کو نقصان نہیں دے سکے گا"۔ ﴿بخاری کتاب الطب﴾

☆ حضور ﷺ کی وسعت علمی کا کیا کہنا؟ دنیا کی عیار ترین قوم کو گفتگو میں یوں قائل کر لینا واقعی نبوت کی برھان عظیم ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہودی بھی آپ کے علم غیب کو تسلیم کرنے پہ مجبور ہو گئے مگر کیسا مسلمان ہے وہ؟ جو آقا و مولیٰ کے اس وصف جلیل کا انکار کرنا فرض عین سمجھتا ہے۔ علم غیب، نبوت کی روشن دلیل ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ "میں تمہیں ان چیزوں کی خبر دیتا ہوں جو تم کھا کر آئے ہو اور جو گھروں میں چھپا کر آئے ہو"۔ ﴿القرآن﴾ معلوم ہوا کہ نگاہ نبوت اور علم

رسالت کے سامنے غیب و شہادت یکساں مقام کے حامل ہیں۔

اخبارِ غیبیہ

﴿۱﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یَّقِلَّ الْعِلْمُ وَیَظْهَرَ الْجَهْلُ وَیَظْهَرَ الزِّنَا وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَیَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰی یَكُوْنَ لِخَمْسِیْنَ امْرَاَةً الْقَیِّمُ الْوَاحِدُ ''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم کم ہوگا' جہالت عام ہوگی' علانیہ زنا ہوگا' عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت ہوگی۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی سرپرستی کیلئے ایک مرد نظر آئے گا''۔ ﴿بخاری کتاب العلم﴾

☆ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ كَهٰذَا وَیُشِیْرُ بِاِصْبَعَیْهِ فَیَمُدُّبِهَا ''مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے اور دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا پھر انہیں دراز کر دیا''۔ ﴿بخاری کتاب الرقاق﴾

یاد رکھیں کہ قیامت کا علم علوم خمسہ میں سے ایک ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپ اسے بھی جانتے ہیں۔ کھل کر ظاہر اسلئے نہیں فرمایا کہ آپ عالم ہونے کیساتھ ساتھ حکیم بھی تھے۔ عالم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ علم حاصل ہو اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ماحول کو دیکھ کر بات کی جائے۔ علم قیامت ظاہر فرمانا امت کے حق میں ٹھیک نہیں تھا۔ لہٰذا حکمت سے کام لیتے ہوئے نہ فرمایا۔ اب عدم ظہور پہ عدم وجود کا گمان کرنا بھی انوکھی منطق ہے۔ حالانکہ قیامت اور دور ختم رسالت دو انگلیوں کی مانند ہے۔ اتنی قربت کے باوجود بھی ادراک نہ ہو سکے تو یہ حیرت انگیزی کے ساتھ ساتھ نقص نبوت بھی ہوگا۔ ﴿العیاذ باللہ تعالیٰ﴾ اور یقیناً مقام نبوت نقائص سے بالکل پاک ہے۔

﴿۲﴾ فرمایا یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَیَظْهَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقٰی الشُّحُّ وَیَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ

''زمانے باہم قریب ہوں گے۔ علم اٹھا لیا جائے گا۔ فتنوں کا ظہور ہوگا اور بخل ڈالا جائیگا۔ ہرج زیادہ ہوگا۔ پوچھا ہرج کیا ہے؟ فرمایا قتل''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳﴾ فرمایا ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو بڑے گروہ آپس میں نہ لڑیں گے اور ان کے درمیان زبردست قتال ہوگا اور دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔ جب تک دجال' فسادی اور فریبی لوگ پیدا نہ ہو جائیں۔ جب تک لوگ لمبی اور وسیع عمارتوں کے بنانے میں فخر نہ کریں گے۔ جب تک آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع نہ ہو اور لوگ اسے دیکھ کر ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت کسی کا ایمان نفع دینے والا نہ ہوگا۔ البتہ قیامت آئے گی اس حال میں کہ ایک آدمی اونٹنی کا دودھ لے کر چلا ہوگا مگر پی نہ سکے گا۔ ایک آدمی نے منہ میں رکھنے کیلئے لقمہ اٹھایا ہوگا اور وہ اسے کھا نہ سکے گا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۴﴾ فرمایا: ''قیامت سے پہلے تم چھ چیزوں کو گن لو ﴿۱﴾ میرا سانحہ ارتحال ﴿۲﴾ فتح بیت المقدس ﴿۳﴾ وبائے عامہ جو بکریوں کی بیماری کی طرح پھیلے گی ﴿۴﴾ کثرت اموال ﴿۵﴾ ظہور فتنہ جس سے عرب کا کوئی گھر نہ بچے گا ﴿۶﴾ تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح مگر پھر رومی عہد شکنی کریں گے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۵﴾ ایک اعرابی نے پوچھا مَتیٰ السَّاعَةُ ''قیامت کب آئے گی؟'' فرمایا اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ''جب امانتیں ضائع کی جایا کریں گی تو قیامت کا انتظار کر''۔ پوچھا ''امانتیں کیوں کر ضائع کی جایا کریں گی؟'' فرمایا اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ ''جب حکومت نااہل افراد کے ہاتھ آجائے گی''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۶﴾ فرمایا: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَار'' مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْریٰ ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ارض حجاز سے ایک آگ نہ نکلے جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۷﴾ فرمایا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَار'' تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی

الـمغرب ''قیامت کی پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۸﴾ فرمایا: ''کیا میں تمہیں دجال کا حال بتاؤں؟ مَاحَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ'' قَوْمَهٗ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاَنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ کَمَا اَنْذَرَبِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ

کسی نبی نے آج تک اپنی قوم کو اس کا حال نہیں بتایا کہ وہ کانا ہوگا اور اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی مانند دو چیزیں لائیگا۔ وہ جس چیز کو جنت بتائے گا وہ دوزخ ہوگی اور جسکو دوزخ بتائےگا وہ جنت ہوگی۔ میں تمہیں اس سے خبردار کرتا ہوں جیسے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبردار کیا تھا'' ﴿متفق علیہ﴾ ایک روایت ہے کہ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ ک۔ف۔ر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کفر'' لکھا ہوگا۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۹﴾ فرمایا: خدا کی قسم عنقریب تم میں ابن مریم ﴿علیہما السلام﴾ نازل ہوں گے جو ایک عادل حکمران ہوں گے...... جزیہ اٹھالیں گے اور مال کو بڑھائیں گے۔ اس وقت ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ اس آیہ کریمہ کو پڑھو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کوئی اہل کتاب ایسا نہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے گا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۱۰﴾ فرمایا: ''کوئی زمانہ تم پر ایسا نہ آئے گا کہ اس کے بعد والا زمانہ اس سے زیادہ برا ہو جب تک تم اپنے رب سے ملاقات نہ کرلو''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۱۱﴾ قیامت کے دن خدا تعالیٰ زمین کو اپنے پنجہ قدرت میں لے لے گا اور آسمان کو داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا ﴿یعنی دست قدرت﴾ اور فرمائے گا اَنَا الْمَلِکُ اَیْنَ مُلُوْکُ الْاَرْضِ ''میں ہوں بادشاہ' کہاں ہیں وہ لوگ جو بادشاہی کا دعویٰ کرتے تھے؟'' ﴿متفق علیہ﴾

﴿۱۲﴾ فرمایا: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُکَوَّرَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ''آفتاب و ماہتاب

قیامت کے دن ڈھانپ جائیں گے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۱۳﴾ فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں کو سرخی مائل سفید زمین میں جمع کیا جائے گا جیسی کہ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی ہوتی ہے اور اس زمین میں کسی کا مکان ہوگا نہ عمارت''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۱۴﴾ فرمایا: ''قیامت میں تم ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِبْرَاھِیْمُ'' بیشک قیامت میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۱۵﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یارسول اللہ! عورتیں اور مرد سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے''۔ فرمایا: اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ یَّنْظُرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ ''موقع اس سے زیادہ ہولناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے پر نظر ڈالیں''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۱۶﴾ عرض کی گئی آقا! قیامت کے دن کافر کو منہ کے بل چلا کر کیسے جمع کیا جائے گا؟'' فرمایا ''جس نے دنیا میں پاؤں کے ساتھ چلایا ہے کیا وہ قادر نہیں کہ قیامت میں منہ کے بل چلائے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۱۷﴾ فرمایا: ''قیامت کے دن ایک بڑا موٹا آدمی آئے گا مگر خدا کی نظر میں وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا''۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا ﴿متفق علیہ﴾

﴿۱۸﴾ فرمایا: مَامِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَیُکَلِّمُہٗ رَبُّہٗ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حِجَابٌ'' ...... ''تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جس سے خدا بزرگ و برتر بلاواسطہ اور بے حجاب گفتگو نہ کرے گا ...... بندے کے دائیں اور بائیں اس کے اعمال ہوں گے اور سامنے آگ نظر آئے گی۔ تم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دینا پڑے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۱۹﴾ فرمایا: ''قیامت میں اللہ تعالیٰ مومن کو اپنی ردائے حفاظت میں لے لے گا اور پوچھے گا: ''کیا تو نے فلاں گناہ کیا ہے؟'' بندہ کہے گا ''ہاں'' یہاں تک کہ

اللہ تمام گناہوں کا اعتراف کروا لے گا اور بندہ یہ سوچے گا کہ ''میں ہلاک ہو کر رہ گیا''۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ سَتَرْتُھَا عَلَیْکَ فِی الدُّنْیَا وَاَنَا اَغْفِرُھَا لَکَ الْیَوْمَ ''میں نے دنیا میں تیرے ان عیوب کو چھپائے رکھا اور آج بھی بخش دوں گا...... غرض اسے نیکیوں والا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ پھر کافر و منافق لوگوں کو اہل محشر کے سامنے لایا جائے گا اور پکار کر کہا جائے گا: ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹا بہتان باندھا۔ خبردار ہو ظالموں پر خدا کی لعنت ہے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۲۰﴾ فرمایا: اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَھْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْھَا وَاٰخِرَ اَھْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا ''میں وہ آدمی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے دس گنا زیادہ جگہ عطا فرمائے گا تو وہ حیرت سے کہے گا اَتَسْخَرُ مِنِّیْ اَوْ تَضْحَکُ مِنِّیْ کیا تو مجھ سے استہزا فرماتا ہے...... یہ فرما کر حضور مسکرائے اور فرمایا: ذَالِکَ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً یہ شخص جنتیوں میں مرتبے کے لحاظ سے معمولی آدمی ہوگا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۲۱﴾ فرمایا ''مسلمانوں کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور اس پل پر روک لیا جائیگا جو دوزخ اور جنت کے درمیان ہے۔ پھر ان کے حقوق کا بدلا لیا جائے گا۔ پھر وہ پاک ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں جانے کی اجازت ہوگی۔ خدا کی قسم! وہ جنت میں اپنے مکانوں کو دنیا کے مکانوں سے بڑھ کر پہچانتے ہوں گے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۲۲﴾ ''دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اور مدینہ کا رخ کریگا۔ پھر فرشتے اس کا رخ شام کی جانب پھیر دیں گے اور وہ شام میں قتل کر دیا جائے گا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۲۳﴾ ''مدینہ میں دجال کا رعب اور خوف داخل نہ ہوگا۔ ان ایام میں مدینہ منورہ کے ہر دروازے پر فرشتے مقرر ہوں گے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۲۴﴾ فرمایا: ''جس وقت جنتی اور جہنمی اپنے اپنے مقامات پہ پہنچ جائیں گے تو موت لائی جائے گی اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر

اعلان ہوگا یَـا اَھْـلَ الْجَنَّۃِ لَامَوْتَ وَیَا اَھْلَ النَّارِ لَامَوْتَ ''اے اہل جنت اور اہل جہنم اب کوئی موت نہیں۔ یہ سن کر اہل جنت کی خوشیوں اور اہل جہنم کی مایوسیوں کا کوئی ٹھکانہ ہوگا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۲۵﴾ یہ امت ہمیشہ خیریت سے رہے گی اور اس پر خیر سایہ فگن ہوگی جب تک اس میں ولد الزنا کی کثرت نہ ہوگی۔ جب حرام کاری بڑھ جائے گی تو پھر اندیشہ ہے کہ اسے عذاب سے دوچار کر دیا جائے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۲۶﴾ فرمایا: اِنَّ الْاِیْـمَـانَ لَیَـاْزِرُ اِلَـی الْـمَـدِیْنَۃِ کَمَا تَاْزِرُ الْحَیَّۃُ اِلٰی جُـحْـرِھَـا ''بیشک ایمان مدینہ میں اس طرح سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۲۷﴾ فرمایا: ''میرے حوض کی لمبائی' چوڑائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک خالص سے زیادہ مہک والی ہے۔ اس کے آبخورے ستاروں سے زیادہ چمکیلے ہیں جو ایک بار پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۲۸﴾ فرمایا: ''پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گی۔ ہر ایک آدمی کیلئے دو دو بیویاں ہوں گی۔ ان کی آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید اور سیاہی انتہائی سیاہ ہوگی۔ ہر بیوی پر ستر حلے ہوں گے۔ سب آپس میں خلیق و لیق ہوں گے۔ سب کی شکل اپنے باپ آدم علیہ السلام کی سی ہوگی''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۲۹﴾ فرمایا: ''ہر مومن کیلئے جنت میں موتی کا بنا ہوا ایک خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی۔ ایک ایک کونے میں بیویاں رہائش پذیر ہوں گی کہ ایک دوسری کو نہ دیکھ سکیں''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۰﴾ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا

''جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۱﴾ فرمایا: ''اگر جنتی عورت دنیا کی طرف جھانک لے تو مشرق و مغرب کا ''درمیان'' روشن کر دے اور ساری فضا خوشبو سے معطر معطر کر دے۔ اس کے سر کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے افضل و بہتر ہے''۔ ﴿ایضا﴾

﴿۳۲﴾ فرمایا: ''جنت میں ایک درخت کا سایہ اتنا بڑا ہے کہ کوئی سوار سو برس تک چلتا رہے تب بھی ختم نہ ہو سکے گا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۳﴾ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا ''کیا تم راضی اور خوش ہو؟'' سب کہیں گے: ''ہم راضی اور خوش کیوں نہ ہوں' تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا''۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''کیا میں تمہیں ان تمام نعمتوں سے برتر اور چیز نہ عطا کر دوں؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں تمہیں اپنی خوشنودی عطا کرتا ہوں''۔ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَه' اَبَدًا ''اب میں تم سے کبھی ناخوش نہ رہوں گا''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۴﴾ آپ ﷺ نے ایک دیہاتی کے سامنے ﴿صحابہ سے﴾ خطاب فرمایا ''اہل جنت سے ایک آدمی اپنے پروردگار سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''کیا تو اس حال میں راضی نہیں؟'' وہ عرض کرے گا ''کیوں نہیں! لیکن میں کاشتکاری پسند کرتا ہوں''۔ اسے اجازت دے دی جائے گی۔ پھر وہ بیج ڈالے گا کہ پلک جھپکتے ہی سبزہ اگ آئے گا' بڑھ جائے گا اور کٹ جائے گا' پہاڑوں کے برابر انبار لگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''آدم کے بیٹے تیری خواہش پوری ہوگئی۔ تیری حرص کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرتی''۔ یہ ارشاد سن کر وہ اعرابی بولا ''خدا کی قسم وہ آدمی قریشی ہوگا یا انصاری یہی لوگ زراعت پیشہ ہیں اور ہمارا پیشہ تو زراعت نہیں ہے''۔ یہ سن کر حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ ﴿بخاری﴾

﴿۳۵﴾ ایک دفعہ بدر تاباں کی طرف دیکھ کر فرمایا ''جس طرح تم چاند کو دیکھ رہے ہو اسی طرح اپنے رب تعالیٰ کو دیکھو گے''۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۶﴾ حضور ﷺ نے فرمایا ''دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب جس آدمی کو

دیا جائے گا اسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کے اوپر آگ کے تسمے ہوں گے۔ ان دونوں چیزوں سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا جس طرح دیگ جوش کھاتی ہے۔ وہ آدمی اسے سخت ترین عذاب تصور کرے گا حالانکہ یہ سب سے ہلکا عذاب ہوگا"۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۷﴾ اللہ تعالیٰ دوزخی سے فرمائے گا: "اگر تیرے پاس دنیا کی کوئی چیز ہوتی تو تو اسے دے کر اس عذاب سے چھوٹ جاتا۔ کیا تو ایسے کرنے پر آمادہ ہوتا؟" وہ کہے گا: "ہاں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "میں نے تو تجھے اس سے بھی آسان راستہ بتایا تھا کہ لَا تُشْرِکَ بِیْ شَیْئًا "میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا...... اور تو نے یہ عہد توڑ دیا"۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۸﴾ حضور ﷺ نے فرمایا "دوزخ میں برابر لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا اور وہ کہتی رہے گی: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ "کچھ اور ہے یہاں؟" یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ﴿قدرت کا﴾ پاؤں رکھ دے گا اور پھر وہ سمٹ جائے گی۔ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ "بس! بس! تیری عزت و بزرگی کی قسم"۔ اس طرح جنت میں وسعت ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نئی مخلوق پیدا کرے گا اور خالی مکانات بھر دے گا"۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۳۹﴾ اہل یمن نے حضور ﷺ سے پوچھا "دنیا کس طرح پیدا ہوئی اور اس سے پہلے کیا چیز موجود نہ تھی؟" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ﴿یعنی وہ ابتداء و انتہا سے پاک ہے﴾ اور خدا کا عرش عظیم پانی پر تھا۔ خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو رقم فرمایا"۔ ﴿بخاری﴾﴿۳﴾

☆ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتدائے خلق سے لیکر قیامت اور پھر جو کچھ بعد میں ہوگا سب اسرار و علوم کو بعونہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں حضور کے نور اقدس کے پہلے ہونے کی نفی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ دیگر احادیث مبارکہ سے آپ کے تخلیق اول ہونے کی تائید

حاصل ہوتی ہے جیسا کہ شہرہ آفاق حدیث میں فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ "اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا"۔ ﴿تفسیر نیشا پوری، عرائس البیان، روح البیان، زرقانی شریف، مدارج، عطر الوردہ، ص ۲۴، از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی، آفتاب نبوت، ص ۳۱۹، از قاری طیب دیوبندی﴾

☆ صحابہ کرام ﷡ کا عقیدہ تھا کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ ورنہ یہ سمجھتے ہوئے ﴿کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا﴾ ایسا دقیق سوال پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

﴿۴۰﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر تخلیق سے قبل ایک کتاب میں یہ لکھا کہ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ "بیشک میری رحمت ﴿میرے جلال پر﴾ سبقت لے گئی"۔ ﴿متفق علیہ﴾

﴿۴۱﴾ فرمایا: "جنت اور دوزخ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ دوزخ نے کہا 'مجھے تو سرکشوں اور متکبر لوگوں کیلئے بنایا گیا ہے'۔ جنت بولی "مجھے کیا؟ میرے اندر تو حقیر اور کمزور سے لوگ داخل ہوں گے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ "تو میری رحمت ہے اور میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہوں تیرے ذریعے رحم کرتا ہوں"۔ دوزخ سے فرمایا: اَنْتِ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِیْ تو میرا عذاب ہے، میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہوں تیرے ذریعے عذاب دیتا ہوں......" پھر فرمایا فَلَا یَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا "اللہ اپنی مخلوق میں کسی پر زیادتی نہیں کرے گا۔ ﴿کیونکہ وہ عادل ہے﴾ ﴿ایضا﴾

☆ ازالہ اوہام

آج کل اکثر لوگ حضور ﷺ کے لامتناہی علوم غیبیہ کے بارے میں ابہام و تشکیک کا شکار ہیں اور اپنے گستاخانہ موقف پہ قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ ﴿۳﴾ کا غلط مفہوم نکال کر بڑی سختی کے ساتھ کاربند ہیں۔ ان کا یہی ظالمانہ رویہ احادیث نبوی کے ساتھ دیکھنے میں آرہا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

ذیل میں ''بخاری شریف'' کی ان احادیث کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے جو بعض حضرات کا تختہ مشق بنی ہوئی ہیں۔ کاش وہ لوگ ''روح حدیث'' کو سمجھ لیتے تو موجودہ افتراق وانتشار کی زہر آلود فضا کبھی بھی پیدا نہ ہوتی

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ

☆ حضور ﷺ ایک محفل میں موجود تھے کہ انصار کی بچیاں دف بجا کر مقتولین بدر کے مرثیے گا رہی تھیں۔ اسی دوران کسی بچی نے گانا شروع کر دیا۔ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ ''اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ چھوڑ دو اور پہلے والا گانا شروع کر دو''۔ معلوم ہوا کہ آپ کو کل کا علم نہیں۔

﴿۱﴾ عرض ہے کہ یہ شعر کسی بچی کے ذہن کی تخلیق تو ہو نہیں سکتا اور نہ کسی کافر ومشرک کا کیونکہ کافر ومشرک آپ کو نبی نہیں مانتے تھے۔ اب ماننا پڑے گا کہ یہ شعر کسی صحابی اور عاشق رسول کا ہی ہے۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کہ ﴿کل کا علم اگر کسی اور کے حق میں ثابت کرنا شرک ہے﴾ تو پھر اس صحابی سے متعلق کیا خیال ہے جس نے یہ نعتیہ شعر تخلیق کیا تھا۔

﴿۲﴾ حضور ﷺ نے منکسر المزاجی سے کام لیتے ہوئے اپنی تعریف سننا پسند نہ فرمائی۔ ورنہ آپ اللہ کے کرم سے کل کا علم جانتے ہیں۔ جیسا کہ ''بخاری شریف'' کی احادیث کثیرہ سے ظاہر ہے۔

﴿۳﴾ ''اشعۃ اللمعات'' میں ہے ''گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ در وے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت را ناخوشآمد'' ﴿شارحین نے کہا ہے کہ حضور کا اس کو منع فرمانا بایں معنی تھا کہ اس میں نسبت غیب حضور کی طرف ہے جو ناپسند کی گئی﴾ یہ بات ''مرقات شریف'' میں بھی مرقوم ہے ''ارشاد الساری''

میں ایک یہ احتمال بھی بتایا گیا ہے کہ آپ نے اپنا ذکر لہو ولعب اور گانے بجانے کے دوران پسند نہیں فرمایا لہٰذا بچیوں کو روک دیا۔

☆ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی اور آپ وحی کے انتظار میں رہے۔ اگر علم ہوتا تو پہلے نہ بتا دیتے کہ سیدہ قصوروار نہیں ہیں؟

﴿۱﴾ عرض ہے کہ یہاں بتانے کی نفی ہو سکتی ہے جاننے کی نہیں۔ یہ ضروری نہیں جو کسی چیز کو ظاہر نہ کرے وہ جانتا ہی کچھ نہیں۔ اس حدیث کی ایسی سوقیانہ تشریح حدیث کے متن کے ہی خلاف ہے۔ اسی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَھْلَکَ وَمَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا ''یارسول اللہ! ہم آپ کی زوجہ مطہرہ میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے''۔ بریرہ کنیز نے عرض کی۔ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ اِنْ رَاَیْتُ عَلَیْھَا اَمْرًا اَغْمِصُہٗ عَلَیْھَا ''خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے ان کے اندر ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جس کے باعث الزام دوں''۔

اب آپ ہی دیکھ لیں کہ اگر صحابہ کرام کو اس بات کا علم ہے کہ سیدہ پاک دامن ہیں تو حضور ﷺ کو بدرجہا اولیٰ کیوں نہ ہوگا جن کا ان کے ساتھ گہرا اور انتہائی قریبی رشتہ استوار ہے۔

﴿۲﴾ حضور ﷺ نے واضح طور پر اعلان فرمایا تھا مَاعَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا ''میں اپنی بیوی میں بھلائی ہی دیکھتا ہوں'' اگر اتنے باوثوق الفاظ پہ بھی کسی کو اطمینان قلب نصیب نہ ہو تو پھر ہمارا کیا قصور؟

﴿۳﴾ حضور ﷺ سیدہ کے بارے میں ایک لمحہ بھی متذبذب نہ ہوئے کیونکہ نص قطعی ہے۔ اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ ''گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے''۔ اگر معاذ اللہ سیدہ میں کوئی برائی ہوتی تو امام الانبیاء ﷺ کے دائرہ نکاح میں ہی نہ آتیں' یہ بات جب ہر صحیح العقیدہ مسلمان جانتا ہے تو پھر حضور نہیں جانتے ہوں گے؟

﴿۴﴾ حضور ﷺ چاہتے تھے کہ سیدہ کی گواہی اللہ کے قرآن میں موجود ہوتا کہ قیامت کی دیواروں تک انکا منکر قرآن کا منکر قرار پائے۔ پھر وہی ہوا لَــوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ''مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فورا کیوں نہ کہہ دیا یہ تو کھلا بہتان ہے''۔ اب کیا کوئی قرآن کی اس تنبیہہ میں حضور ﷺ کو شامل کرنے کی جرات کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو ماننا ناگزیر ہوگیا کہ آپ کو سیدہ کے طیبہ و طاہرہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا۔

☆ ۴ھ کو رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان قبیلے کے لوگوں نے بظاہر مسلمان بن کر ستر انصار صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس غرض سے بلایا کہ ان سے تعلیم و تربیت حاصل کرسکیں۔ حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ جب یہ لوگ بئرِ معونہ کے مقام پر پہنچے تو منافقین نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ صرف دو مسلمان زندہ بچے۔ ﴿بخاری و مسلم﴾ اس واقعہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا تو وہ ستر صحابہ کو موت کے منہ میں کیوں جانے دیتے؟

﴿۱﴾ حضور ﷺ کو ہر چیز کا علم تھا مگر ظاہر اس لئے نہیں فرمایا کہ شہادت صحابہ کا وقت آچکا تھا۔ نیز رضائے الٰہی کا بھی یہی تقاضا تھا۔ لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے عزیز ترین ساتھی قربان فرما دیئے اور وہ وفاداران نبوت بھی خوشی سے نثار ہوگئے۔ کسی صحابی نے تو شہید ہوتے وقت یہ اعتراض نہیں کیا کہ نبی علیہ السلام کو پتہ ہوتا تو ہمیں کیوں مصائب کی نذر کرتے؟ ان کا ایمان کامل تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس وقت شہید ہونا اللہ و رسول کی رضا کے مطابق ہے۔ دیکھو! حضرت خلیل علیہ السلام نے بھی منشائے ایزدی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لختِ جگر کے نازک پھول جیسے گلے پہ چھری چلادی تھی۔

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

﴿۴﴾ یہ حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل نے انتہائی ظلم و جور کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہزاروں انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا اور اللہ تعالیٰ نے مزید نبی اس ناہنجار قوم میں مبعوث فرمائے۔ کیا یہاں یہ باغیانہ تصور نہیں ابھر سکتا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو علم غیب ہوتا تو وہ اپنے ہزاروں برگزیدہ انبیاء کرام کو اس ظالم قوم کی طرف کیوں بھیجتا؟ ﴿یاد رہے کہ ''ستیارتھ پرکاش'' نامی کتاب میں ایک ہندو مصنف سوامی دیانند نے عقیدہ توحید پر یہی اعتراض کیا ہے﴾ امید ہے کہ حضور ﷺ کے علم غیب پر حملہ کرنے والے کچھ دیر اس پہلو پر بھی غور کریں گے۔

☆ فرمایا: حوض کوثر پر ہمارے پاس کچھ لوگ آئیں گے۔ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِىْ ان کو ہم جانتے ہوں گے اور وہ ہمیں جانتے ہوں گے۔ پھر ان کے اور ہمارے درمیان آڑ ہو جائے گی۔ ہم کہیں گے یہ تو ہمارے ہیں۔ کہا جائے گا اِنَّکَ لَا تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ ''آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے''۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اپنے اور بیگانے کی بھی پہچان نہیں۔ اگر ہوتی تو کیوں کہتے کہ ''یہ ہمارے ہیں؟''

﴿۱﴾ یہ حدیث بذات خود ایک خبر غیب ہے۔ حیرت ہے کہ حضور قیامت سے پہلے تو انہیں جانتے ہیں مگر بعد میں کسطرح بھول جائیں گے؟ یاد رہے کہ یہاں حضور کا یہ فرمانا ﴿کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں﴾ ایک قسم کا طنز ہوگا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے کہ کافروں کو اس دن کہا جائے گا۔ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ''چکھ عذاب کا مزا تو تو بڑا ہی عزت و کرم والا ہے''۔ یہاں کافر کو عزیز و کریم طنز و طعن کے ساتھ کہا گیا ہے۔ ورنہ کہاں کافر اور کہاں عزت و بزرگی؟

﴿۲﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایسے ہی فرمایا تھا۔ هٰذَا رَبِّىْ'' ﴿کیا﴾ یہ ﴿سورج﴾ میرا رب ہے؟'' مراد یہ ہے کہ یہ کیسے رب ہو سکتا ہے جو ہر روز عروج و زوال کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ رب تو وہ ہے جو لازوال و غیر فانی ذات کا مالک ہے۔

﴿۳﴾ حدیث ہذا کی جو تشریح معترضین نے کی ہے اگر اسے تسلیم کیا جائے تو معاملہ صاف نہیں ہوتا کیونکہ قیامت میں ہر معتوب و مغضوب آدمی کے چہرے پر ایسی علامات ہوں گی جو اسے رسوا کردیں گی۔ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمَاھُمْ ''مجرم اپنے منہ سے ہی پہچانے جائیں گے''۔ اب اگر حوض پہ ملنے والے لوگ مجرم ہیں اور واقعی مجرم ہیں تو پھر ان کے چہروں پر بدبختی کے نشان بھی لازمی ہوں گے۔ کیا حضور نشانات جرم دیکھ کر بھی ان کے کفر و فسق کو نہیں جان سکتے اور ان کے بیگانے ہونے کا ادراک نہیں کر سکتے؟ کیا ان ظالموں نے علم مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ بصارت مصطفیٰ کا بھی انکار شروع کر دیا ہے۔

اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

﴿۴﴾ ان لوگوں کا ''مرتد ہونا'' ایک خاص صفت ہوگی جسکی بنا پر وہ جہنمی ہوں گی۔ مقام لطف ہے کہ حضور ان کی صفت خاصہ ہزاروں سال پہلے بیان فرمارہے ہیں اور بقول معترض دیکھ کر بھی نہیں جانیں گے۔ آخر اس توہین کی کیا وجہ ہے؟

جب سر محشر وہ پوچھے گا بلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

﴿۵﴾ حضور ﷺ اور فرشتوں کے درمیان مکالمہ دراصل اس وقت ان لوگوں کو سنا کر غمگین کرنے کیلئے ہوگا اور اہل زمانہ پر بھی واضح ہو جائے کہ اس وقت کی مایوسی ذلت اور بے چینی سے تب ہی بچا جا سکتا ہے جب غلامی رسول میں شب و روز بسر کئے جائیں۔

☆ حاصل تحریر

مذکورہ صدر احادیث مقدسہ نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اصلاح احوال کے ساتھ نبی غیب دان ﷺ کی علمی رفعت و منزلت آفتاب نیمروز کی طرح عیاں ہو

جائے۔ ''بخاری شریف'' کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں ہزاروں ایسی روایات ہیں جن میں آپ نے قیامت ہی نہیں بلکہ بعد کے حالات بھی ظاہر فرما دیئے ہیں۔ جن مقامات پر آپ نے سکوت فرمایا' وہاں آپ کے بحر سکوت سے ہزاروں آسائشوں' نعمتوں اور حکمتوں کے جواہر مفلسان امت کے ہاتھ آئے مثلاً جہاں سیدہ صدیقہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا تھا' آپ نے سکوت فرمایا' صحابہ رضوان اللہ علیہم کو انتظار اور پانی کی قلت کی وجہ سے تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ تکالیف صحابہ پہ رحمت حق جوش میں آئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے آیہ تیمم قیامت تک کی راحتوں اور آسودگیوں کی امین بن کر نازل ہوئی تو ہم جیسے کم عمل لوگوں کیلئے بھی آسانی کی راہیں نکل گئیں۔ بعدازاں اونٹ اٹھایا تو ہار بھی مل گیا۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل' غیاب و جستجو' عشق' حضور و اضطراب

حواشی دریچہ دوم

﴿۱﴾ لامتناہی علوم کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ نَعَمْ یَصِحُّ فِیْهِ عَدَمُ التَّنَاهِیْ بِمَعْنٰی لَاتَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ وَهٰذَا مَحَال'' فِی اللّٰهِ سُبْحَانَه' وَتَعَالٰی لِاَنَّ عُلُوْمَه' وَصِفَاتَه' جَمِیْعًا مُتَعَالِیَةً عَنِ التَّجَدُّدِ ''ہاں علم خلق میں اس معنی سے غیر متناہی ہونا ٹھیک ہوسکتا ہے کہ آئندہ کسی حد پر اس کی روک نہ کر دی جائے ﴿یعنی ہمیشہ بڑھتا رہے﴾ اور اس معنی سے لامتناہی اللہ تعالیٰ کیلئے محال اس واسطے کہ اس کی صفات وعلوم تغیر سے برتر ہیں''۔ اس کی تائید نصوص قطعی سے حاصل ہے۔

☆ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ ''اور آپکو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

☆ وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْن ''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں'' وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْن ''ہر خشک وتر کا بیان اس روشن کتاب میں ہے''۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰن ''بڑی ہی رحمت والے نے ﴿اپنے محبوب کو﴾ قرآن سکھا دیا''۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر خشک وتر کا علم اپنے نبی کو عطا فرما دیا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے۔ فَرَاَیْتُه' عزوجل وَضَعَ کَفَّه' بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَانَا مِلِهٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فتجلّٰی لِیْ

كُلِّ شَيْئٍ وَعَرَفْتُ ''میں نے رب کو دیکھا' اس نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے سینہ میں محسوس کی۔ پس میں نے ہر چیز کو پہچان لیا اور ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی۔ ایک روایت میں ہے فَعَلِمْتُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے میں نے سب کچھ جان لیا۔ مسند احمد' طبقات ابن سعد' طبرانی میں ہے لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِى السَّمَاءِ اِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا ''حضور نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا نہیں جس کا علم حضور نے ہم سے ذکر نہ فرمایا ہو''۔

﴿۳﴾ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ ''بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا۔

﴿مصنف عبدالرزاق' مواہب اللدنیہ' مدارج النبوۃ' زرقانی شریف' انوار المحمدیہ' سیرت حلبیہ' نشر الطیب﴾

﴿۴﴾ وہ آیات مبارکہ یہ ہیں قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ''تم فرماؤ! اللہ کے سوا زمین و آسمان کے غیب کوئی نہیں جانتا۔ یاد رہے کہ اس آیہ مقدسہ میں غیب ذاتی و کلی کی نفی ماسوا اللہ کیلئے ثابت ہے نا کہ عطائی کا۔ ہم حضور کو بالذات و بالاستقلال نبی غیب داں نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا سے ﴿جو غیب انہیں حاصل ہے﴾ اسے تسلیم کرنا باعث ایمان جانتے ہیں۔

اپنے آپ تو نہیں مگر کیا اللہ کے بتانے پر بھی آپ کچھ نہیں جانتے؟ اس سوال کا جواب قرآن کریم میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾ كَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین اور آسمانوں کی بادشاہیاں دکھا دیں کہ وہ اہل یقین میں سے ہو جائیں''۔

﴿۲﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

''اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیا کے نام بتائے''۔

اس آیہ کی شرح میں مفسرین نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں' تمام انسانوں' تمام جنسوں' تمام زبانوں کا عالم ثابت کیا ہے۔ ﴿دیکھیں ''تفسیر مدارک'' ''تفسیر خازن'' ''تفسیر کبیر'' ''تفسیر روح البیان''﴾ ''تفسیر ابوالسعود'' میں ہے۔ وَقِيْلَ اَسْمَآءَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ''اور کہا گیا کہ آپ کو جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب چیزوں کا علم دیا گیا''۔ علم آدم اور علم ابراہیم علیہ السلام کی یہ وسعت ہے تو تاجدار انبیاء ﷺ کا کیا عالم ہوگا؟

﴿۳﴾ فَلا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَداً اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ
''تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو ﴿مسلط فرماتا ہے﴾''۔

﴿۴﴾ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ
''اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں وہ چن لیتا ہے۔ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے ﴿اور اس کو علم غیب عطا کر دیتا ہے﴾''۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا مگر اللہ کی عطا سے اس کے پیغمبر سب کچھ جانتے ہیں۔

☆ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ '' مَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَاتَدْرِیْ نَفْس '' بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اَنَّ اللّٰهَ عَلِیْم '' خَبِیْر '' ''بیشک قیامت کا علم، بارش کا علم، رحم مادر کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کوئی کس جگہ مرے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا، خبر والا ہے''

اس آیہ مقدسہ میں ''علوم خمسہ'' کا ذکر ہے جو ذاتی طور پر اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی عطا سے حضور بھی جانتے ہیں۔ جیسا کہ سابقہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اب مفسرین قرآن کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ ''تفسیرات احمدیہ'' میں ہے کہ خَبِیْر '' بِمَعْنَی الْمُخْبِرِ ''یعنی خبیر کا معنی ''مخبر'' یعنی بتانے والا ہے''۔ ثابت ہوا کہ علوم خمسہ اللہ نے محدود نہیں کر رکھے بلکہ اپنے محبوبوں کو ان کا علم عطا فرما دیتا ہے جو کہ اسی آیت سے ظاہر ہوگا۔ ''تفسیر صاوی'' میں ہے اَیْ مِنْ حَیْثُ ذَاتِهَا وَمَا بِلاَ غْلَامِ اللّٰهِ لِلْعَبْدِ فَلَا مَانِعَ مِنْهُ کَالْاَنْبِیَاءِ وَبَعْضِ الْاَوْلِیَاءِ ''یعنی ان ﴿علوم خمسہ﴾ کو کوئی نہیں جانتا لیکن کسی بندے کا اللہ کے بتانے سے جاننا کوئی مانع نہیں۔ جیسے انبیاء وبعض اولیا ﴿جانتے ہیں﴾''۔

''لمعات'' میں ہے اَلْمُرَادُ لَایَعْلَمُ بِدُوْنِ تَعْلِیْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی'' مراد یہ کہ ان ﴿علوم خمسہ﴾ کو اللہ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اسی بات کی ''تفسیر روح البیان''، ''عرائس البیان''، ''تاب الابریز''، ''روض النظیر'' وغیرہ میں بھی تصریح پائی جاتی ہے۔ یاد رکھیں شرک وکفر تو تب عائد ہوگا جب ہم حضور کو بالذات ان علوم غیبیہ کا عالم کہیں۔ انشاء اللہ ایسا کوئی حوالہ ہماری کسی کتاب سے قطعاً ثابت نہیں ہوسکتا۔ ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ باقی اس مضمون کی جتنی آیات مبارکہ بھی ہیں سب کو تفاسیر عمائد امت یا پھر قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسائل حل ہو جانے کے ساتھ ساتھ مختلف مکاتب فکر کے درمیان اتفاق واتحاد کی راہ بھی ہموار ہوسکتی ہے۔

دریچہ سوم

صاحبِ کوثر کے اِختیارات

خزانہ ارض کی کنجیاں
قاسم کنز نعمت
ماہ کا کلیجہ چر گیا

صاحبِ کوثر کے اِختیارات

''ربیعہ مانگو'' ﴿ کیا مانگنا چاہتے ہو ﴾

''یارسول اللہ! گل کدۂ فردوس میں آپکی رفاقت''۔ ﴿ یہی حاصلِ تمنا ہے ﴾

''اس کے علاوہ؟''

''اور کیا چاہوں''۔ ﴿ بس ﴾

تجھ کو تجھی سے مانگ کر مانگ لی ساری کائنات

دیکھو! دیکھو! دینے والے کے بحرِ عطا کی بیکرانیاں اور لینے والے کے حُسن طلب کی بے ساختگیاں' جو عطا کر رہا ہے وہ صفتِ کن کا مظہرِ اتم ہے' جو دامن وا کئے ہے وہ ذوق و وجدان کا مجسمہ ہے۔ کائنات کے تمام خزانے ان کے نام ہیں؟ علم و عرفان' دین و دنیا' عزت و آبرو' ایمان و ایقان' مال و اولاد' رحمت و بخشش اور فضل و مہر غرض کہ ہر چیز جو دائرہ ممکنات میں ہے ان کے قدمِ اطہر کا صدقہ اہل جہان کو میسر ہے۔ اختیارات کا یہ عالم...... اللہ اکبر! اِنَّـا اَعْـطَیْـنٰـکَ الْکَوْثَر ''ہم نے آپکو خیر کثیر عطا فرمائی''۔

قوانین اسلام سرورِ دو عالم ﷺ کے مرہونِ منت فرما دیئے گئے۔ وَمَـا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہ' وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ''جو کچھ رسول عطا کرے لے لو اور جو منع کرے تو رک جاؤ''۔ اُن کے اشارۂ ابرو سے نبضِ ہستی رکنے اور چلنے پر مجبور کر دی گئی۔ شب و روز اور مہر و ماہ کی گردشیں دیوانہ واران کے قدموں سے لپٹنے لگیں۔ ستاروں کے خوبصورت جہان' اوج ثریا اور کہکشاؤں کی رفعتیں غبارِ راہ

ہو گئیں۔ کون کہتا ہے انہیں اختیار نہیں؟ ہمیں تو دنیا و عقبیٰ کا ذرہ ذرہ یہی نغمہ الاپتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

خزانہ ارض کی کنجیاں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی احسن ﷺ ایک بار مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور شہداء احد کیلئے نماز پڑھی اور فرمایا۔

اِنِّیْ فَرَطٌ " لَکُمْ فَاَنَا شَهِیْدٌ " عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ عَلٰی حَوْضِیْ الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا

"میں تمہارا پیشرو ہوں، تم پر گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت مشاہدہ فرما رہا ہوں اور مجھے زمینکے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئیں یا زمین کی کنجیاں، خدا کی قسم مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے، ہاں یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں مگن ہو جاؤ گے" ﴿بخاری کتاب الجنائز﴾

حدیث ھٰذا سے یہ امور ثابت ہوئے۔

﴿۱﴾ نبی اکرم ﷺ زمین پہ کھڑے ہو کر اپنا حوض ﴿کوثر جو سات آسمانوں کے اس پار فردوس بریں میں ہے﴾ دیکھ لینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ موجودہ سائنسی دور میں دور بین اور خوردبین سے سینکڑوں ہزاروں میل دور کی چیزیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ نبی کی قوت بصارت دور بین سے ہزاروں درجے زیادہ افضل و اعلیٰ ہے، لہٰذا یہ امر باعث حیرت نہیں۔

﴿۲﴾ زمین کے تمام خزانے آپ کی ملکیت میں ہیں' آپ کے زیر تصرف ہیں' جسے چاہیں' جتنا چاہیں' جس وقت چاہیں' مالا مال کر سکتے ہیں۔

﴿۳﴾ امتِ مسلمہ شرک جیسی مہلک بیماری کی شکار نہ ہوگی۔ یہ ''بعض لوگوں'' کی ہٹ دھرمی ہے کہ خواہ مخواہ غلامان مصطفیٰ پر شرک و کفر کے دل آزار فتوے صادر کرتے رہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے قسماً فرمایا کہ ''تم میرے بعد مشرک نہیں ہوگے''۔ حیرت ہے کہ ان ''سنگ دلوں'' کو حضور ﷺ کی قسم پر بھی اعتبار نہیں۔ کاش یہ جان لیں کہ ایسا کرنا رسول کی صداقت کا انکار کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ فرط ہیں لہٰذا قبر و حشر میں کارسازی فرمائیں گے۔ شہید ہیں لہٰذا امت کے گواہ و نگہبان ہیں' مدینہ منورہ سے حوض ملاحظہ فرماتے ہیں اور زمین کے مختار ہیں۔ یہی عقائد اہلسنت ہیں جن پر مخالفین شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ قسم کھا کر وضاحت فرما رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی عقیدہ بھی توحید کے منافی نہیں۔

﴿۴﴾ مسلمان زلف دنیا کے اسیر ہو جائیں گے۔ دیکھ لیں آج کا مسلمان حصُول سیم و زر میں کس قدر آگے نکل چکا ہے کہ حلال و حرام کی تمیز بھی قابل غور نہیں سمجھتا۔ دنیوی لالچ جیسی قباحت اس کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ اقبال محو گریہ ہے۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیاہے تیرا جذب قلندرانہ
اے لا اِلٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ' کردار قاہرانہ

☆ قاسم کنز نعمت

حضرت معاویہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فہم و تدبر عطا فرما دیتا ہے۔ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ اور میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ میرا اللہ مجھے

عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے کلمہ پر قائم رہے گی۔ کوئی مخالف اسے زک نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے"۔ ﴿بخاری کتاب العلم﴾

الفاظ حدیث پر غور کریں یُعْطِی مضارع کا صیغہ ہے جس میں حال واستقبال دونوں زمانے پائے جاتے ہیں۔ معنی یہ ہوا کہ "میرا اللہ مجھے عطا فرماتا ہے اور عطا فرماتا رہے گا اور میں جملہ نعمتوں کو تقسیم کرتا ہوں اور تقسیم کرتا رہوں گا"۔ پھر الفاظ میں کوئی قید نہیں۔ "اطلاق عام" سے ثابت ہوا کہ دنیا و عقبیٰ کی ہر نعمت و برکت اور ہر جاہ و منصب حضور ﷺ کے ہی توسل سے سب کو حاصل ہوتا ہے۔ کوئی آپ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر رسول ہو کر بھی ہمارے آقا و مولا کی شریعت مطہرہ پر عمل کرنا مایہ افتخار تصور فرمائیں گے۔ سبحان اللہ! اینٹ کا سرھانا اور کھجور کا بچھونا استعمال فرمانے والا یہ عظیم المرتبت محبوب ﷺ کیسے عوام اور خواص کا مرجع و محور بنا دیا گیا ہے۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اِن کے خالی ہاتھ میں

اس ذرہ ناچیز نے کچھ یوں عرض کیا ہے۔

ہر گدا پر ہر گھڑی ہے ہر طرح نظر کرم
دین و دنیا مل رہے ہیں اُن کے فیضِ عام سے

☆ خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور اپنے ننھیال میں قیام فرمایا اور سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کیا جائے۔ تب اللہ نے فرمایا۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا "ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپکا آسمان کی طرف رخ انور اٹھانا تو ہم آپ کو پھیر دیں گے

اسی قبلہ کی طرف جس میں آپ کی خوشی اور رضا ہے'' ﴿بخاری کتاب الایمان، مسلم، ترمذی، نسائی، ابواب الصلوۃ﴾

قرآن و حدیث سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رضائے مصطفیٰ کی کس قدر اہمیت ہے۔ کتنا غلط ہے یہ نظریہ کہ ''حضور کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''۔ یہاں آپ کی خواہش کا اتنا احترام کیا جا رہا ہے کہ کعبہ ﴿جہاں سینکڑوں بت پڑے ہوئے تھے﴾ قبلہ اسلام بنا دیا گیا۔ اگر آپ کی مرضی سے کعبے کو یہ شرف حاصل ہوسکتا ہے تو پھر یقیناً بحرِ محشر کے ہولناک گرداب میں ہچکولے کھاتی کشتی امت بھی ساحلِ عافیت سے ہمکنار ہوسکتی ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ''عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے''۔ ﴿حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی دعا محفوظ کر لی کہ محشر میں وقت شفاعت امت کو بخشوالیا جائے۔ ﴿بخاری﴾ آپکی رضا یہی ہے کہ اللہ امت کی بیچارگی پر رحم فرمائے ؎

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

☆ اشارۂ ابرو سے قانون بدلتے ہیں

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دربار گوہر بار میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا ''یارسول اللہ! میں تباہ ہوگیا''۔ آپ نے فرمایا ''کیوں؟'' وہ کہنے لگا ''میں حالت روزہ میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں'' آپ نے فرمایا ''تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کرسکو''؟ وہ بولا ''نہیں'' فرمایا ''تم دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ سکتے ہو؟'' وہ بولا ''نہیں'' فرمایا ''ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟'' وہ بولا ''نہیں'' یہ سن کر آپ ٹھہرے رہے۔ اتنے میں آپ کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا آیا فرمایا ''یہ تھیلا لے جاؤ اور خیرات کر دو'' وہ کہنے لگا ''کیا اس پر صدقہ کروں جو مجھ سے بھی زیادہ محتاج ہے، قسم خدا کی مدینہ

کے دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان میرے اہل خانہ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں"۔ حضور مسکرا دیئے کہ سامنے کے دانت دکھائی دینے لگے۔ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ فرمایا "جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو"۔ ﴿کفارہ پورا ہو جائے گا﴾ ﴿بخاری کتاب الصوم دار قطنی، مرقاۃ﴾

یہ حضور ﷺ کے خداداد اختیار کی کیفیت ہے کہ جس کو چاہیں حکم شرعی سے بھی مستثنیٰ فرما سکتے ہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

☆ حضرت براء ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کی وہ قربانی نہیں ہوئی" ﴿بلکہ وہ محض کھانے کیلئے گوشت ہے﴾ پس ابو بردہ بن نیاز ﷺ کہنے لگے "میں نے اپنی قربانی تو نماز سے پہلے کر دی ہے"۔ آپ نے فرمایا "وہ قربانی نہیں ہوئی" عرض کی "یارسول اللہ! میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے زیادہ پیارا ہے کیا اس کی قربانی دے سکتا ہوں؟" فرمایا نَعَمْ وَلَنْ نَجْزِىَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ "ہاں مگر تمہارے بعد کسی اور کیلئے جائز نہیں ہوگا"۔ ﴿بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ﴾

دیکھئے! قانون کچھ بھی ہو لیکن جب مختار کل نبی کا اشارہ ہو جائے تو وہ اپنی حالت تبدیل کر لیتا ہے۔ ﴿۱﴾

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

مذکورہ حدیث کی شرح میں مفسرین کا قول ہے۔ خُصُوْصِيَّةٌ لَهٗ لَا تَكُوْنُ بِغَيْرِهٖ اِذْ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَخُصَّ مَنْ شَاءَ بِمَنْ شَاءَ مِنَ الْاَحْكَامِ "حضور نے یہ رخصت ابو بردہ کو عطا فرمائی کسی اور کو نہیں مل سکتی کیونکہ آپ جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔ ﴿ارشاد الساری﴾

مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انَّه' كَانَ يَخُصُّ مَنْ شاء بِمَاشاء مِنَ الْاَحْكَامِ ''یہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ عام قانون سے جسے چاہتے خاص فرمادیتے''۔ ﴿مواہب لدنیہ﴾

یہی بات امام سیوطی نے ''خصائص الکبریٰ'' میں نقل فرمائی ہے۔ بخاری' مسلم اور بیہقی شریف میں مذکورہ حدیث حضرت عقبہ بن عامر ﷜ کے بارے میں مروی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ اختیار آپ ﷺ کے پاس دائمی ہے۔ مزید دلائل و براہین نقل کئے جاتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر ﷜ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ بنت رسول کریم ﷺ زوجہ عثمان غنی ﷜ علیل تھیں۔ حضور نے حضرت عثمان ﷜ کو صاحبزادی کی تیمارداری کیلئے مدینہ منورہ میں رک جانے کا حکم دیا۔ فرمایا اِنَّ لَکَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَه' ''بیشک تمہارے لئے حاضرین بدر کا ثواب اور مال غنیمت کا حصہ ہے''۔ ﴿بخاری' ترمذی' مسند احمد' ابوداؤد﴾ یاد رہے کہ یہ حصہ صرف حضرت عثمان ﷜ کو ملا کسی اور کو نہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلَاةٍ ''اگر تکلیف امت کا خیال نہ ہوتا تو میں فرض فرمادیتا کہ ہر نماز کے ''وضو'' سے پہلے مسواک کریں'' ﴿بخاری' مسلم' نسائی' ابن ماجہ' احمد' مالک﴾ محدثین کرام نے اسے حدیث متواتر و روایت صحیح کا نام دیا ہے۔

☆ مالک شریعت

حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''مکہ مکرمہ حرم ہے۔ حرم کے کانٹے نہ کاٹے جائیں' درخت نہ اکھاڑے جائیں' یہاں کی چیز ﴿پڑی ہوئی﴾ نہ اٹھائی جائے۔ قَالَ رَجُلٌ '' مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَارَسُوْلَ

اللّٰہِ فَاِنَّا نَجْعَلَہ' فِیْ بُیُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا فقال النَّبِیُّ صلَّی اللّٰہُ علَیْہِ وَسلَّمَ اِلَّا الْاَذْخِرَ ایک قریشی نے استدعا کی کہ ''یارسول اللہ ﷺ اذخر گھاس ﴿اس کو حرام نہ فرمائیں﴾ کیونکہ یہ ہمارے گھروں اور قبروں کے کام آتی ہے''۔ فرمایا ''مگر اذخر یعنی یہ کاٹنا جائز ہے''۔ ﴿بخاری کتاب العلم، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مختلف راویوں سے﴾

حضور ﷺ مختارِ شریعت ہیں۔ حلال و حرام فرمانے کا مکمل حق رکھتے ہیں، آپ کو اس تحریم و تحلیل کے اختیارات اللہ تعالیٰ نے تفویض فرمائے۔ نص قرآنی ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

''اوران کیلئے ستھری چیزیں حلال فرماتا ہے اور گندی چیزیں حرام کرتا ہے''۔

اس آیہ مقدسہ میں حلال و حرام کی نسبت خود پروردگارِ عالم نے اپنے محبوب کی طرف فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

''اور اسلئے کہ حلال کردوں تمہارے لئے کچھ چیزیں جو تم پر حرام تھیں''۔

علمائے حق نے شریعت مطہرہ کی دوسری قسم یوں بیان فرمائی ہے:

مَا اَبَاحَ الْحَقُّ تَعَالٰی لِنَبِیِّہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَنْ یُّسَنَّہ' عَلٰی رَاْیِہٖ ھُوَ كَتَحْرِیْمِ لُبْسِ الْحَرِیْرِ عَلَی الرِّجَالِ وَقَوْلِہٖ فِیْ حَدِیْثِ تَحْرِیْمِ مَكَّۃَ اِلَّا الْاَذْخِرَ ......

''جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اختیار دیا کہ خود اپنی رائے سے جو رائے چاہیں قائم فرما دیں۔ مردوں پر ریشم پہننا حرام قرار دینا اور حرمتِ مکہ سے اذخر گھاس کو نکال دینا اسی قسم سے ہے''۔ ﴿میزان شریف از امام شعرانی﴾

☆ مدینہ منورہ کو حرم بنا دیا

فرمایا اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَابَیْنَ لَابَتَیْھَا ''میں مدینہ کے کناروں کے درمیان حرم بناتا ہوں۔ ﴿بخاری، مسلم، احمد، طحاوی﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

نبی محتشم ﷺ نے فرمایا ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ طیبہ کو حرم بناتا ہوں''۔ ﴿بخاری، مسلم، نسائی﴾ (۲)

تیری قضا خلیفہ احکام ذی الجلال
تیری رضا حلیف، قضا و قدر کی ہے

☆ حضور ''آقا و مولا'' ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا ''قریش، انصار، جہینہ، مزینہ، اسلم، اشجع اور غفار کے آزاد کردہ غلاموں کا لَیْسَ لَهُمْ مَوْلاً دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه ''اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی آقا نہیں''۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

یہاں معاشرہ میں موجود آوارہ مزاجوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام کہلوانے کو ''شرک کا مرتکب'' سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نص قطعی بھی تائید فرما رہی ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ
''اے محبوب فرما دیں اپنے ان غلاموں کو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں''۔

صحابہ کرام نے اپنے آپ کو حضور کا خادم و غلام تصور کرنا باعث اکرام جانا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کُنْتُ عَبْدَه، وَخَادِمَه، ﴿الریاض النضرہ، ص ۵، جلد دوم، کنز العمال، ص ۱۴۷، جلد سوم﴾ ''میں حضور کا بندہ اور خادم تھا''۔ افسوس ہے ان ناعاقبت اندیشوں پر جو آپ کا غلام بننا ''شرک'' سمجھتے ہیں۔ کاش کوئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر دیکھے کہ ان کی غلامی میں کیسی کیسی سلطنتیں اور سطوتیں چھپی ہوئی ہیں۔ حضرت اقبال کہتے ہیں ؎

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

☆ صحابہ کرام کا یقینِ محکم

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ خندق کی جانب تشریف لائے۔ آپ نے دیکھا کہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ جب آپ نے ان کی محنت و مشقت اور بھوک دیکھی تو زبان مبارک سے یہ کلمات جاری ہوئے۔ ''اے اللہ راحت تو آخرت کی راحت ہے' بس میرے مہاجرین و انصار کی مدد فرما'۔ یہ سن کر شمع رسالت کے پروانوں نے جواب دیا۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

یعنی ''ہم تو سرورِ کونین کے ہاتھوں بک گئے ہیں۔ ہمارا عزم جہاد عمر بھر زندہ رہے گا''۔ ﴿بخاری شریف' غزوۂ خندق﴾

اللہ اکبر! صحابہ کرام کا متفقہ نظریہ حیات یہ تھا کہ وہ خود کو حضور ﷺ کے غلام اور خادم تصور کیا کرتے تھے۔ کیا کوئی ''خود ساختہ توحید'' کی تبلیغ کرنے والا جرأت کرسکتا ہے کہ قرنِ اول کی ان پاک ہستیوں پر ''شرک و کفر'' کا سنگین فتویٰ صادر کرے؟ اگر نہیں تو خدارا سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہ پیارا عقیدہ آج کی ''بدعت'' نہیں بلکہ پندرہ سو سال سے تمام اکابر و عمائد امت کا مقبول قلب و نظر چلا آرہا ہے۔ اس عقیدے پر ''شرک و کفر'' کا فتویٰ صادر کرنے والے خود ''بدعت وضلالت' کا شکار ہیں''۔

فرصت ملے تو اپنا گریباں بھی دیکھ لے

اے دوست یوں نہ کھیل میری بے بسی کے ساتھ

☆ حضرت ابن رواحہ ﷺ کے نعتیہ شعر پر غور فرمائیں۔

اَرَانَا الْهُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی قُلُوْبُنَا

بِهٖ مُوْقِنَاتٌ '' اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ''

یعنی ''ہم جیسے اندھوں کو وہی تو راستہ دکھاتے ہیں اور جو وہ عالی جناب فرما دیں بس وہی کچھ ہوتا ہے''۔

''خودساختہ توحید'' کے مطابق یہ شعر سراسر شرک آمیز اور کفر آلود ہے کیونکہ اس کے مطابق اللہ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دیتا اور نہ کسی کا یہ اختیار ہے کہ جو زبان سے نکالے وہی پورا ہو جائے۔ مگر صحابیِ رسُول نے اس نظریے کی تردید فرمائی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ کی عطا سے ہمارے آقا بھی ہدایت دیتے ہیں اور صفت کن کے مظہر کامل ہیں۔ آگے حضور ﷺ نے بھی اس شعر کی تردید نہیں فرمائی بلکہ مہر توثیق ثبت فرمائی۔ ''اے ابو ہریرہ! تمہارا بھائی ﴿ابن رواحہ﴾ لَایَقُوْلُ الرَّفَثُ گندی باتیں نہیں کرتا''۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾ معلوم ہوا کہ حقیقی اسلام یہ ہے کہ رسول پاک کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، ان کا حکم اللہ کا حکم ہے، ان کی رضا اللہ کی رضا ہے، جس نے ان کی صفاتِ عالیہ کا انکار کیا اس نے اللہ کی صفاتِ واجبہ کا انکار کیا کیونکہ ان کی صفات اللہ کی صفات کی مستند دلیل ہیں۔ ﴿۳﴾ ان کی ذات اللہ کی ذات کی مظہر اتم ہے۔

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

☆ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چادر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی۔ ''آقا میں جو کچھ آپ سے سیکھتا ہوں بھول جاتا ہوں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی چادر پھیلاؤ''۔ انہوں نے چادر پھیلائی تو آپ نے دونوں ہاتھوں کی لپ بنائی اور اسے چادر میں ڈال دیا۔ فرمایا ''ابو ہریرہ! اسے لپیٹ لو'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے چادر لپیٹ لی، پس اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔ ﴿بخاری کتاب العلم﴾

حضور اکرم ﷺ کے عطا کردہ حافظہ کی برکت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے

تقریباً پانچ ہزار حدیثیں روایت فرمائی ہیں۔ آپ تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ "مجھے حضور نے علم کے دو تھیلے عنایت فرمائے۔ ایک کو عام کرتا ہوں اگر دوسرا تھیلا بھی عام کر دوں تو تم لوگ میرا نرخرہ کاٹ دو"۔ ﴿ایضاً﴾ خفیہ تھیلے سے صوفیاء کرام کا باطنی علم ظاہر ہوتا ہے جس کو قرآنی اِصطلاح میں علمِ لدنی بھی کہتے ہیں۔

☆ حدیث معراج...... پچاس نمازوں کا پانچ کروانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:
"جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے۔ وہ مجھے سات آسمانوں کی سیر کیلئے لے گئے۔ وہاں حضرت آدم، ادریس، موسیٰ، ہارون، یوسف اور ابراہیم علیہم السلام نے میرا استقبال کیا۔ ثُمَّ عَرَجَ بِیْ حَتّٰی ظَھَرْتُ لِمُسْتَوٰی اَسْمَعُ فِیْہِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ پھر مجھے جبرئیل لے کر چل دیے اور میں ہموار اور بلند مقام پر جا پہنچا جہاں میں نے قلم ﴿قدرت﴾ کے چلنے کی آواز سنی۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ یہ حکم لے کر پلٹا تو راہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا "اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض فرمایا ہے؟" میں نے کہا "پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں"۔ انہوں نے کہا "واپس لوٹ جائیں"۔ ﴿کیونکہ آپ کی امت میں اس کے ادا کرنے کی طاقت نہیں﴾ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ معاف فرما دیا۔ ﴿اسی طرح آپ نے کئی بار بارگاہ صمدیت میں حاضری دی﴾ یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ھِیَ خَمْسُوْنَ وَھِیَ خَمْس "لَایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ" "یہ پانچ بھی پچاس کے برابر ہیں کیونکہ ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی"۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اب بھی "لوٹ جائیں"۔ میں نے کہا "مجھے اپنے رب سے کچھ کہتے ہوئے حیا محسوس ہوتی ہے"۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا وہاں بہت سے رنگ

چھائے ہوئے تھے۔ پھر میں جنت میں داخل ہوا''۔ ﴿بخاری کتاب الصلوٰۃ، مسلم کتاب الایمان، ترمذی کتاب التفسیر، نسائی کتاب الصلوٰۃ﴾

یہ حدیث مبارک کا خلاصہ ہے جس سے چند اُمور ثابت ہوئے۔ ﴿۴﴾

﴿۱﴾ حضور ﷺ نے جسم اور روح دونوں کے ساتھ معراج فرمائی۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی''۔ عبد کا اطلاق روح مع الجسد پر ہوتا ہے۔ نیز اسریٰ فعل ہے اور فعل میں اصل یہی ہے کہ وہ حالت بیداری میں ہو۔ ﴿فیوض الباری شرح بخاری﴾

﴿۲﴾ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رب العزت کی عطا سے زندہ جاوید ہیں۔ اجسام کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم، موسیٰ اور ادریس علیہم السلام کی ارواح مطہرہ کو دیکھا بلکہ یہ فرمایا کہ میں نے حضرت آدم، موسیٰ اور ادریس علیہم السلام کو ﴿ہی﴾ دیکھا یعنی روح مع الجسم کے ساتھ دیکھا۔

﴿۳﴾ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی بات مانتا ہے اور ان کو اختیار حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں گزارشات پیش کر سکیں۔ اگر کوئی اس عقیدے کو نہیں تسلیم کرتا تو اسے چاہیے کہ پچاس نمازیں شروع کر دے کیونکہ نمازوں کا کم ہونا اختیار مصطفیٰ کریم ﷺ کی بین دلیل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس نے میرے آقا کی اس شوکت و رفعت کو قلب سلیم کے ساتھ تسلیم کیا وہ صداقت کبریٰ کے مقام پر فائز ہوا اور جس نے تعصب و عناد کی وجہ سے انکار کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہالت کے اندھیاروں میں کھو گیا۔ میرے استاد محترم قبلہ آسیؔ صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

خلاصہ ہے یہی سب داستانِ کفر و ایماں کا
کرے انکار جو کافر، انہیں جو مان لے مومن

اسی حدیث مبارک کو سامنے رکھ کر اس ذرہ ناچیز نے اپنے آقا و مولیٰ کی شان میں عرض کیا ہے ؎

عجب حسنِ ادب سے چلدیے وہ جانب مولا
گواہی دی ہے قرآں نے کہ سُبحانَ الَّذِی اَسْریٰ
براق آیا ہے فردوسِ بریں سے کس کی خدمت میں
یہ اَوج مرتبت ہے صرف حصہ کملی والے کا
بڑھی رحمت خدا کی اُن کے استقبال کی خاطر
کہ نوشہ جنتوں کا آج ہے کس شان سے آیا
تماشا اہلِ سدرہ بن گئے فرط تحیر سے
نظر آیا سراپا نور جب انکا رخِ زیبا
ستارے، چاند، سورج چھپ گئے ہیں انکے دامن میں
بنی ہے کہکشاں تک آج ان کا نقشِ زیر پا
صدائے لن ترانی کی بجائے حسن مطلق نے
کیا کس شوق الفت سے تقاضا اُدن منی کا
خدائے بحر و بر نے کہہ دیا محبوبِ اکرم سے
جو تیرا ہوگیا دونوں جہاں میں ہوگیا میرا
نجانے کس زباں سے ان کو بشر محض کہتے ہو
وہ ایسے بے بدل ہیں جن کا سایہ بھی نہیں پیدا
ارے کیوں جان آزردہ ہو تم روز قیامت سے
غلامِ مصطفیٰ جب تم کو دعویٰ ہے غلامی کا

☆ گلشن دہر میں رہنے کا اختیار

مخدومہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ہر دوسرا ﷺ کو فرماتے سنا۔

مَا مِنْ نَبِیٍّ یَمْرَضُ اِلَّا خُیِّرَ بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

''کوئی نبی ایسا نہیں جس کو اختیار نہ دیا گیا ہو کہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا آخرت میں'' ﴿بخاری کتاب التفسیر﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشہور حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ فَلَمَّا جَآءَ صَكَّهٗ فَرَجَعَ اِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِىْ اِلٰى عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ تو انہوں نے مکا مارا ﴿۵﴾ اور آنکھ پھوٹ دی۔ وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے ''تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا''۔ ﴿۶﴾ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ پھر جب موت کو قبول کرتے ہیں تو وہ بھی حیات ابدی حاصل کرنے کیلئے۔ موت ان کیلئے بقا کا ایک پیغام ہوتی ہے۔ بقول اقبال ؎

زندگانی ہے صدف قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

☆ شانِ بندۂ مومن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِىْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ ...... وَمَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ ......

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل

کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور عطا کرتا ہوں، اگر وہ میری پناہ پکڑے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں"۔ ﴿بخاری کتاب الرقاق﴾ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کارساز

لوگ حضرت انسان کو مشت خاک ہی سمجھتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیا کچھ عطا فرما رکھا ہے؟ متذکرہ بالا حدیث قدسی سے ثابت ہوا کہ بندۂ مومن کی بہت شان ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا قیاس تو کریں اگر بندہ مومن کی یہ قدر و قیمت ہے تو پھر محبوب کبریا کی شان و عظمت کا کیا کہنا؟

کرے گا کون اندازہ مرے آقا کی شوکت کا
یہاں تو عاشقوں کی شان میں قرآن آیا ہے

یہی وجہ ہے کہ آپکے افعال و اقوال کو اللہ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

﴿۱﴾ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

"وہ کنکریاں آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں"۔

﴿۲﴾ يَدُاللّٰه فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

"ان ہاتھوں پر اللہ کا دست قدرت ہے"۔

﴿۳﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

"اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

ان تمام دلائل سے حضور ﷺ اور آپ کے وسیلہ جلیلہ سے مرد مسلمان کا جو خالق کے ساتھ عظیم تعلق وارتباط قائم ہے، اس کا علم ہوتا ہے۔ جب اہل اللہ کی

صفات' اللہ کی صفات کا پرتو بن جاتی ہیں تو پھر پیچھے اور کون سے اختیارات کی کمی رہ گئی؟ کون سے شرک کی آمیزش دکھائی دینے لگی۔ اللہ کریم تو اپنے بندوں کو اتنی وجاہت و منزلت عطا فرمائے لیکن نجانے آج کے ''توحیدی'' کو کیا نظر آ گیا ہے، جو ان عظیم لوگوں کے درجات و مقامات کی نفی کرنا فرض اول سمجھتا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے لطف و کرم کے مرکز ہوتے ہیں۔ اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ اللہ کے جلووں میں فانی اور اس کی ذات سے باقی ہوتے ہیں۔ قدرت کاملہ انہیں ہر لحظہ اس مژدۂ جانفزا سے نوازتی ہے۔

کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

☆ معجزات

''معجزہ'' نبی کی عظیم خداداد طاقت کا نام ہے، جس سے وہ کائنات میں تصرف فرماتا ہے۔ اس کو قرآن حکیم نے ''آیہ'' سے تعبیر فرمایا ہے یعنی ایسی نشانی جو راہ ہدایت کے جویا کو حقیقت و صداقت سے روشناس کروا دے، اسے معجزہ اس لئے کہتے ہیں کہ دوسرے اس کا جواب دینے سے عاجز و قاصر ہوتے ہیں۔ چشم ظاہر دنیا کو جن اسباب و قوانین کے زیرِ نگیں دیکھتی ہے، نبی کی یہ کائنات گیر طاقت انہیں توڑ کر عقیدہ و ایمان کا رخ فاطرِ ہستی یعنی ذات پروردگار کی طرف موڑ دیتی ہے۔ گویا یہ عظیم طاقت اللہ کی خدائی قوتوں کی دلیل قطعی ہوتی ہے۔ اگر نگاہوں کے سامنے تعصب و عداوت کا پردہ حائل نہ ہو تو ہر دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ ''اگر بندۂ حق آگاہ مرتبہ نبوت پر متمکن ہو کر شمس و قمر، بحر و بر، عرش و فرش پر اپنا تصرف و اثر دکھا سکتا ہے تو پھر ایسے جلیل الشان بندے کے خالق کی خالقانہ عظمتوں کا کیا عالم ہوگا؟ اس لحاظ سے رسالت و نبوت عقیدۂ توحید کی برھان حتمی بن کر جلوہ نما ہوتی ہے۔ اس پر آشوب دور میں جب ''بعض لوگوں'' کے سامنے نبی کے اختیارات کی

بات چھیڑ دی جاتی ہے تو وہ ہنس کر کہہ دیتے ہیں کہ "لوجی یہ تو نبی کا معجزہ تھا' اختیار کی بات کرو"۔ یعنی ان لوگوں کی نظر میں معجزہ کسی اہمیت کا حامل نہیں۔ نیز معجزے اور اختیارات میں کوئی فرق ہے۔ حالانکہ اہل اسلام کے نزدیک معجزہ نبی کے اختیار کا ہی مظہر ہوتا ہے۔ جب تصرف کا اختیار ہی حاصل نہیں تو معجزہ کیسے رونما ہوگا؟ قرآن وحدیث کے تناظر میں یہ حقیقت افروز بات بالکل اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سروں پر اختیارات وکمالات کے نورانی تاج سجائے گئے۔ موثر حقیقی نے ان کی آرزوؤں کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات واختیارات کا بیان پڑھیں اور ایمان تازہ کریں ؎

اس نے حق دیکھ لیا جس نے ادھر دیکھ لیا
کہہ رہی ہے یہ چمکتی ہوئی طلعت تیری
دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ! اللہ!
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

☆ ماہ کا کلیجہ چر گیا

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے مطالبہ کیا کہ "رسول اللہ ﷺ ﴿اپنی صداقت کیلئے﴾ کوئی معجزہ دکھائیں"۔ آپ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ حَتّٰی رَاَوُا حِرَآءَ بَیْنَھُمَا "یہاں تک کہ کوہ حرا ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان آ گیا"۔ یہ حدیث پاک حضرت ابن مسعود ﷛ سے یوں مروی ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے منیٰ میں تصرف دکھایا اور فرمایا اِشْھَدُوْا "لوگو! گواہ بن جاؤ" اَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰی زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ "بیشک شق القمر کا معجزہ آپ کے عہد کرامت مہد میں واقع ہوا"۔ ﴿بخاری کتاب المناقب' کتاب التفسیر﴾

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ آپ کی قوت تصرف میں زمین ہی نہیں بلکہ گنبد

آ بگینہ رنگ بھی ہے۔ حضرت علی ﷛ کی خاطر سورج کو مقام عصر پر لانے کا حیرت انگیز واقعہ بھی آپ کے دست تصرف کا منہ بولتا شاہکار ہے اور اس کا تعلق بھی عالم فلکیات سے ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور کی سائنسی تحقیقات کو مدنظر رکھتے ہوئے مہرو ماہ کا حجم اور وجود حاشیہ خیال ﴿۷﴾ میں لائیں۔ پھر ان احادیثِ منورہ کی روشنی میں اندازہ کریں کہ سرور دو عالم ﷺ کی انگشتِ نبوت میں کتنی طاقت ہے جو ایسی اشیاء کو بھی پلٹنے اور دونیم ہونے پر مجبور کر دیتی ہے

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

☆ پنجاب رحمت

حضرت جابر بن عبداللہ ﷛ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ لوگ آپکے اردگرد جمع ہوگئے۔ آپ نے فرمایا "تمہیں کیا ہوگیا؟" عرض گزار ہوئے "ہمارے پاس وضو کیلئے پانی نہیں ہے، بس یہی پانی ہے جو آپکے حضور رکھا ہوا ہے" پس آپ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا۔ فَجَعَلَ الْمَآءُ یَثُوْرُ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ تو پانی آپ کی انگشت ہائے مبارک سے ابل پڑا جیسے چشمے۔ پس ہم نے پیا اور وضو کیا۔ اگر ہم اس وقت لاکھ ہوتے تب بھی پانی سب کیلئے کافی ہوتا لیکن کُنَّا خَمْسَ عَشَرَۃَ مِائَۃً ہم پندرہ سو تھے"۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

☆ دست برکت آفرین

حضرت جابر ﷛ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم وفات پا گئے اور ان کے اوپر بار قرض تھا۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی "میرے والد نے قرضہ ہی

چھوڑا ہے۔ میرے پاس کھجوروں کے چند درختوں کی پیداوار کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ آپ تشریف لائیں تاکہ قرض خواہ مجھ پر سختی نہ کریں"۔ پس آپ مخزن برکات ﷺ کھجوروں کی ڈھیریوں کے اردگرد پھرے اور دعا فرمائی۔ پھر فرمایا "ایک ڈھیری سے باپ کے قرض خواہوں کو دیتے جاؤ"۔ ﴿آپ کی برکت سے﴾ قرض خواہوں کا قرض بھی ادا ہوگیا۔ وَبَقِیَ مِثْلَ مَا اَعْطَاهُمْ "اور اتنی کھجوریں بھی بچ گئیں جتنی قرض میں دی تھیں"۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم ﴿والدۂ انس﴾ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی جس میں ضعف محسوس ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے آپ نے کئی دنوں سے کھانا نہیں کھایا۔ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟" انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور جو کی چند روٹیاں نکال لائیں۔ میں رسول پاک ﷺ کو بلانے آیا۔ آپ نے اپنے سب غلاموں کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ میں نے آگے آکر اطلاع دی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا "آپ تو سب لوگوں کو لے کر آرہے ہیں جبکہ ہمارے پاس کھانا کچھ بھی نہیں"۔ وہ عرض گزار ہوئیں۔ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ﴿۸﴾ "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں"۔ حضور جلوہ افروز ہوئے۔ فرمایا "ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ"۔ انہوں نے وہی روٹیاں حاضر خدمت کردیں۔ پھر حضور نے ان کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا۔ سالن کی جگہ ام سلیم نے سارا گھی رکھ دیا۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ پھر رسول خدا نے اس ﴿کھانے﴾ پر وہی کچھ پڑھا جو خدا نے چاہا۔ پھر فرمایا "دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ اور کھانا پیش کرتے جاؤ"۔ اس طریقے سے فَاَکَلَ الْقَوْمُ کُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ اَوْ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا جملہ حضرات نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا جن کی تعداد ستر یا اسی تھی"۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

فائدہ: اس حدیث سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ آپ نے کھانے پر کچھ پڑھا۔

ظاہر ہے قرآن حکیم ہی تلاوت فرمایا ہوگا یا کچھ بھی بہرحال یہ تو ثابت ہوگیا کہ کھانا سامنے رکھ کر کچھ تلاوت کرنا کہ برکت حاصل ہو بدعت نہیں بلکہ سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ فافہم

☆ منظور ہیں ابرو کے اشارے سے دُعائیں

ایک دفعہ آپکے عہد زریں میں اہل مدینہ قحط کا شکار ہو گئے۔ دوران خطبہ جمعہ ایک آدمی نے فریاد کی "یارسول اللہ! گھوڑے ہلاک ہو گئے' بکریاں مر گئیں' اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمارے لئے بارش نازل ہو"۔ آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت آسمان آئینے کی طرح شفاف تھا۔ ہوا چلنے لگی۔ بادل گھر آئے اور آسمان نے ایسا منہ کھولا کہ صحابہ کرام برستی ہوئی بارش میں اپنے گھروں کو گئے۔ پھر متواتر اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ وہی آدمی پھر کھڑا ہوا اور فریاد کی۔ "یارسول اللہ! مکان گر رہے ہیں لہٰذا دعا کریں کہ اللہ اس کو روک دے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا "اے اللہ! ہمیں چھوڑ کر ہمارے اردگرد برسا دو"۔ یہ کہنا تھا کہ بادل مدینہ کے اوپر سے ہٹ کر یوں چاروں طرف برستے رہے گویا وہ تاج ہیں۔
﴿بخاری کتاب الانبیاء' نسائی' معانی الآثار﴾

اِجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

فائدہ: معلوم ہوا کہ بارگاہ نبوت میں فریاد کرنا "شرک" نہیں بلکہ سنت صحابہ کرام ہے۔ پھر آپ نے قحط جیسی بلا اپنی دعائے مبارک سے دور فرمادی۔ گویا اللہ کی عطاء سے آپ بلاؤں کے دفع کرنے والے بھی ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کے توسل سے نعمتیں فرماتا ہے اور بلاؤں' مصیبتوں کو ٹالتا ہے۔

بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

☆ لعاب دہن

حضرت جابر ﷛ فرماتے ہیں کہ ''غزوۂ احزاب میں ہم خندق کھود رہے تھے' ایک سخت پتھر نکل آیا۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی ''خندق کے اندر ایک سخت پتھر نکل آیا ہے''۔ آپ نے فرمایا ''میں دیکھتا ہوں''۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے بھی تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ حضور ﷺ نے کدال ہاتھ میں لیا اور پتھر پر مارا۔ وہ سخت پتھر ﴿ایک ہی ضرب سے﴾ ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگیا۔ میں اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ آپ ﷺ کیلئے کوئی کھانا ہوگا۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع ﴿یعنی تین کلو﴾ جو تھے۔ ہمارے پاس بھیڑ کا بچہ تھا جسے میں نے ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا۔ میں نے گوشت ہنڈیا میں چڑھانے کے بعد حضور کی بارگاہ میں جا کر عرض کی ''ہم نے جو کے آٹے سے اور ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کر کے کھانا تیار کیا ہے' آپ چند دوستوں کے ہمراہ تشریف لائیں''۔ آپ نے یہ سن کر بلند آواز سے اعلان کیا کہ ''خندق والو! چلو جابر نے کھانا تیار کیا ہے'' اور مجھے فرمایا ''ہنڈیا چولہے سے نہ اتارنا اور آٹا نہ پکانا جب تک میں نہ آجاؤں'' چنانچہ آپ جلوہ فرما ہوئے۔ آپ نے ہنڈیا اور آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی' خندق والے ایک ہزار آدمی تھے۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ سب نے کھانا کھایا مگر ہنڈیا بدستور بھری رہی اور آٹا پکایا جاتا رہا جیسا کہ وہ شروع میں تھا''۔ ﴿بخاری مسلم' مشکوٰۃ﴾

☆ کلی کا اثر

حضرت براء ﷛ فرماتے ہیں کہ ''حدیبیہ کے موقع پر ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ ہم نے اس کے اندر سے پانی کھینچا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ پانی نہ رہا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب خبر ہوئی تو آپ کنویں پر تشریف

لائے اور کنارے پر بیٹھ (۹) کر وضو فرمایا۔ وضو کے بعد آپ نے منہ میں پانی لیا' دعا فرمائی اور پھر کنویں میں کلی کر دی۔ پھر فرمایا ''تھوڑی دیر کنویں کو چھوڑ دو''۔ اس کے بعد لوگوں نے اوران کی سواریوں نے خوب پانی پیا اور وہاں سے کوچ کیا''۔ ﴿بخاری مشکوٰۃ﴾

☆ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ

حضرت یزید بن ابی عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر چوٹ کا نشان دیکھا اور پوچھا ''اے سلمہ! یہ چوٹ کیسے آئی؟'' سلمہ نے کہا ''خیبر کے دن یہ چوٹ آئی تھی۔ لوگوں نے کہا سلمہ مارا گیا۔ پھر میں نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے چوٹ کی جگہ پر تین بار دم کیا پھر اس وقت سے مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی''۔ ﴿بخاری مشکوٰۃ﴾

☆ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے ابورافع ﴿گستاخ رسول﴾ کو قتل کیا اور سیڑھیوں سے نیچے گر پڑا۔ میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے اپنی پگڑی سے پنڈلی کس کر باندھ لی اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ''اپنا پاؤں پھیلاؤ'' میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ آپ نے اس پر اپنا دستِ نبوت پھیرا اور وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ گویا اسے چوٹ ہی نہ آئی تھی''۔ ﴿بخاری مشکوٰۃ﴾

اس مردہ دل کو مژدہ حیات ابد کا دوں
تاب و توان جانِ مسیحا کہوں تجھے

☆ ستون کا عشقِ رسول ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھتے تو کھجور کے اس تنے پر' جو ستون کے طور پر مسجد میں کھڑا تھا' کمر لگا لیتے۔ پھر جب منبر تیار ہو گیا تو آپ اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔ وہ ستون جس سے کمر لگا کر

آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے ﴿فراق مین﴾ چلایا اور قریب تھا ﴿اذیت ہجر کی شدت سے﴾ پھٹ جائے کہ رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے ستون کو ہاتھوں سے پکڑا۔ پھر اس ستون نے بچوں کی طرح رونا اور نالہ کرنا شروع کر دیا' یہاں تک اسے سکون حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا "یہ ستون اس لئے رویا کہ جو بیان یہ سنا کرتا تھا اس نے نہ سنا"۔ ﴿بخاری مشکوۃ﴾

اللہ اکبر! ہمارے آقا و مولیٰ کے عشق و محبت میں انسان ہی نہیں نباتات و جمادات بھی بے تابیاں محسوس کرتے ہیں اور حضور اپنے عشاق کے غموں اور دکھوں کو جانتے ہیں۔ حضور کا کرم رستے ہوئے زخموں کا مرہم اور اٹھتے ہوئے دردوں کا درمان بن جاتا ہے۔ اس حسن چمن آرا کی زیارت تو بڑی چیز ہے واللہ ایک لمحے کیلئے اگر یاد آ جائیں تو کونین کے غم و الم حرف غلط کی طرح مٹ جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

میں نے عرض کیا ہے۔

زندگی کی اس شب تاریک سے گھبرائیں کیوں
جب نگہبان دو عالم صاحب قرآن ہیں

☆ آپ ﷺ کی برکت سے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی ہمراہی میں دشمنوں سے جہاد کیا۔ میرے پاس پانی کھینچنے والا اونٹ تھا جو تھک گیا تھا۔ آپ نے فرمایا "تمہارے اونٹ کو کیا ہوا؟" میں نے عرض کی "حضور! تھک گیا ہے"۔ یہ سن کر آپ میرے اونٹ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور اسے ہانکا اور اس کیلئے دعا فرمائی۔ اس واقعہ کے بعد وہ ہمیشہ دوسرے اونٹوں سے آگے رہتا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا

"اب تمہارا اونٹ کیسا ہے؟" میں نے عرض کی بِخَیْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ "آپ کی برکت سے اب خوب چلتا ہے"۔ وہ اونٹ حضور ﷺ نے مجھ سے خرید ااور پھر بعد میں قیمت کے ساتھ اونٹ بھی مجھے عطا فرما دیا۔ ﴿بخاری مسلم مشکوۃ﴾

عربی الفاظ پر غور فرمائیں کہ صحابہ کرام کا حضور کے بارے میں عقیدہ کیسا تھا؟ اگر ایسے ہی الفاظ آج کا کوئی سادہ دل اور عاشق صادق' مسلمان اپنے آقا کی بارگاہ میں عرض کر دے تو "ظالم" فتووں کی مشین گن چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ شرک ہو گیا' کفر ہو گیا۔

☆ ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ایک مرتبہ چوروں یا دشمنوں کے خوف سے اہل مدینہ گھبرا اٹھے۔ حضور ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو سست رفتار تھا۔ آپ جب ﴿حالات کا جائزہ لے کر﴾ واپس آئے تو فرمایا "ہم نے اس گھوڑے کو دریا پایا ﴿یعنی کشادہ قدم اور برق رفتار﴾ پھر وہ گھوڑا ایسا تیز رفتار ہوا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس دن کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکا"۔ ﴿بخاری مشکوۃ﴾

الحمدللہ! ہم نے یہ عقیدہ صحابہ کرام کی "کتاب زیست" کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنایا ہے کہ محبوب خدا ﷺ کے دم قدم سے برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ حضور' آن واحد میں مردہ تنوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور آج بھی اس مسیحائی کا پورا پورا اختیار رکھتے ہیں۔ کوئی زمانہ آپ کے فیض و کرم اور جود و عطا سے خالی نہیں۔ اگر آپ کی نگاہ لطف سے جانوروں کی تقدیریں پلٹ جاتی ہیں تو انسانوں کی کیوں نہ پلٹتی ہوں گی؟

☆ سراقہ کی قسمت جگا دی

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہجرت کے سفر میں ایک دن ہم جا رہے تھے کہ ہمارے پیچھے سراقہ بن مالک نمودار ہوا۔ جسے کفار مکہ نے حضور ﷺ کی

تلاش میں بھیجا تھا اور سو اونٹ انعام مقرر کیا تھا۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ! دشمن آ گیا ہے"۔ فرمایا "غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ اس کے بعد حضور نے سراقہ کیلئے دعا فرمائی۔ سراقہ کا گھوڑا سراقہ کو لے کر پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے کہا "میں جانتا ہوں تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے۔ تم میری خلاصی کی دعا کرو۔ میں خدا کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ میں کفار کو تمہارا پیچھا کرنے سے روک دوں گا"۔ حضور نے اس کیلئے دعا فرمائی اور وہ نجات پا گیا۔ پھر جو شخص بھی سراقہ کو راستے میں ملتا وہ اسے یہ کہہ کر روک دیتا کہ "تمہارے لئے میرا تجسس کافی ہے ادھر وہ "شخص" نہیں ہے؟" اس نے یہی کہہ کر سب کو واپس کر دیا۔ ﴿بخاری مسلم﴾

☆ توجہ کا اثر

حضرت جریر بن عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تو مجھے ذِی الْخَلَصَہ ﴿ایک بت خانہ﴾ کو توڑ کر آرام نہیں دیتا" میں نے عرض کی "ہاں! میں اس بت خانے کو تباہ کر کے آپ کو خوش کر دوں گا"۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میں گھوڑے پر اچھی طرح سواری نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اس ﴿کمزوری﴾ کا ذکر حضور سے کیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا تو اسکا اثر میرے دل تک پہنچا اور پھر دعا فرمائی۔ "اے اللہ! اسے ثابت رکھ اور راہ راست دکھانے والا اور راہ راست پانے والا بنا۔ اس دن کے بعد میں گھوڑے سے نہیں گرا۔ پھر میں ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر آگے بڑھا اور اس بت خانے کو جلا دیا"۔ ﴿بخاری مسلم مشلوۃ﴾

☆ درخت نے خبر دی

حضرت معن بن عبدالرحمن ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا کہ میں نے مسروق ﷺ سے دریافت کیا: "نبی کریم ﷺ کو کس نے اس رات جنوں کی خبر دی تھی، جب انہوں نے قرآن مجید سنا تھا"۔ مسروق ﷺ نے بتایا کہ مجھ سے تیرے باپ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے بیان کیا کہ "آپ ﷺ کو جنوں

کے آنے کی خبر ایک درخت ﴿۹﴾ نے دی تھی"۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

☆ جو فرمایا وہی ہوا

حضرت ابو حمید ساعدی ﷜ فرماتے ہیں کہ "غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک باغ آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اس باغ کے پھل کتنے ہوں گے"؟ ہم نے اندازہ لگایا اور حضور نے بتایا کہ "دس اوسق ہوں گے"۔ اس کے بعد باغ کی مالکن سے کہا کہ جب پھل اتاریں تو وزن کا خیال رکھنا۔ پھر فرمایا "آج کی رات تم پر تند و تیز ہوا چلے گی۔ کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جسکے پاس اونٹ ہیں وہ ان کے پاؤں کو مضبوط کر کے باندھے"۔ چنانچہ سخت آندھی آئی۔ ایک آدمی کھڑا ہوا تو آندھی نے اسے اٹھا کر طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ پھر جب ہم واپس ہوئے تو اس باغ کی مالکن سے پوچھا۔ "پھل کتنے ہوئے؟" وہ بولی "دس اوسق" ﴿جتنے حضور نے بتائے تھے﴾ ﴿بخاری و مسلم﴾

☆ ازالہ اوہام

جو لوگ آج تک "لاادریت" کے ویرانوں میں سرگرداں ہیں وہ محبوب خدا ﷺ کے اختیارات کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں بلکہ ان کو تسلیم کرنا شرک تصور کرتے ہیں۔ ان کا نظریہ خام یہ ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کوئی اختیار نہیں رکھتا"۔ اپنے اس کفریہ اور گستاخانہ موقف کی تائید میں قرآن حکیم کی درجہ ذیل آیات مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ قُلْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

"فرما دیجئے میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا مالک نہیں"۔

جو اپنے آپ کا مالک نہ ہو، نفع و نقصان کا اختیار نہ رکھتا ہو وہ مختار اور ساری دنیا کا مالک کیسے ہو سکتا ہے؟

آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ "مگر اللہ کے چاہنے سے"

اِلاَّ اثبات کیلئے ہوتا ہے جیسے کلمہ طیبہ میں لَا اِلٰـہ نہیں کوئی معبود اِلاَّ اللّٰـہ مگر اللہ اسی قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ صدر پوری آیہ مقدسہ کا معنی کریں تو معلوم ہوتا ہے ''فرما دیجئے ! میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر اللہ کے چاہنے ﴿عطا﴾ سے ﴿مالک ہوں﴾

الحمدللہ تعالیٰ یہ مقدس نص قطعی بھی میرے آقا کے اختیار کی روشن دلیل ہی ٹھہری۔ مزید دیکھئے۔

☆ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴿سورۃ التوبہ﴾

''اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ ورسول کی عطا پر راضی ہو جاتے''۔

☆ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴿ایضا﴾

''اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا''۔

☆ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ

''یاد کرو جب فرماتے تھے تم اس ﴿آدمی﴾ سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے نعمت دی''۔ ﴿سورۃ الاحزاب﴾

اور ''بخاری شریف'' کی حدیث مبارک ہے مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ فَقِيْرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ''ابن جمیل کو کیا ہوا یہی نا کہ وہ فقیر تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے ﴿عطا فرما﴾ کر غنی کر دیا۔ پھر فرمایا اِعْلَمُوْٓا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ''جان لو! زمین اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے''۔

ان نصوص باہرہ سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھی مالک ومختار بنایا ہے۔ جبھی تو ان کی عطا، فضل اور نعمت کا تذکرہ فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا محبوب بھی تم پر اپنا فضل وکرم فرماتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطاوفضل، جودوکرم اور لطف ورحم کے ساتھ اس کے محبوب کی عطا وفضل، جودوکرم اور لطف ورحم کا ذکر کرنا ''شرک وکفر'' نہیں بلکہ سنت قرآنی ہے۔ فافہم

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جن آیات و احادیث میں اختیار رسول کی ظاہراً نفی پائی جاتی ہے وہ ذاتی اختیار کی تو نفی ہے عطائی کی نہیں۔ اگر عطائی کی بھی نفی ہوتو دیگر آیات مبارکہ اور احادیث قطعیہ کا انکار لازم آئے گا جوحق وصواب نہیں۔

﴿۲﴾ وَلا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ

''اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو جوتم کو نفع ونقصان نہ پہنچا سکیں''۔

﴿۳﴾ وَیَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَنْفَعُهُمْ وَلَا یَضُرُّهُمْ

''خدا کے سوا انہیں پکارتے ہیں جوان کو نفع ونقصان نہیں دے سکتے''۔

یادرکھیں یہ آیات مبارکہ بتوں کے رد میں نازل ہوئیں۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰه سے مراد اوثان و اصنام اور کفارو مشرکین ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خارجیوں کو اسی لئے بدترین شرارتی قوم سمجھتے تھے کہ وہ بت پرستوں کی تردید میں نازل ہونے والی آیات مبارکہ کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے۔ ﴿بخاری﴾

اگر اہل اللہ سے امداد حاصل کرنا یا پکارنا شرک کی دلیل ہے ﴿ کہ وہ اختیار بھی نہیں رکھتے ﴾ تو مسطور ذیل آیات مبارکہ کا کیا مطلب ہوگا۔

☆ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَّارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

''﴿حضرت عیسٰی علیہ السلام﴾ نے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی طرف میری مدد کرے۔ صحابیوں نے کہا ہم دین خدا کی مدد کریں گے''۔

☆ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی

''نیکی وتقوٰی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو''۔

☆ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

''صبر اور نماز سے مدد طلب کرو''

☆ حضرت ذوالقرنین نے فرمایا اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ

''﴿اے قوم﴾ میری مدد کرو قوت کے ساتھ''۔

☆ اِنْ تَنْصُرُ اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ

''اگر تم دین خدا کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا''۔

☆ روز اول اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی ارواح مبارکہ سے عہد لیا
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّه
''کہ تم ﴿میرے محبوب﴾ پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا''۔

☆ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْن
''اے محبوب! اللہ نے تمہیں اپنی اور مسلمانوں کی مدد سے قوت بخشی''۔

☆ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیْر ''بیشک نبی کے اللہ، جبرئیل، مسلمان اور فرشتے مددگار اور پشت پناہ ہیں''۔

☆ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه،
''بیشک تمہارا مددگار ہے اللہ، رسول

☆ یَااَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
''اے محبوب تمہیں اللہ اور مطیع مسلمان ہی کافی ہیں''۔

☆ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ
''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں''۔

☆ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ
''اللہ! میرے برادر مکرم ہارون کو میرا وزیر بنا دے کہ میری پشت کو مدد سے مضبوط کر دے''۔

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اہل اللہ سے امداد طلب کرنا شرک نہیں۔ نیز وہ امداد دینے کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں نے بھی اہل ایمان سے مدد حاصل کی۔ کیا ان پر بھی ''شرک و کفر'' کا فتویٰ صادر ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کا اختیار اور قوت اللہ کے اختیار اور قوت کی مظہر ہوتی ہے۔ ان کی امداد اللہ ہی کی امداد ہوتی ہے۔ ''شرک و کفر'' تو تب ہوگا جب ہم ان کو کارساز حقیقی تصور کریں۔ کارساز حقیقی صرف ذات الٰہی ہے اور یہ

لوگ اسکے فیض کا ذریعہ ہیں اسی لئے وہ اپنے ساتھ ان کے اختیارات وتصرفات کا ذکر فرماتا ہے۔

﴿۴﴾ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہرا ؓ سے فرمایا لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا "میں تمہاری استعانت نہیں کرسکتا"۔ صاحبزادی کی مدد نہیں کرسکتے تو اوروں کی کیا حیثیت؟

یہاں بھی ذاتی اور عطائی کا مسئلہ ہے کہ ذاتی طور پر نہیں، اللہ کی عطا سے کرسکتا ہوں بلکہ قیامت میں تو ہر متقی ایک دوسرے کا مددگار ہوگا۔ قرآن پاک میں ہے۔

اَلْاَ خِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

"قیامت میں سب دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے مگر پرہیزگار ﴿نہیں﴾"

اس حدیث مبارک میں نکتہ تبلیغ بھی پیش نظر تھا۔ اگر اس حدیث کو بنیاد بنا کر اختیارات مصطفیٰ کی نفی کی جائے تو سابقہ دلائل قرآنی اور نصوص قطعی کا انکار ہو جائے گا۔ یہ کہاں کی انصاف پسندی ہے کہ ایک حدیث کو دیکھا اور سینکڑوں سے منہ موڑ لیا بلکہ یہ تو از روئے قرآن یہودیوں کی روش ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

"یہودی کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہیں"

چاہیے تو یہ کہ کتاب اللہ کی آیتوں میں تطبیق پیدا کی جائے تاکہ مسائل آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہو جائیں مگر ایسا کون کرے گا؟ وہی جسے اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم کیساتھ ساتھ عشق شاہ ہر دوسرا ﷺ کی دولت بے بہا بھی عطا فرما رکھی ہو۔

☆ حاصل تحریر

زندگی کا ایک ایک لمحہ اسرار کا بے پایاں سمندر ہے۔ جب تک کوئی ان کی زلف گرہ گیر کا اسیر نہ ہو کبھی بھی ایقان کا گوہر شاداب حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب

ایقان کی نعمت مل جاتی ہے تو پھر یقین کیجئے کہ ہر جہان کی جان انہیں کی ذات والا نظر آتی ہے۔ انہیں کی سطوت کے چرچے ہر جگہ سنائی دیتے ہیں۔ خالق سے لے کر مخلوق تک سب ان کی صفات وکرامات کا ذکر خیر کر رہے ہیں۔ کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ بس دل کی ہر دھڑکن ان کی عظمت و رفعت کی ناقابل تردید دلیل بن جاتی ہے۔

تجھ سے لفظوں کا نہیں روح کا اک رشتہ ہے
تو میری سانسوں میں تحلیل ہے خوشبو کی طرح

الحمدللہ! ہم نے تو ظاہری دلائل و براہین سے بھی ان کی جلیل القدر سفتوں کو ثابت کیا ہے۔

وہ محبوب کبریا ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ مطلوب خدا ہیں۔
کون سی چیز ہے جو ان سے پوشیدہ ہے؟
کون سی شے ہے جو ان کے زیر تصرف نہیں؟

قرآن شاہد ہے، حدیث ناطق ہے، آثار صحابہ ظاہر ہیں، کوئی تسلیم نہیں کرتا تو پھر اس کے مقدر کا پھیر ہے۔

حواشی دریچہ سوم

﴿۱﴾ آیئے اس روح پرور مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ ملاحظہ کریں۔

1 : مردے پر بین کر کے رونا چیخنا گناہ ہے۔ حضرت ام عطیہ ﷺ نے عرض کی "یارسول اللہ فلاں گھر والوں کو اس حکم سے نکال دیں کہ انہوں نے میرے ساتھ ہو کر میرے ایک عزیز کی میت پر نوحہ کیا تھا۔ میں یہ زمانہ کفر کا قرض اتارنا چاہتی ہوں"۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اٰلِ فُلَانٍ فرمایا "وہ مستثنیٰ کر دیئے گئے"۔ ﴿مسلم شریف، نسائی، ترمذی، احمد، اختلاف الفاظ کے ساتھ﴾ امام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ وَلِلشَّارِعِ اَنْ یُّخَصَّ مِنَ الْعُمُوْمِ مَاشَآءَ "شارع علیہ السلام کو اختیار ہے کہ عام احکامات سے جسے چاہیں خاص فرمادیں"۔

۲ = عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے مگر آپ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو مستثنیٰ فرمایا تَسَلَّبِیْ ثَلٰثًا ثُمَّ اصْنَعِیْ مَا شِئْتِ "تین دن سنگار سے جدا رہو پھر جو چاہو کرو"۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾

۳ = حکم قرآن کے مطابق ایک مرد کی ایک گواہی ہے۔ مگر حضور نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا "اس کی گواہی دو مردوں کے برابر تسلیم کی جائے گی"۔ ﴿تاریخ بخاری، طبرانی، معجم کبیر﴾

۴ = ریشمی لباس مرد کیلئے حرام ہے مگر آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کیلئے جائز فرما دیا۔ ﴿بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی﴾

۵ = مولا علی رضی اللہ عنہ کو حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ یَا عَلِیُّ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یُّجْنِبَ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ "اے علی میرے اور تمہارے سوا حالت جنابت میں کسی کیلئے اس مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں"۔ ﴿ترمذی، بیہقی﴾

۶ = سونا مرد کو پہننا حرام ہے مگر آپ نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کَیْفَ بِکَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی "وہ وقت تیرے ساتھ کیسا ہوگا جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے"۔ کسریٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں آنیوالے کنگن سیدنا سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیئے۔
﴿دلائل النبوۃ، بیہقی﴾

۷ = کسی کیلئے بھی یہ جائز نہیں کہ حضور کا نام مبارک اور کنیت کو جمع کرے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رخصت دی۔ سَیُوْلَدُ لَکَ بَعْدِیْ غُلَامٌ فَقَدْ نَحَلْتُهٗ اِسْمِیْ وَکُنْیَتِیْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ بَعْدَهٗ "جلدی میرے بعد تمہارے ایک لڑکا ہوگا میں نے اسے اپنا نام اور کنیت اکٹھے عطا فرما دیئے۔ اس کے علاوہ کسی اور امتی کیلئے حلال نہیں"۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾ احمد، ترمذی، ابوداؤد، حاکم، بیہقی، طحاوی شریف میں ہے کہ فَکَانَتْ رُخْصَةً مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ "یہ رخصت صرف مولا علی رضی اللہ عنہ کیلئے ہے"۔

۸ = حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مسافر کیلئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی۔ وَلَوْ مَضَی السَّائِلُ عَلٰی مَسْاَلَتِهٖ لَجَعَلَهَا خَمْسًا "اور اگر مانگنے والا مزید مانگتا تو آپ یہ مدت پانچ رات تک مقرر فرما دیتے"۔ ﴿ابن ماجہ﴾ ابوداؤد، بیہقی اور طحاوی میں یہی مضمون قدرے اختلاف الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

۹ = "ایک آدمی نے اس لئے اسلام قبول کیا کہ وہ صرف دو نمازیں ادا کرے گا۔ فَقَبِلَ ذَالِکَ مِنۡهُ حضور ﷺ نے قبول فرمالیا"۔ ﴿مسند احمد، الموذج الملیب للسیوطی﴾ حالانکہ قانون یہ ہے کہ ہر مسلمان پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔

۱۰ = ایک صحابی کے پاس حق مہر ادا کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "قرآن پاک کی کوئی سورت سکھانا ہی تمہارے لئے "مہر" ہے۔ وَلَایَکُوۡنُ لِاَحَدٍ بَعۡدَکَ مَهۡرًا تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ ﴿ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی﴾

تِلۡکَ عَشَرَة" کَامِلَة"

﴿۲﴾ صحابہ کرام ﷺ نے حضور کے اس فیصلے کا بہت احترام فرمایا۔ سیدنا ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں۔ "اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنوں کو چرتے دیکھوں تو انہیں نہیں چھیڑوں گا کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے مَا بَیۡنَ لَابَتَیۡهَا حَرَام "ان دونوں کناروں کے درمیان حرم ہے"۔ ﴿موطا کتاب الجامع﴾ حضرت ابوسعید خدری ﷺ فرماتے ہیں "بیشک حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم بنا دیا ہے کہ اس کے درخت نہ کاٹیں اور نہ پتے جھاڑیں"۔ ﴿طحاوی شریف﴾ حضرت زید بن ثابت ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک آدمی کے ہاتھ سے شکار کی گئی چڑیا لے کر چھوڑ دی" ﴿کہ حدود مدینہ میں شکار کرنا منع ہے﴾ ﴿موطا شریف﴾

ف: معلوم ہوا کہ حضور کا اختیار تسلیم کرنا عقیدۂ صحابہ ہے۔ نیز یہ کہ ایسا عقیدہ شرک نہیں عین ایمان ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

﴿۳﴾ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ قَدۡ جَآءَکُمۡ بُرۡهَان" مِّنۡ رَّبِّکُمۡ "بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آ گئی"۔ یاد رہے کہ اگر دلیل کاملہ ﴿حضور پرنور ﷺ﴾ سے اعتماد اٹھ گیا تو پھر دعویٰ توحید کا کیا بنے گا؟

﴿۴﴾ معراج کے ایمان افروز واقعات دیگر کتب صحاح میں بھی منقول ہیں۔ آپ مقام اَوادنیٰ پر فائز المرام ہوئے تو پھر حسن مطلق نے اپنے بے کیف جمال الوہیت سے حجابات اٹھا دیئے۔ جیسا کہ حدیث ترمذی ہم بیان کر آئے ہیں۔ "میں نے اپنے رب کو اچھی صورت ﴿جس کی کوئی مثال نہیں﴾ میں دیکھا۔ اس نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی۔ پس میں نے زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کو جان لیا ﴿اوکما قال﴾ ﴿مشکوۃ﴾ ؎

موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

دیدار الٰہی کے بارے میں بہت سی تصریحات مواہب لدنیہ، روح البیان اور مدارج النبوۃ میں پائی جاتی ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں۔

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید رب زدنی از زبان او چکید

شیخ محقق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''عجب است کہ دراں مقام ببرندو در خلوت خاص آرند و اعلیٰ مطلب واقصیٰ مسالت کہ دیدار است مشرف نہ گردانند''۔ یہ عجیب ہے کہ محبوب کو خلوت خاص میں بلا کر بھی دیدار سے مشرف نہ کیا ہو۔ ﴿مدارج النبوۃ جلد ۱ ص ۱۷۳﴾

﴿۵﴾ مولوی انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ ''حضرت موسیٰ کے تھپڑ کا تقاضا تھا کہ اسکی قوت سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے''۔ ﴿فیض الباری، جلد ۲، ص ۴۷۶﴾

﴿۶﴾ قرآن عزیز نے بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اختیار بیان کیا ہے اور ان کی اللہ کے ہاں وجاہت کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْط ﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام﴾ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ ثابت ہوا اہل اللہ بہت زیادہ منزلت و مقام کے حامل ہوتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَاٰتَیْنَاہُ مُلْکًا عَظِیْمًا ''ہم نے انہیں ملک عظیم عطا فرمایا''۔ وَسَخَّرْنَا لَہُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ ''اور ہوا کو ان کے تابع فرمان کر دیا''۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ''وہ دنیا و آخرت میں وجاہت والے اور اللہ کے مقربین میں سے ہیں''۔ ان حقائق سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ بے اختیار نہیں بلکہ بہت شان والے ہیں جو ان کو بااختیار تسلیم نہیں کرتا اور بتوں کی تردید میں نازل ہونیوالی آیات سے استدلال کرتا ہے، وہ گستاخ ہی نہیں، علوم قرآنی سے بھی جاہل ہے۔ فافہم وتدبر۔

﴿۷﴾ سائنسی معلومات کے مطابق سورج اتنا بڑا ہے کہ زمین اور اس جیسے کئی اور سیارے اس کے گرد گردش کرتے ہیں جسے نظام شمسی کا نام دیا گیا ہے۔ چاند کی سرزمین بھی بہت وسیع و عریض ہے جو مدار میں زمین کے گرد چکر کاٹ رہی ہے۔ اس نظریے سے مہر و ماہ کی جسامت اور بلندی کا اندازہ کریں اور حضور کے اختیار کا محیر العقول نظارہ دیکھیں تو سر فرط تسلیم و رضا سے جھک جاتا ہے کہ آپ واقعی قدرت الٰہی کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔

﴿۸﴾ کیا کوئی مفتی وقت صحابیہ رسول کی اس بات پر فتویٰ صادر کر سکتا ہے؟

﴿۹﴾ ہمارے آقا ﷺ کی درختوں پر بھی حکومت تھی۔ حضور ان کیلئے بھی نبی بن کر تشریف لائے تھے۔

۱ مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں حضور ﷺ کے ہمراہ مکہ میں تھا۔ جب ہم آپ کے ساتھ گردونواح میں جاتے تو جو پتھر اور درخت سامنے آیا کرتا وہ یہ کہتا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ'' ﴿ترمذی، داری، مشکوٰۃ﴾

۲ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے کہا کہ کیا یہ کیکر کا درخت گواہی دے گا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ چنانچہ آپ نے درخت کو بلایا تو وہ زمین پھاڑتا ہوا آپ کے قدموں میں حاضر ہوا اور گواہی دی۔ پھر وہ دوبارہ اپنی جگہ پر چلا گیا''۔ ﴿داری، مشکوٰۃ﴾

۳ ایک دیہاتی کے کہنے پر آپ نے کھجوروں کے خوشے سے اس بات کی شہادت لی کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور محمد ساری خدائی کے رسول ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ دیہاتی مسلمان ہوگیا۔ ﴿ترمذی، مشکوٰۃ﴾

چاند شق ہو، پیڑ بولیں، جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے



دریچہ چہارم

اللہ کی سر تابقدم شان ہیں یہ

حاضر و ناظر
پیکر نور
اقوال علمائے حق

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ

جیسے
موجِ نسیم غنچوں کی بند گرہوں کو کھولتی ہے...... بالکل ایسے ہی
رازدانِ کبریا ﷺ نے اسرار کائنات کی تہوں کو افشا کر دیا...... اسلئے کہ آپ
ابتدائے آفرینش سے لے کر ابدالآباد کی بے نہایت دنیا کا مشاہدہ فرما چکے ہیں۔
عرصہ گیتی تو ان کی ہتھیلی کی مانند ہے۔
چرخ نیلی فام تو ان کی راہ کا سنگ میل ہے۔
وہ بندۂ آفاق نہیں
وجہ وجیہ آفاق ہیں جس کی نگاہ بصیرت سے کسی ذرے کی بھی ''قوت اشراق'' پوشیدہ نہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

اے فروغت صبح اعصار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

وہ سراپا انوار...... وہ سراج منیر...... جس کی روپہلی شعاعوں نے گلشن دہر پہ چھائی ہوئی ظلم و جفا کی شب تاریک کو سحر آشنا کیا۔
سیارگان عرش کی جگمگاہٹ
صاعقہ سیماب صفت کی نورانی تڑپ
ان کے جمال و جلال کی نمود ہے۔ ان کے نور جہاں تاب کی خیرات ہے۔

عکس سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سیم و زر گردوں پہ سکہ نور کا

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا (۱)

﴿ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا﴾

حضرت ابو سعید ﷛ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جب حضرت نوح ؑ اپنی امت کو لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا ''کیا تو نے میرے احکام پہنچا دیئے تھے؟''

جواب دیں گے ''ہاں'' کافر کہیں گے ''نہیں! ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت نوح ؑ سے فرمائے گا ''اپنا گواہ لاؤ'' وہ عرض کریں گے۔

مُحَمَّد'' صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمَّتُه' فَلْيَشْهَدُ اَنَّه' قَدْ بَلَّغَ ''حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت گواہ ہیں پس یہ گواہی دیں گے''۔ اللہ کے فرمان کا یہی مطلب ہے جو قرآن میں ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

''اور ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ''

﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

اس قسم کی روایت ''مشکوۃ شریف'' میں بھی پائی جاتی ہے جس کی شرح میں حضرت علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

فِيهِ تَنْبِيْه'' نَبِيْه اَنَّه' صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِر'' نَاظِر'' لَابُعْدَ اَنَّه' صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُ لِنُوْحٍ اَيْضًا لَانَّه' مَحَلُّ النُّصْرَةِ

''اس حدیث میں یہ تنبیہہ ہے کہ حضور حاضر و ناظر ہیں نیز یہ خلاف عقل نہیں کہ آپ حضرت نوح ؑ کیلئے بھی گواہی دیں گے کیونکہ وہ مقام مدد ہے''۔

﴿حاشیہ مشکوۃ، ص ۴۸۵﴾

حضرت الشیخ عبدالکریم شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا ﴿الشهيد﴾ فَاِنَّه' صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّصِفًا بِهٖ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى

ذٰلِکَ قَوْلُہ، تعالٰی وَاَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا فَھُوَا الشَّھِیْدَ الْمُطلق لِلْحق وَالْخَلْقِ ''آپ کا نام شہید بھی ہے اور آپ صفت شہید کے ساتھ متصف تھے۔ اس کی دلیل کلام باری وارسلنک ...... الخ ہے۔ پس آپ حق تعالیٰ اور خلق کیلئے شہید مطلق ہیں۔ ﴿الکمالات الالٰھیہ فی الصفات المحمدیہ﴾

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَاَقْوَی الْاَرْوَاحِ فِیْ ذٰلِکَ رُوْحُہ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّھَا لَمْ یَحْجُبْ عَنْھَا شَیْئٌ مِنَ الْعَالَمِ ''تمام روحوں سے قوی تر روح محمدی ہے پس اس سے جہان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں''۔ ﴿کتاب الابریز' ص ۴۷﴾

علامہ ابن حجر قسطلانی فرماتے ہیں۔

لَافَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰلِکَ عِنْدَہ، جَلِیٌّ'' لَاخِفَابِہٖ

''آپکے اپنی امت کو دیکھنے اور اس کے احوال و نیات' عزائم و خواطر جاننے میں آپ کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں۔ یہ سب کچھ ان پر بلا کسی پوشیدگی کے واضح ہے''۔ ﴿مواہب لدنیہ﴾

الحمدللہ! ہمارے اکابر نے یہ عقیدہ قرآن پاک ہی سے اخذ کیا ہے۔

وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہ، ﴿۲﴾

''عنقریب اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل دیکھ لے گا''۔

اس آیت مقدسہ میں فعل ایک ہے اور فاعل دو۔ جیسے دیکھنا اللہ کیلئے ثابت ہوگا ویسے اس کے رسول کیلئے ثابت ہوگا۔ ہاں فرق یہ ہے کہ اللہ کا دیکھنا ذاتی ہے اور اس کے رسول کا دیکھنا اس کی عطا کے ساتھ ہے۔ بہر حال یہ تو ثابت ہوگیا کہ حضور امت کے اعمال کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔ عَزِیْزٌ'' عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ ''آپ پر تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے''۔ اگر آپ کو تکلیف امت کا علم و مشاہدہ حاصل نہیں تو ''عزیز'' کا مفہوم کیا ہوگا؟ الغرض نبی شاہد و مبشر ﷺ ہر اس چیز سے

متعلق جانتے ہیں جو عدم سے وجود میں آچکی ہے۔

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی و اثر کی ہے
کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولیٰ کو قول و قائل و ہر خشک و تر کی ہے

☆ شہادت کلی کی دلیل

حضرت امام الانبیاء ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ'' انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! میں سناؤں۔ حالانکہ نازل تو آپ پر ہوا ہے'' فرمایا ''مجھے دوسروں سے سننا بھی بہت پسند ہے''۔ پس انہوں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی۔ جب اس آیت پر پہنچے ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا اس وقت کیا ہی سماں ہوگا جب ہم تمام امتوں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے﴾ قَالَ اَمْسِكْ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ فرمایا رک جاؤ اور اس وقت آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ ﴿بخاری کتاب التفسیر﴾

کاش کوئی تعصب وعناد کے سیاہ پردے اٹھا کر دیکھے کہ شان محبوب کس طرح بیان کی جارہی ہے۔ مذکورہ صدر آیات واحادیث کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آپ ہر امت کیلئے حاضر وناظر ہیں۔ کوئی دور آپ کی نگاہ نبوت سے اوجھل نہیں۔ کیونکہ سچا گواہ وہی ہوتا ہے جو عینی شاہد ہو۔ ٹیلیفون یا خط وکتابت کی گواہی قابل التفات نہیں۔ آیہ مقدسہ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا کے تحت تفسیر ''روح البیان'' میں ہے۔

فَاِنَّهٗ لَمَّا كَانَ اَوَّلَ مَخْلُوْقٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ كَانَ شَاهِدًا بِوَحْدَانِيَةِ الْحَقِّ وَشَاهِدًا بِمَا اُخْرِجَ مِنَ الْعَدَمِ اِلَى الْوُجُوْدِ مِنَ الْاَرْوَاحِ وَالنُّفُوْسِ

وَالْاَجْرَامِ وَالْاَرْكَانِ وَالْاَجْسَادِ وَالْمَعَادِنِ وَالنَّبَاتِ وَالْحَيْوَانِ وَالْملكِ وَالْجِنِّ وَالشَّيْطٰنِ وَالْاِنْسَان

"چونکہ حضور ﷺ اللہ کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اوران چیزوں کومشاہدہ کرنے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئیں۔ مثلاً ارواح ونفوس، اجسام ومعدنیات، نباتات وحیوانات، جن، شیطان، فرشتے اور انسان سب پر گواہ ہیں"۔ آگے منقول ہے "آپ نے آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا، زمین پہ آنا، توبہ کا قبول ہونا غرض جو کچھ ان پر گزرا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا کو مشاہدہ فرمایا"۔

اگر حضور ﷺ کی سچائی پر ایمان ہوتو پھر حاضر و ناظر ماننے میں کوئی قدغن سامنے نہیں آتی اور آپ کے تشکر آمیز آنسو اس امر کو واضح کر رہے ہیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس رفیع الشان مقام پر فائز فرمایا ہے۔

☆ جمال مصطفیٰ اور اہل نظر

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیُقْظَةِ "جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا"۔ ﴿بخاری شریف، کتاب التعبیر﴾

یہ حدیث مبارک بخاری شریف کے علاوہ ابوداؤد، مسلم، جامع ترمذی، مشکوۃ، زرقانی اور مواہب لدنیہ میں بھی مرقوم ہے۔ سند المحدثین حضرت عبدالحق محدث دہلوی شرح فرماتے ہیں کہ

"یہ بشارت ان افراد کیلئے ہے جو آپ کے جمال جہاں آرا۔ کو خواب میں دیکھتے ہیں اور آخر میں نفسانی تاریکیوں اور جسمانی موانع کے ختم ہونے کے بعد بغیر حجاب کے دیدار کرتے ہیں۔ جیسا کہ اولیاء اللہ ہیں کہ عالم بیداری میں ان کو زیارت ہوتی ہے۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ حالت بیداری میں زیارت مصطفیٰ

بالکل درست ہے"۔ ﴿اشعۃ اللمعات' فارسی جلد۳ ص ۶۴۰﴾

"روح المعانی شریف" میں ہے کہ "بیشک نبی کریم ﷺ کا جمال عالم بیداری میں اور وصال کے بعد اوران سے فیض لینا امت کے بکثرت کاملوں کیلئے واقع ہے"۔

حضرت ابوعباس مرسی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "اگر میں آن واحد کیلئے بھی زیارت مصطفیٰ سے محروم ہو جاؤں مَا عَدَدْتُ نَفْسِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْن تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا"۔ ﴿جواہر البحار' جلد۲' ص ۱۱۷' روح المعانی﴾

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ جمالِ مصطفیٰ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اگر کسی دیدۂ کور کو نظر نہ آئے تو یہ اس کی اپنی بدقسمتی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَفْسِہٖ "میں ہر مومن سے اسکی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں"۔ ﴿نسائی شریف' جلد۱' ص ۲۷۹﴾

قرآن کریم بھی فرماتا ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ "یہ نبی اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے"۔

مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے "اولیٰ" کا معنیٰ "قریب تر" بھی کیا ہے۔ ﴿تحذیر الناس' ص ۱۰﴾ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آپ عامۃ الناس کی نگاہوں سے اوجھل ہیں ورنہ تو بقول علامہ نبہانی قدس سرہ

اِنَّہٗ جَسَدُہُ الشَّرِیْف لَایَخْلُوْمِنْہُ زَمَان" وَلَامَکَان" ﴿۳﴾ وَلَا عَرْش" وَلَا لَوْح" وَلَا کُرْسِی" وَلَا قَلَم"

"آپ کے جسم اطہر کی تجلی سے زمان و مکان' عرش و کرسی اور لوح و قلم کوئی چیز خالی نہیں"۔ ﴿جواہر البحار' جلد۱' ص ۴۸۳﴾

اہل بصیرت ہر جگہ اس تجلی کو مشاہدہ کرتے ہیں اور حسن محبوب کے جلوؤں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اہل طریقت نے جو تصور شیخ کی اصطلاح پیش کی ہے اس کو علماء دیو بند نے بھی تسلیم کیا ہے۔

روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگر چہ از

شیخ دور است امارِ وحانیت او دور نیست

ترجمہ: ''شیخ کی روح ایک جگہ قید نہیں، مرید دور ہے یا نزدیک اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے مگر اسکی روحانیت سے دور نہیں''۔ ﴿امداد السلوک، ص ۱۰﴾

غور کیجئے کہ اگر شیخ کامل کی روحانی استعداد کا یہ عالم ہے تو محبوب کبریا ﷺ کی اس طاقت کا کیا عالم ہوگا؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ ﴿جو اہل نظر کے مقتدا ہیں﴾ بارگاہ مصطفوی میں عرض کرتے ہیں۔ وَاِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرىٰ اِلَّاکَ ''یارسول اللہ! میں جب بھی نظر اٹھاتا ہوں تو آپ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا''۔ ﴿قصیدہ نعمان﴾

جناب جگر مراد آبادی نے تصور جاناں کو کیا خوب پیش کیا ہے۔

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی، نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں، یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں
وہی قیامت ہے قد بالا، وہی ہے صورت، وہی سراپا
لبوں کو جنبش، نگہ کو لرزش، کھڑے ہیں اور مسکرا رہے ہیں
وہی لطافت، وہی نزاکت، وہی تبسم، وہی ترنم
میں نقش حرماں بنا ہوا ہوں، وہ نقش حیرت بنا رہے ہیں

☆ حوض کوثر کا نظارہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اصل کائنات ﷺ منبر پہ جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا۔

اَنَا عَلَیْکُمْ شَهِیْد'' وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ مِنْ مَّقَامِیْ هٰذَا ''میں تمہارا گواہ ہوں۔ ہماری جائے ملاقات حوض کوثر ہے اور میں اس جگہ سے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں''۔ ﴿بخاری کتاب المغازی﴾

ایک بار آپ نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَیْئٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُه، اِلَّا رَاَیْتُه، فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا ''کوئی شے ایسی

نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ میں اس مقام سے ہر شے کو دیکھ رہا ہوں"۔ ﴿بخاری﴾

اسلامی تعلیمات کے مطابق حوض کوثر جنت میں ہے اور جنت سات آسمانوں کے اوپر واقع ہے۔ ذرا میرے آقا ﷺ کی قوت بصارت کا اندازہ تو کیجئے' نگاہ اٹھاتے ہیں تو عالم بالا کے حجابات سرکنا شروع ہو جاتے ہیں اور طرب زار فردوس تمام تر رعنائیوں کے ساتھ سامنے دکھائی دیتا ہے۔ اس مضمون کی اور احادیث بھی کافی تعداد میں وارد ہیں۔

☆ قصر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاَبْصَرْتُ قَصْرًا فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا قَالُوْا لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ "میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں ایک محل دیکھا۔ پوچھا "یہ کس کا ہے؟" بولے "عمر بن خطاب کا" پھر میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو جاؤں مگر رک گیا کہ غیرت فاروقی میرے علم میں تھی"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے "یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان' کیا آپ پر بھی غیرت کروں گا؟" ﴿بخاری' کتاب النکاح﴾

الفاظ حدیث پر غور کیجئے کہ حضور ﷺ مرغزار جنت میں بھی "حاضرو ناظر" ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔ حالانکہ ذائقہ موت چکھنے کے بغیر وہاں داخل نہیں ہوا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس "پابندی" سے بھی مستثنیٰ فرما دیا۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اور مقام فردوس کی شہادت دی۔ یہ حدیث مبارک ان لوگوں کے اذہان وقلوب کے بند کواڑوں پر دستک دے رہی ہے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ "حضور فخر دو عالم اپنے انجام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے"۔ یہاں تو اپنے غلاموں کے مقامات رفیعہ کا حال بتا رہے ہیں' اپنے بارے میں کیوں نہیں جانتے ہوں گے۔

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

☆ خزانوں اور فتنوں کا نزول

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ بیدار ہوئے اور فرمارہے تھے سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْخَزَآئِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ ''سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنے خزانے اور کتنے فتنے نازل فرمائے۔ کوئی ان حجرے والیوں کو جگا دے تاکہ نماز پڑھیں''۔ رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٍ فِی الْاٰخِرَۃِ ''بہت سی دنیا میں لباس پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگی ہوں گی''۔

﴿بخاری کتاب الفتن، ترمذی، موطا﴾

☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ مدینہ منورہ کے ٹیلے پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا:

هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّیْ لَاَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطْرِ ''کیا تم دیکھ رہے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں؟'' لوگ بولے ''نہیں'' فرمایا ''میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں پر بارش کی طرح برس رہے ہیں''۔ ﴿بخاری شریف، جامع الصغیر﴾

معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے نبی کو وہ کمالات عطا فرمائے ہوتے ہیں جن کا تصور بھی دوسروں کے حق میں نہیں کیا جا سکتا۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی اللہ کے دشمنوں کے بارے میں تو قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمان نقل فرمایا ہے۔

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا

''یعنی ﴿آذر سے﴾ تم ان جھوٹے خداؤں کو پکارتے ہو جو تمہاری آواز کو بھی نہیں سنتے اور تمہیں دیکھ بھی نہیں سکتے اور تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کر سکتے''۔

ہم پوچھتے ہیں کہ بتوں کے رد میں نازل ہونے والی ایسی آیات مبارکہ کو محبوب کبریا ﷺ کی ذات قدسیہ پر چسپاں کرنا اور آپ کی قوت سماعت و بصارت کا انکار کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ آپ کی سماعت و بصارت تو قرآن و حدیث

سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے فرمار ہے ہیں۔

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ

''یعنی میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے''۔ ﴿مشکوٰۃ' ترمذی' ابن ماجہ﴾

اور قرآن پاک فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا

''ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنا کر بھیجا''۔

معلوم ہوا کہ عام آدمی بتوں کی طرح بے بس اور اندھا اور بہرہ نہیں تو حضور ﷺ کیسے ان کی مثل ہو سکتے ہیں؟

پھر قرآن پاک نے ابلیس کی قوت بصارت کو دیکھئے' کیسے بیان کیا ہے۔

اِنَّہٗ یَرٰاکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَاتَرَوْنَھُمْ

''بیشک ابلیس اور اس کا قبیلہ تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ حیرت ہے ان لوگوں پر کہ ابلیس اور اس کے حواریوں کی بصارت کو مانتے ہیں کہ وہ سب لعین پوری زمین کے انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں مگر حضور ﷺ اور آپ کے غلاموں کی بصارت اور بصیرت کے بارے میں شبہات کا شکار ہیں' دلائل مانگتے ہیں۔ حالانکہ صاحب ایمان تو خود سمجھ جاتا ہے کہ اگر شیطانی قوت کا یہ عالم ہے تو رحمان کی عطا کردہ روحانی قوت کا کیا عالم ہوگا؟ بھلا ابلیس کی کیا مجال جو شان مصطفیٰ کا مقابلہ کر سکے۔

☆ ایک شبہ کا ازالہ

حدیث مبارک میں مضارع کے صیغے پائے جاتے ہیں۔ یعنی جو میں دیکھتا ہوں اور دیکھوں گا وہ تم نہیں دیکھتے اور نہیں دیکھو گے۔ جو میں سنتا ہوں اور سنوں گا وہ تم نہیں سنتے اور نہ سنو گے''۔ چونکہ ان الفاظ میں عموم پایا جاتا ہے' اس لئے ہمارا

عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں بھی ہماری فریاد سنتے ہیں اور ہمیں دیکھتے ہیں۔ مگر اس عقیدے کو بعض عناصر استہزا کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ''سماعِ موتی'' غیر یقینی امر ہے۔ ہم تو حضور ﷺ کو ''مردہ'' وہم و گمان میں بھی نہیں سوچ سکتے۔ اگر بالفرض ایسا ہی ہے تو بھی ان کا یہ خیال باطل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ''بخاری شریف'' میں ہے کہ ''جب آدمی دفن کیا جاتا ہے اور اس کے احباب واپس چلے جاتے ہیں اِنَّہٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ ''بیشک وہ ''مردہ'' ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے''۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے مقتولین بدر کو کنویں میں جھانک کر مخاطب فرمایا ''کیا تم نے خدا کا وعدہ سچا پایا؟'' آپ سے پوچھا گیا کہ ''آپ مردوں کو پکار رہے ہیں؟'' فرمایا مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْھُمْ ''تم ان ''مردوں'' سے زیادہ نہیں سنتے''۔ ﴿۴﴾ ﴿بخاری کتاب الجنائز﴾

قرآن پاک میں ہے کہ قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا اور وہ لوگ مر گئے تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان ''مردہ'' لوگوں کو مخاطب فرمایا۔

یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّاتُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ''اے میری قوم بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم نصیحت کرنے والوں کو کب پسند کرتے تھے''۔

یہی بات حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم مدین کو عذاب الٰہی آنے کے بعد کہی۔ علامہ ابن قیم نے بھی اقرار کیا ہے کہ

اَلْخِطَابُ وَالنِّدَآءُ لِمَوْجُوْدٍ یَسْمَعُ وَیُخَاطَبُ وَیَعْقِل

''خطاب و ندا اس موجود کیلئے ہے جو سنے، خطاب کی صلاحیت رکھے اور سمجھے''۔ ﴿کتاب الروح﴾

قرآن پاک میں جو وارد ہے کہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ''تم مردوں کو نہیں سنا سکتے''۔ یا تم اہل قبور کو نہیں سنا سکتے تو ان آیات میں ''اسماع'' کی نفی

ہے۔ ''سماع'' کی نہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد آدمی قبر میں ثواب و عذاب ﴿۵﴾ لینے کیلئے زندہ ہوتا ہے۔ موت صرف ایک ذریعہ ہے جس کی وجہ سے وہ عالم فانی سے عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

عام انسان کا یہ حال ہے تو حضور امام الانبیاء محبوب کبریا ﷺ کی تو شان ہی وراء الوریٰ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّه' شَهُوْد'' تَشْهَدُه الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُه' حَتّٰى يَفْرَغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ ''مجھ پر کثرت سے جمعے کے روز درود پڑھا کرو کہ وہ یوم مشہود ہے۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں' جو مجھ پر اس دن درود پڑھتا ہے تو مجھ پر اس کا درود پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود سے فارغ ہو جائے''۔

صحابی ﴿حضرت ابودردا﴾ نے عرض کی ''آپ موت کے بعد بھی سنیں گے'' فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کے مبارک اجسام کو کھائے تو اللہ کا ہر نبی زندہ ہے اور رزق کھاتا ہے''۔ ﴿ابن ماجہ' وفاء الوفاء' مشکوٰۃ' جامع صغیر' نیل الاوطار' اشعۃ اللمعات' مرقاۃ' جلاء الافہام﴾

اس طرح کی اور حدیث پاک ہے اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ ﴿مشکوٰۃ' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی' مستدرک' مدارج النبوۃ' الصلوٰۃ والسلام' سنن کبریٰ' نیل الاوطار' جامع صغیر﴾

ان احادیث کی روشنی میں علامہ بدرالدین عینی نے ''عمدۃ القاری'' ملا علی قاری حنفی نے ''مرقاۃ'' شیخ عبدالحق دہلوی نے ''تکمیل الایمان'' علامہ شامی نے ''شامی شریف'' میں ''حیات النبی ﷺ'' پر بڑی ایمان افروز تقریر فرمائی ہے۔

ثابت ہوا کہ ہمارے آقا آج بھی زندہ ہیں اور عشاق کے درود و سلام کو سنتے ہیں اور انہیں دیکھ بھی سکتے ہیں۔

''بخاری'' اور ''بیہقی'' نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ''حضور ﷺ مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں آج تک اس کھانے کی اذیت محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب اس کھانے نے میری شہ رگ کو قطع کر دیا ہے''۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ شہید ہیں۔ اسکی تصدیق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ دیکھئے ﴿طبرانی، مستدرک اور بیہقی﴾ شہید کے بارے میں قرآن فرماتا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ''جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔ وہ زندہ ہیں اور رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں''۔

اللہ اکبر! قرآن و حدیث نے ہر اشکال کو تارِ عنکبوت کی طرح بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ ایک اور آیہ مقدسہ ملاحظہ فرمائیں۔

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا

''اور ان سے پوچھو جو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجے''۔

اس مقام پر تمام مفسرین نے نقل کیا ہے کہ ''انبیاء کرام زندہ ہیں کیونکہ جو لوگ قطعی مر گئے ہوں ان سے کوئی بات پوچھنا یا ان کی شہادت لینا درست نہیں''۔

﴿تفسیر در منثور، تفسیر روح المعانی، تفسیر جمل، تفسیر بیضاوی﴾

☆ مشاہدہ دوزخ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''سورج گرہن ہوا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی۔ بعد ازاں فرمایا اُرِیْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا کَالْیَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ ''مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے آج تک ایسا خوفناک منظر نہیں دیکھا۔ ﴿بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

دوزخ سات زمینوں کے نیچے موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

محبوب کی نگاہوں سے زمینی پردے بھی ہٹا دیئے تاکہ لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ''تمام جہانوں کیلئے ڈر سنانے والے ثابت ہو جائیں''۔

☆ نظر نہ آنا عدم وجود کی علامت نہیں

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا۔

هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، تَرٰى مَا لَا اَرٰى تُرِيْدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''عائشہ یہ جبرئیل ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ، یارسول اللہ! آپ انہیں دیکھ رہے ہیں لیکن مجھے نظر ہی نہیں آتے''۔ ﴿بخاری کتاب بدالخلق﴾

حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کے منکروں نے بزعم خود یہ بہت بڑی دلیل تراش رکھی ہے کہ ''اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو پھر نظر کیوں نہیں آتے؟ یہ ایسا جاہلانہ سوال ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ کیا یہی سوال کوئی دہریہ ان حضرات سے واجب الوجود جل شانہ کے بارے میں نہیں کر سکتا؟ میں حیران ہوں کہ یہ لوگ ہزاروں ایسی چیزوں کا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں جو ہمیں بالکل نظر نہیں آتیں مثلاً ہوا، عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ وغیرہ مگر جب شان مصطفیٰ کی باری آتی ہے تو قیاس کو قابل مذمت سمجھنے والے قیاس ہی کا دامن تھام کر توہین کا انداز اختیار کر لیتے ہیں۔

حدیث بالا ثابت کرتی ہے کہ جبریل علیہ السلام کا نظر نہ آنا ان کے عدم وجود کی دلیل نہیں۔ اسی طرح کراما کاتبین بھی نظر نہیں آتے مگر موجود ہوتے ہیں۔ دو عالم کا لعنتی ابلیس بھی نظر نہیں آتا مگر جہاں چاہے جا سکتا ہے، وقت ہجرت آپ ﷺ یٰسین پڑھتے ہوئے اہل مکہ کے درمیان سے گزر گئے تھے مگر ان کی کھلی آنکھیں بھی آپ کی گرد راہ کو نہیں پا سکی تھیں۔ پھر یاد رہے کہ آپ قوت روحانی کے لحاظ سے جملہ کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور اگر چاہیں تو کسی بھی جگہ پر مع الجسم

جلوہ آرائی فرما سکتے ہیں۔

علامہ نورالدین حلبی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُوْد بَيْنَ اَظْهُرِنَا حِسًّا وَمَعْنًا وَجِسْمًا وَرُوْحًا وَسِرًّا وَبُرْهَانًا ''نبی ہمارے درمیان حسی ومعنوی، جسمانی وروحانی اور ظاہری وباطنی اعتبار سے موجود ہیں۔ ﴿جواہر البحار، جلد۲، ص۱۲۴﴾

حضرت الشیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف راحالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہ خواہ بمثال خواہ برآسمان خواہ برزمین خواہ درقبر یا غیر وے صورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔

''اس کے بعد اگر کہیں کہ اللہ نے آپ کے جسم کو ایسی حالت وقدرت عطا فرمائی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ جسم سے آسمان وزمین وقبر میں تو یہ بات درست ہے، قبر سے ہر حال میں نسبت خاصہ برقرار رہتی ہے''۔

﴿مدارج النبوۃ، جلد۲، ص۴۵۰﴾

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

اِنِ اعْتَقَدَ النَّاسُ اَنَّ رُوْحَه' وَمِثَالَه' فِيْ وَقْتِ قِرَاءَةِ الْمَوْلِدِ وَخَتْمِ رَمَضَانَ وَقِرَاءَةِ الْقَصَائِدِ يَحْضُرُ جَازَ ''اگر کوئی عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک یا مثال میلاد شریف، ختم رمضان یا نعت خوانی کے دوران تشریف لاتی ہے تو جائز ہے''۔ ﴿۷﴾ ﴿شرح صدور﴾

معلوم ہوا کہ علمائے حق کے نزدیک بھی یہی امر مسلمہ ہے کہ حضور ﷺ اللہ کی عطا سے ''حاضر وناظر'' ہیں۔ اگر کسی کو نظر نہیں آتے تو اس میں سرکار کا کیا قصور؟ جن کو نظر آتے ہیں کم از کم فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ ''اہل ذکر سے پوچھ لو'' کے تحت ان سے ہی تصدیق کر لی جائے تو مسئلہ حل ہوسکتا ہے وہ تو کہہ رہے ہیں۔

لاکھ آفتاب پاس سے ہو کر گزر گئے
ہم محو انتظار سحر دیکھتے رہے
ایسے بھی کچھ فراق کی راتیں گزر گئیں
جیسے انہیں کو پیش نظر دیکھتے رہے

اگر انہیں دیکھنا ہوتو آئینہ قلب کو صاف کرنا ہوگا۔ دولت دیدار مصطفیٰ اتنی بھی سستی نہیں کہ بدذوق کو عطا کر دی جائے۔ ۹

مے خانے کی توہین ہے رندوں کی ہتک ہے
کم ظرف کے ہاتھوں میں اگر جام دیا جائے

☆ قبر میں ماہ تمام کی تابشیں

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ''قبر والے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے اٹھا کر پوچھتے ہیں۔ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ''تو اس انسان کامل محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا'' اگر مومن ہوگا تو کہے گا۔'' یہ میرے رسول محترم ﷺ ہیں''۔ اس کے بدلے اسے جنت عطا کر دی جائے گی۔ اگر منافق یا کافر ہے تو کہے گا لا ادری ''میں نہیں جانتا''۔ اس پر وہ فرشتے گرز برسائیں گے۔ پھر اس کی چیخ و پکار کو جن و انسان کے علاوہ ہر چیز سنے گی۔ ﴿ملخصاً﴾ ﴿بخاری کتاب الجنائز﴾

هٰذا قریبی چیز کی طرف اشارہ کرتے وقت استعمال ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ اس ماہ تمام کی کرنیں قبر میں ظلمتوں کے گھمبیر سائے کافور کرتی ہیں۔ آپ فرشتوں کے قریب ہی تشریف فرما ہوتے ہیں۔ پھر ذرا سوچئے کہ ایک لمحے میں پوری دنیا میں کتنے انسان جہاں سے رخت سفر باندھ رہے ہیں اور حضور ہر لمحے کتنی جگہوں پر ''حاضر و ناظر'' ﴿۸﴾ ہوتے ہیں۔ اس حدیث مبارک کی ایمان آفرین تشریح حضرت علامہ حلبی قدس سرہ کی زبان سے سنئے۔ ''فرشتے صاحب قبر سے سوال کرتے ہیں کہ تو

اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ ھٰذا اسم اشارہ ہے جس سے حاضر کی طرف ہی اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ ہی اصلی اور حقیقی مطلب ہے۔ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ آپ مسئول کے ذہن میں حاضر ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حقیقی مطلب سے تجاوز کرنا کون سی دلیل کے تحت ہے؟ پس واجب ہے کہ آپ ﷺ اپنے جسم اقدس سے ہی حاضر ہوتے ہیں۔ اس کلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ ﴿جواہر البحار جلد ۲ ص ۱۱۶﴾

الرَّجُل تصویر کو تو نہیں کہا جا سکتا اور نص کے بغیر وجود مثالی بھی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ بہرحال ہمارا عقیدہ مضبوط ہے کہ سرکار اپنی شان کے لائق قبور میں جلوہ دکھاتے ہیں۔ کوچہ عشق کے رہنے والے بڑے شوق سے لیلیٰ موت سے ہم آغوش ہوتے ہیں کہ قبر کے وحشت انگیز ماحول میں جب اس حسن دل پرور کی زیارت نصیب ہوگی تو سارا سماں کرنوں کا گہوارہ بن جائے گا۔

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

اس راقم نیاز آگیں نے عرض کیا ہے۔

قبر کا غم، پل صراط و ساعت روز شمار
ان کی رحمت ہو تو سارے مرحلے آسان ہیں

☆ نجاشی کی نماز جنازہ...... حاضر و ناظر ہونیکی دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ خَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعًا

"حضور ﷺ نے نجاشی کے انتقال کی خبر اسی روز دی جس روز وہ فوت ہوئے تھے۔ آپ جنازہ گاہ کی طرف آئے، لوگوں کی صفیں بنوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔

﴿بخاری کتاب الجنائز﴾

اس حدیث پاک سے بعض دوستوں نے غائبانہ نماز جنازہ کا استدلال کیا ہے جو ہمارے نزدیک ٹھیک نہیں۔ کیونکہ نجاشی کی نعش حضور ﷺ کی نگاہ بصیرت سے اوجھل نہیں تھی بلکہ آپ صریحاً مشاہدہ فرمارہے تھے۔ شارحین بخاری نے بھی یہی عقیدہ تسلیم کیا ہے۔ مثلا امام بدرالدین عینی قدس سرہ نے صحیح ابن حبان سے روایت لی ہے کہ حضور نے فرمایا ''تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے لہٰذا اس پر نماز پڑھو۔ صحابہ کا گمان غالب یہی تھا کہ اِنَّ جَنَازَتَه' بَيْنَ يَدَيْهِ نَحْنُ لَا نَرٰى اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قَدَامنَا ''ان کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے تھا اور ہمارا اعتقاد تھا کہ جنازہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے''۔ ﴿عینی، جلد۴، ص ۲۵﴾

حضرت ابن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ کشف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راہ وصلی علیہ ﴿فتح الباری﴾

یادر ہے کہ یہ نماز جنازہ صرف حضرت نجاشی ﷺ کیلئے تھی۔ اس سے پہلے اور بعد میں ایسا فعل حضور ﷺ سے مرفوعا ثابت نہیں۔ ''طبرانی'' اور ''دارقطنی'' نے اخذ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ اس لئے ادا فرمائی تھی کہ بعض لوگ ان کے مسلمان ہونے میں تشکیک کا شکار تھے۔ آپ کے اس خصوصی عمل نے ان کے بتان وہم وگمان کو خاک میں ملا دیا۔ معلوم ہوا کہ یہ سعادت صرف نجاشی کیلئے تھی۔ ورنہ بئر معونہ کا کربناک واقعہ ﴿جس میں ستر صحابہ کو دھوکا دے کر شہید کر دیا گیا تھا﴾ انتقال نجاشی سے کہیں زیادہ غم انگیز تھا۔ حضور ﷺ نے پورا مہینہ کفار پر لعنت فرمائی مگر غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی۔ صحابہ کرام سے بھی ایسا کوئی عمل ثابت نہیں۔ ایک اور حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاویہ بن معاویہ مزنی کی نماز جنازہ میدان تبوک میں ادا فرمائی۔ یہ حدیث چند طرح سے قابل قبول نہیں۔

اولاً یہ حدیث ضعیف محض ہے کیونکہ اس کی مختلف اسناد میں بقیہ بن ولید، نوح بن عمر، علاء بن یزید، محبوب بن ہلال جیسے راوی ہیں جن کو ائمہ حدیث نے مدلس، منکرالحدیث، متروک الحدیث اور چور جیسے سخت الفاظ سے یاد کیا ہے۔ سب سے

بڑھ کر یہ کہ معاویہ بن معاویہ کوئی صحابی ہی نہیں۔ ﴿الاصابہ، ص ۴۳۸، الاستیعاب﴾

ثانیاً طبرانی سے امام بدرالدین عینی نے روایت اخذ کی ہے کہ "اس واقعہ میں بھی ان صاحب کا جنازہ حضور کے سامنے تھا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی تھی۔ اتحب ان اطوی لک الارض فتصلی علیه قال نعم فضرب علی الارض فوقع لـه سریره فصلی علیه " کیا میں آپ کیلئے زمین سمیٹ دوں؟" فرمایا "ہاں" پس انہوں نے اپنا پر زمین پر مارا اور حضور نے جنازہ سامنے پایا۔ پھر آپ نے نماز ادا فرمائی۔ ﴿جلد۴، ص ۲۵﴾

ثالثاً یہ بھی عمل خاص ہے جس سے استدلال پیش کرنا جائز نہیں اور پھر اس ضعیف ترین حدیث اور اس کے تشریحی پہلوؤں سے بھی بحمد اللہ تعالیٰ سرکار دو جہاں ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوگیا۔ جب آپ کا حاضر و ناظر ہونا ظاہر ہے تو پھر نماز جنازہ حاضر پر ہی پڑھی گئی نہ کہ غیب پر۔

حیرت ہے جو دوست فاتحہ، درود اور ایصال ثواب کا ڈٹ کا انکار کرتے ہیں، کیا ان کی غائبانہ نماز جنازہ کا اثر و ثواب نظروں سے غیب میت کو پہنچ جاتا ہوگا؟

☆ نہاں خانہ دل کا مشاہدہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ وَرَاءَ ظَهْرِیْ "کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میرا قبلہ یہی ہے۔ بخدا مجھ پر تمہارے رکوع و خشوع پوشیدہ نہیں اور میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں"۔ ﴿بخاری کتاب الاذان﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِیْ اِذَا رَکَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ

"اپنے رکوع و سجود اچھی طرح کیا کرو خدا کی قسم میں پیچھے سے یا فرمایا پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع و سجود کرتے ہو"۔ ﴿ایضا﴾

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کا دیکھنا ظاہری آنکھوں تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ سراپا چشم بصیرت تھے۔ سارا جہان آپ کے سامنے تھا۔ جہات ستہ آپ کے پیش نظر تھیں بلکہ آپ دل و دماغ کے نہانخانوں کو بھی مشاہدہ فرما سکتے ہیں۔ مولا علی ﷜ فرماتے ہیں۔ اَلْخُشُوْعُ فِی الْقَلْبِ "یعنی خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔

اس حدیث میں هَلْ تَرَوْنَ استفہام انکاری ہے۔ معنی یہ کہ آپ کی قوت بصارت کے احاطہ میں محض جانب قبلہ نہیں بلکہ تمام جوانب و اطراف یکساں طور پر نظر آ رہی ہیں اور آپ کی حیات ظاہری تک ہی منحصر نہیں بلکہ حیات باطنی میں بھی یہ کمال حاصل ہے۔ قیامت تک کے تمام امتیوں کے دلوں سے واقف ہیں، جبھی تو پہلے ہی فرما دیا تھا کہ "ایک ایسی قوم ہو گی جو نمازیں بہت پڑھے گی کہ تم اپنی نمازوں کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے مگر دین سے خارج ہو جائے گی"۔ معلوم ہوا کہ آپ مومن اور منافق کے احوال کو جانتے ہیں۔ مشاہدہ فرماتے ہیں۔ یہ ہمارے آقا کی معجز نما شان و عظمت کی دلیل ہے۔

ہمارے ہاں ایک شخص نے نیا شوشہ چھوڑا کہ "حضور اقدس ﷺ کے سر انور کے پیچھے بھی ایک آنکھ ہوا کرتی تھی، جس کے باعث آپ صفوں میں کھڑے نمازیوں کی حالت سے واقف ہو جایا کرتے تھے"۔ ہم کہتے ہیں کیا یہ بات شمائل کی کتابوں میں منقول ہے یا کسی کمزور روایت سے ہی ثابت ہو۔ اگر کوئی نص نہیں تو جانتے ہیں بغیر نص کے سب سے پہلا قیاس کس نے کیا تھا؟ اگر حضور ﷺ کی تین آنکھیں ہی مان لی جائیں تو پھر یہ لوگ حضور ﷺ کی مثل تو نہ رہے کیونکہ ان کی دو آنکھیں ہیں۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی سے درحقیقت ان منکرین شان مصطفیٰ کا یہ مقصد ہے کہ ہر لحاظ سے آپ کی روحانی طاقتوں کا انکار کیا جائے اور عوام الناس

کے ذہنوں میں نقش کر دیا جائے کہ حضور ﷺ کسی بھی خاص عظمت کے حامل نہیں، سنتے نہیں، دیکھتے نہیں، جانتے نہیں، نور نہیں، عالم اسرار نہیں، یہ نہیں وہ نہیں، لیکن قدرت کا بھی کیا ہی خوب فیصلہ ہے۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

☆ ازالہ اوہام

سب سے پہلے جاننا چاہیے کہ ہم حضور ﷺ کو حاضر و ناظر کس اعتبار سے مانتے ہیں۔ اولاً ایک جگہ رہ کر تمام جہانوں کا مشاہدہ کرنا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی عطا سے کیا تھا اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جنت و دوزخ اور حوض کوثر وغیرہ کا معائنہ فرمایا۔ اس شق نے مخالفین کے اس اعتراض کو ختم کر دیا جو کہتے ہیں کہ حضور اگر حاضر و ناظر ہیں تو پھر جسمانی طور پر نظر کیوں نہیں آتے۔ ﴿۹﴾ بھئی نظر کیسے آئیں گے وہ تو گنبد خضریٰ میں رہ کر بھی ہم سیاہ کاروں کو دیکھ سکتے ہیں۔ جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''اہل حق جدھر نظر اٹھاتے ہیں ادراک غیبات ان کو ہوتا ہے''۔ ﴿شائم امدادیہ، ص ۶۱﴾

ثانیاً آن واحد میں تمام عالم کی سیر کرنا۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''ابو یزید علیہ الرحمہ سے طے زمین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کونسا کمال ہے دیکھو ابلیس ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک قطع کر لیتا ہے''۔ ﴿حفظ الایمان، ص ۷﴾

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کوئی رکاوٹ نہیں کہ ایک وقت میں لوگوں کی کثیر تعداد کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ آپ تو سورج ہیں۔ ایک قطب سے کائنات کی کوئی جگہ خالی نہیں ہوتی۔ پھر حضور ﷺ کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' ﴿فتاویٰ حدیثیہ﴾

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ ہیں اور اللہ کا فرمان ہے کہ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ ''اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے''۔ اس اعتبار سے بھی آپ کی صفت رحمت ہر جگہ موجود نظر آتی ہے۔

تفسیر ''روح البیان'' میں ہے کہ قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِیْ وَالرَّسُوْلُ عَلَیْہِ السَّلَام لَہ' الْخِیَارُ فِیْ طَوَافِ الْعَالَمِ مَعَ اَرْوَاحِ الصَّحَابَۃِ لَقَدْرَاٰہُ کَثِیْر مِنَ الْاَوْلِیَآءِ ''امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو عالم کی سیر فرمانے کا ارواح صحابہ کے ساتھ اختیار حاصل ہے۔ آپ کو اکثر اولیاء نے مشاہدہ کیا ہے۔

ثالثاً اس جسم کے ساتھ متعدد مقامات ﴿۱۰﴾ پر موجود ہونا۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ملکہ بلقیس کا تخت کون ہماری بارگاہ میں لائے گا۔ ایک ولی کامل ﴿حضرت آصف برخیا رضی اللہ عنہ﴾ نے عرض کی اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ''میں آنکھ جھپکنے سے قبل مذکورہ تخت آپکے پاس لے آؤں گا''۔ تخت ملک سبا میں بند پڑا ہے اور دربار سلیمانی فلسطین میں انعقاد پذیر ہے۔ اس ولی کامل نے کس طرح اتنا فاصلہ طے کیا؟ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ اس انتہائی قلیل وقت میں وہ دربار سے غائب ہو گئے تھے؟

ماننا پڑے گا کہ وہ ولی کامل ایک ہی وقت میں دونوں جگہوں پہ حاضر بھی تھے اور ناظر بھی۔ یہ کمال انہیں کس نے دیا؟ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ''یہ میرے رب کا فضل ہے''۔ معلوم ہوا جو اہل حق کے ان اوصاف کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فضل کا انکار کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ

''فرما دیجئے تم سب کو ملک الموت وفات دیتا ہے جو تم تمام پر مقرر ہے''۔

ملک الموت ایک فرشتہ ہے اور ایک ہی وقت میں اربوں مقامات پر حاضر و ناظر ہو کر جان قبض کرتا ہے۔ سارا جہان اس کے زیر تصرف ہے مگر کسی کو یہاں شرک کا فتویٰ یاد نہیں رہتا۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو خالق و قادر

ملک الموت کو یہ مقام عطا فرما سکتا ہے وہ اپنے محبوب' باعث تخلیق کائنات' وجہ وجیہ موجودات ﷺ کو عطا فرما دے تو کون سے شرک کا پہاڑ آ گرے گا' کون سے کفر کے راستے کھل جائیں گے۔ انسان کے ذہن میں تھوڑی سی عقل بھی موجود ہو تو موجودہ ترقی یافتہ دور کی سائنسی ایجادات سے کافی سبق حاصل کر سکتا ہے۔ ٹیلی ویژن کو لیجئے' ایک آدمی کتنے مقامات پر دیکھا جا سکتا ہے' یہ ایک سائنسی آلے کا کمال ہے۔ اب اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے محبوب کو یہ طاقت نہیں دے سکتا کہ آن واحد میں متعدد مقامات پر حاضر بھی ہو جائیں' ناظر بھی ہو جائیں اور چاہیں تو امداد بھی کر دیں۔ افسوس خدا کو جھوٹ بولنے پر قادر تو مان لیتے ہیں مگر قدرت کی ان عظیم نشانیوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ قدرت کے اس جلیل القدر شاہکار نبوت کی عظمتوں کو نہیں مانتے۔ سچ کہا ہے کسی نے ۔

وہی محسوس کرتے ہیں خلش درد محبت کی
جو اپنے آپ سے بڑھ کر کسی سے پیار کرتے ہیں

اگر یہ نکات ذہن نشین ہو گئے ہیں تو آیئے مخالفین کے چند اشکالات کا جائزہ لیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ

''آپ ان کے قریب نہ تھے جب انہوں نے معاملہ پر اتحاد کیا''۔

وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ

''اور آپ اہل مدین میں نہیں رہتے تھے۔

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ

''اور آپ انکے پاس نہیں تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے''۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ حاضر و ناظر نہیں۔ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا وَمَا كُنتَ ''آپ نہیں تھے''۔ جواباً عرض ہے کہ حضور جسمانی لحاظ سے موجود نہیں تھے' روحانی لحاظ سے موجود تھے۔ ان آیات میں

جسمانی موجودگی کی نفی پائی جاتی ہے۔ یہ ہمارا قیاس نہیں بلکہ تمام اہل ایمان کا فیصلہ ہے۔ حضرت امام صاوی قدس سرہ یہاں تفسیر فرماتے ہیں۔

هٰذَا بِالنَّظْرِ لِلْعَالَمِ الْجِسْمَانِیْ لِاقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَى الْخَصْمِ وَاَمَّا بِالنَّظْرِ لِلْعَالَمِ الرُّوْحَانِیْ فَهُوَ حَاضِرٌ " رِسَالَةَ كُلِّ رَسُوْلٍ وَمَا وَقَعَ لَهٗ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ اِلٰى اَنْ ظَهَرَ بِجِسْمِهِ الشَّرِيْفِ وَلٰكِنْ لَايُخَاطَبُ بِهِ اَهْلُ الْعِنَادِ

''یہ عدم موجودگی جسمانی عالم کے لحاظ سے ہے تاکہ مخالف پر حجت قائم ہو جائے مگر روحانی عالم کے لحاظ آپ ہر رسول کی رسالت پر اور جو کچھ اس پر گزرا حضرت آدم سے لے کر اپنے وجود اطہر کے ظاہر ہونے تک سب پر حاضر ہیں لیکن اہل عناد سے اس طرح خطاب نہیں کیا جاتا''۔ ﴿تفسیر صاوی شریف' سورۃ القصص﴾

یاد رکھیں کہ قرآن پاک کی مختلف آیات مبارکہ کے درمیان اگر تطبیق نہ کی جائے تو اس کا اسلوب بیان سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر ان آیات سے استدلال کرنے والے ان آیات کو کیوں نہیں دیکھتے جن سے حضور کے ''حاضر و ناظر'' ہونیکا ثبوت ملتا ہے۔

حدیث پاک ہے۔

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِى الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِى الْبَعْثِ

''میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر'' ﴿السراج المنیر شرح جامع صغیر﴾

حضرت علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔

بِاَنَّ جَعَلَهُ اللّٰهُ حَقِيْقَةً تَقْصُرُ عُقُوْلُنَا عَنْ مَعْرِفَتِهَا وَاَفَاضَ عَلَيْهَا وَصْفَ النُّبُوَّةِ مِنْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ فَكَانَ هٰذَا لَهٗ بَاطِنًا ثُمَّ ظَهَرَ

''یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسی حقیقت بنایا کہ ہم عقل رکھ کر بھی اس کی معرفت سے عاجز ہیں اور باطن میں آپ کو شروع سے ہی وصف نبوت عطا فرمایا پھر آپ کا ظہور قدسی ہوا''۔ ﴿السراج المنیر' جلد ۳' ص ۱۰۴﴾

حدیث پاک كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ﴿میں اس وقت بھی

نبی تھا جب آدم روح و جسم کے درمیان تھے ﴾ کے تحت علامہ مناوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنْتُ نَبِیًّا لَمْ یَقُلْ کُنْتُ اِنْسَانًا وَلَا کُنْتُ مَوْجُوْدًا اِشَارَۃً" اِلٰی اَنَّ نُبُوَّتَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ مَوْجُوْدَۃً" فِیْ اَوَّلِ الْخَلْقِ الزَّمَانِ فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ دُوْنَ عَالَمِ الشَّھَادَۃِ فَلَمَّا انْتَھٰی الزَّمَانُ بِالْاِسْمِ الْبَاطِنِ اَیْ وَجُوْدِ جِسْمِہٖ وَارْتِبَاطِ الرُّوْحِ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْتَقَلَ حُکْمُ الزَّمَانِ فِیْ جَرْیَانِہٖ اِلَی الْاِسْمِ الظَّاھِرِ فَظَھَرَ بِذَاتِہٖ جِسْمًا وَّرُوْحًا فَکَانَ الْحُکْمُ لَہٗ بَاطِنًا اَوَّلًا فِیْ کُلِّ مَا ظَھَرَ مِنَ الشَّرَائِعِ عَلٰی اَیْدِی الْاَنْبِیَآءِ وَالرُّسُلِ

"نبی ﷺ کا قول کہ "میں نبی تھا" اور نہ فرمانا کہ میں انسان تھا یا جسم کے ساتھ موجود تھا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت شروع سے ہی عالم غیب میں موجود تھی نہ کہ عالم شہادت میں۔ جب آپ کا زمانہ باطنی ختم ہوا تو جسم و روح کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔ معلوم ہوا کہ باطنی طور پر آپ کا حکم تمام انبیاء و رسل کی شرائع میں جاری وساری تھا"۔ ﴿شرح جامع صغیر للمناوی﴾

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔

ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا نفحۂ اولیٰ بروئے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او از اول تا آخر معلوم گردید "آدم سے لے کر نفحہ اولیٰ تک تمام احوال جو دنیا میں ہوئے آپ کو معلوم ہو گئے"۔ ﴿مدارج النبوۃ﴾

ان احادیث وتصریحات سے معلوم ہوا کہ ہمارے آقا ﷺ تخلیق اول ہیں۔

قرآن عظیم میں ہے۔

ھُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ

"اس نے تمہیں نفس واحد سے پیدا فرمایا"۔

اس کے تحت تفسیر "روح البیان" میں ہے کہ "تمام روحیں، روح محمدی ﴿۱۱﴾

سے پیدا ہوئیں''۔ ''نشر الطیب'' میں بھی آپ ﷺ کو ''ابوالارواح'' اور آدم علیہ السلام کو ''ابوالبشر'' لکھا گیا ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضور ہی تخلیق اول ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ آپ نے تمام مخلوقات کو عدم سے وجود میں آتے ہوئے مشاہدہ فرمایا ہے اور تمام انبیاء و رسل کے واقعات کو ملاحظہ کیا ہے۔ جہاں آپ کے موجود ہونے کی نفی پائی جاتی ہے تو وہاں جسم اطہر کی نفی ہے' روح مبارکہ کی نہیں۔ اگر روح مبارکہ کی نفی بھی پائی جاتی ہو تو پھر متعدد نصوص قطعی کا انکار لازم آئے گا جو اہل نظر کے ہاں امر صواب نہیں۔

ایک اور اعتراض ہے کہ اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو پھر اپنے غلاموں کو ''حالت غیر'' میں بھی دیکھتے ہونگے مثلاً جماع کرتے وقت' بول و براز کرتے وقت وغیرہ اگر ''حالت غیر'' میں نہیں دیکھتے تو پھر حاضر و ناظر نہیں رہتے۔ اگر دیکھتے ہیں تو پھر یہ توہین نبوت ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ''حالت غیر'' کے سلسلہ میں جو عقیدہ ذات باری تعالیٰ کے بارے میں رکھتے ہو وہی حضور ﷺ کے بارے میں کیوں نہیں رکھتے۔ برا ہو عقل عیار کا جس نے اعتراضات کا نشانہ صرف اور صرف مقام مصطفیٰ ﷺ کو ہی بنالیا ہے۔

اور اعتراض ہے کہ اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو تم ان کے ہوتے ہوئے منبروں پر تقریریں کیوں کرتے ہو اور مصلوں پر نمازیں کیوں پڑھاتے ہو۔ جواباً عرض ہے کہ کیا حضور ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام نے تقریریں نہیں کیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نمازیں نہیں پڑھائیں۔ اگر آپ کی جسمانی موجودگی میں امتی یہ اعمال سرانجام دے سکتا ہے تو روحانی موجودگی میں کیوں نہیں دے سکتا؟ نیز اس لئے کہ امام کا نظر آنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ حاضر تو ہوتے ہیں اور ہمیں ملاحظہ بھی فرماتے ہیں مگر ہم دیکھنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کے حاضر ہوتے ہوئے بھی کسی نظر آنے والے کو امام بنانا پڑتا ہے۔ یاد رہے کہ جب نہ ماننے والے بھی حضور ﷺ کو ''حضور'' کہتے ہیں تو گویا آپ کو حاضر مانتے ہیں۔

دراصل اس قسم کے اعتراضات پیدا کرنا حضور کیساتھ رکھے جانے والے بغض وعناد کی وجہ سے ہے ورنہ ان کے مضحکہ خیز ہونے میں ملاؤں کو بھی کوئی تامل نہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ ایک شبہ

بعض لوگ ﴿جو حضور ﷺ کو حاضر وناظر نہیں سمجھتے﴾ التحیات سے حرف خطاب "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ" کو مٹا دینا چاہتے ہیں کیونکہ یہ حرف خطاب "ک" آپ کے حاضر ہونے کی دلیل ہے اور حضور کی عظمت کی نشانی ہے مگر ان کو حضور ﷺ کی عظمت سے ہر طرح کا بیر ہے۔ اپنے اس موقف پر بخاری شریف کی یہ روایت دلیل کے طور پر لاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

كُنَّا نَقُوْلُ فِیْ حَیٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ فَلَمَّا قُبِضَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى النَّبِی

"یعنی ہم حضور کی زندگی میں "السلام علیک ایھا النبی" کہا کرتے تھے اور جب آپ تشریف لے گئے تو السلام علی النبی "نبی پر سلام" کہتے۔

لہٰذا روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کو اب حرف خطاب کے ساتھ سلام بھیجنا جائز نہیں۔ جواباً عرض ہے کہ اس روایت سے استدلال باطل ہے اولا اس کا ایک راوی سیف بن سلیمان قدریہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ ﴿مذاہب الاسلام، ص ۵۵۰﴾

قدریہ مذہب اجماع امت کی رو سے کفریہ عقائد سے عبارت ہے۔ حیرت ہے یہ لوگ رسول پاک ﷺ کی تنقیص وتوہین کیلئے اس قدر بے تاب ہیں کہ روایت کی صحت کا بھی خیال نہیں کرتے۔

وائے ناکامی زاہد کہ جبیں پہ اس کی
داغ سجدہ تو بنا داغ محبت نہ بنا

ثانیاً مولوی انور شاہ کشمیری "فیض الباری، شرح بخاری" میں لکھتے ہیں قلت

ولم تعمل به الامه ''یعنی امت نے اس روایت پر عمل نہیں کیا''۔ امام سبکی علیہ الرحمہ شافعی بھی مدتوں پہلے یہی کچھ فرما چکے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ ''فتح الباری'' میں لکھتے ہیں'' اس روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے''۔ پس اگر اس روایت پر امت مسلمہ کا عمل نہیں، تو ضرور کوئی نہ کوئی چکر دکھائی دیتا ہے۔ ویسے بھی صحیح حدیث مبارک ہے۔

مَارَاہ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَنٌ''

''جو چیز اہل اسلام کو اچھی لگتی ہے وہی اللہ کے نزدیک اچھی ہے''۔

﴿موطا امام محمد، کتاب الروح، مرقات باب الاعتصام، ردالمختار، تفسیر مواہب الرحمٰن﴾

اہل اسلام نے کسی دور میں بھی اپنے محبوب کو اپنے احوال سے بے خبر تصور نہیں کیا۔ لہٰذا وہ حرف خطاب سے بارگاہ رسالت پناہ میں سلام عرض کرتے رہے اور از روئے نص یہی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مقبول و محمود ہے۔

ثالثاً درمختار باب کیفیۃ الصلوٰۃ میں ہے کہ ''التحیات کے الفاظ میں خود کہنے کی نیت کرے، گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو تحیت اور حضور ﷺ کو سلام عرض کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں فقہاء، علماء، عرفا سب اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کو مخاطب کرنا جائز ہے اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ باذن اللہ حاضر و ناظر ہیں۔ آخر میں ہم حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کی ایمان افروز عبارت نقل کرتے ہیں۔

''اہل عرفان کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکیت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں تنبیہہ ہوئی کہ اللہ کی بارگاہ میں یہ شرف باریابی حضور ﷺ کی اطاعت کی برکت سے ہے۔ نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہ میں جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب کے حرم میں حبیب حاضر ہے۔ حضور کو دیکھتے ہی وہ السلام علیک ایھا النبی کہتے

ہوئے آپ کی طرف متوجہ ہوئے''۔ ﴿فتح الباری' ج۲' ص ۲۵۰' عمدۃ القاری' ج۶' ص۱۱۱' مواہب لدنیہ' ج۲' ص ۲۳۰' اجوز المسالک' ج۱' ص ۲۶۵' زرقانی شرح موطا امام مالک' ج۱' ص ۱۷۰﴾

کھلے کیا راز محبوب و محبّ' مستان غفلت پر
شراب قد رای الحق زیب جام من رانی ہے

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہُ نُوْر''

﴿۱﴾ قرآن کریم نے حضرت نبی اکرم' فخر دو عالم' نور مجسم ﷺ کی نورانیت کا بڑے اہتمام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا ''بیشک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور روشن کتاب نازل ہوئی''۔ مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ اس آیہ مقدسہ میں نور سے مراد آقائے کون و مکان ﷺ کی ذات قدسیہ ہے اور روشن کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جس نے ہر ایک بات کھول کر بیان فرما دی اور حق و باطل کا امتیاز واضح کر دیا۔ شارحین کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

☆ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں۔ نُوْر'' رَسُوْل'' یعنی مُحَمَّدًا نور سے مراد رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے''۔ ﴿معالم التنزیل﴾

☆ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں ''اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّد'' بیشک نور سے مراد ذات مصطفٰی ہے''۔ ﴿تفسیر کبیر﴾

☆ تفسیر بیضاوی' تفسیر مدارک' سراج المنیر' ابوالسعود' جلالین' ابن جریر' روح المعانی' الصاوی' روح البیان' مظہری' حسینی قادری' درمنثور' تفسیر عثمانی' ترجمان القرآن' شرح اسماء الحسنیٰ' فتح القرآن' ضیاء القرآن' نور العرفان' خزائن العرفان اور اشرف التفاسیر وغیرہ میں تصریحاً نور سے حضور ﷺ کی ذات قدسیہ ہی مراد لی گئی ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ ''ابو علی جبائی نے کہا کہ نور سے مراد قرآن پاک ہے کیونکہ وہ ہدایت کے طریقوں کو ظاہر کرتا ہے اور حقائق کا کشف و بیان کرتا ہے۔ اسی تفسیر سے زمخشری نے اتفاق کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ ابو علی جبائی اور زمخشری

صاحبان کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو علمائے حق سے اختلاف کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ابوعلی جبائی اور زمخشری صاحبان معتزلہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ نیز فرقہ معتزلہ قطعی طور پر بدعتی گمراہ اور صراط مستقیم سے پھرا ہوا ہے۔ انکی تعلیمات پر وہی لوگ عمل کریں جن کا سرکار مدینہ ﷺ سے کوئی رشتہ نہیں۔ ہم تو اجماع امت مسلمہ کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اسی کو ذریعہ نجات تصور کرتے ہیں۔

☆ ایک شبہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْر " سے مراد بھی قرآن پاک ہی ہے۔ کیونکہ اگر نور سے مراد حضور ﷺ ہوتے تو اگلی آیت میں تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوتا۔ یعنی یَھْدِی بِھِمَا آتا کیونکہ حضور اور قرآن دو ہیں۔ اس سلسلے میں جواباً عرض ہے کہ اگر یہ نکتہ ایسا ہی جاندار ہوتا تو جمہور مفسرین سے جو الگ الگ مرادیں لے رہے ہیں کیوں مخفی رہتا۔ بلکہ غور کریں تو قرآن کے اسلوب بیان سے بھی جمہور کی تائید ہوتی ہے مثلاً سورۃ التوبہ میں ہے واللّٰہَ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ یہاں اللہ اور رسول دو ذاتیں ہیں مگر ضمیر واحد استعمال ہو رہی ہے۔ یُرْضُوْہُ کی جگہ یُرْضُوْاھُمَا آنا چاہیے تھا۔ اگر اللہ اور رسول کیلئے ضمیر واحد قرآن کی رو سے جائز ہے تو حضور اور قرآن کیلئے کیوں جائز نہیں؟ مثال نمبر۲ ملاحظہ فرمائیں۔ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ یہاں بھی سورج اور چاند کیلئے ضمیر واحد مستعمل ہے۔ حالانکہ قَدَّرَہُمَا آنا چاہیے تھا اگر چاند اور سورج کیلئے ضمیر واحد جائز ہے تو پھر حضور اور قرآن کیلئے بھی جائز ہے۔ یہ صرفی اور نحوی قانون قرآن پر مسلط نہیں کرنا چاہیے بلکہ قرآن کا اپنا اسلوب بیان بلاغت اور سچائی کا خزینہ ہے اور سارا علم صرف ونحو بعد میں مرتب ہوا ہے۔ لہٰذا اولین ترجیح قرآن پاک اور حدیث پاک کو دیجئے صرف ونحو کو نہیں۔

﴿۲﴾ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ''اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج'' ﴿سورۃ الاحزاب﴾

یہاں نور مصطفیٰ کا اعتراف کرتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

ایں جااست کہ حق تعالیٰ در شان حبیب خود ﷺ فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا ﷺ است و نیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی ﷺ ترا شاہد و مبشر، نذیر و داعی الی اللہ تعالیٰ و سراج منیر فرستادہ ایم منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند۔'' اسی لئے اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب 'نور سے مراد آپ کی ذات پاک ہے۔ نیز فرمایا اے نبی ہم نے آپ کو گواہ' بشیر' نذیر' اللہ کی طرف بلانیوالا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر' روشن کرنیوالا اور نور دینے والا ﴿امداد السلوک' ص ۱۵﴾

﴿۳﴾ قرآن پاک نے ارشاد فرمایا

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ''اللہ کے نور کی مثال یہ ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے' وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔ وہ فانوس گویا چمکتا ہوا ستارا ہے'' ﴿سورۂ نور﴾

''تفسیر خازن'' میں موجود ہے کہ اس آیہ مقدسہ میں حضور ﷺ کے نور کی مثال دی گئی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا تو وہ فرمانے لگے۔

ھذا مثل ضربہ اللّٰہ تعالی لنبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فالمشکوۃ صدرہ' والزجاجۃ قلبہ والمصباح فیہ النبوۃ توقد من شجرۃ مبارکۃ ھی شجرۃ النبوۃ یکادنور محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وامرہ یتبین للناس ولولم یتکلم ''یہاں اللہ نے اپنے نبی کی مثال دی ہے۔ پس طاق

حضور کا سینہ ہے اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں چراغ نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے۔ یعنی قریب ہے کہ نور مصطفیٰ چمک جائے اور لوگوں پر واضح ہو جائے اگرچہ آپ زبان پاک سے کچھ بھی نہ فرمائیں''۔

ویسے یہ تفسیر دل کو بھی لگتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہیں۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ'' اور اس آیت میں مثال پائی جاتی ہے تو لامحالہ یہاں اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ ہی کی ذات مبارکہ ہے۔ اللہ نے کمال شرف سے نوازتے ہوئے آپ کے نور کو اپنا نور قرار دیا۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی ''اللہ کی اونٹنی'' فرمایا۔ اگر اونٹنی کو ''ناقۃ اللہ'' کہنا جائز ہے تو پھر حضور ﷺ کو ''نوراللہ'' کہنا کیوں جائز نہیں؟

☆ دعائے مصطفیٰ ﷺ

''بخاری شریف'' میں حدیث پاک ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفَوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا ''اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا کر دے اور میری نگاہ میں اور میری سماعت میں اور میرے دائیں نور' میرے بائیں نور' میرے اوپر نور' میرے نیچے نور' میرے آگے نور' میرے پیچھے نور کر دے اور مجھے ﴿سراپا﴾ نور بنا دے''۔ ﴿کتاب الدعوات﴾

کلمات حدیث پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی صفات قدسیہ کے ساتھ ساتھ ذات قدسیہ بھی نورانیت کے خمیر میں گندھی ہوئی ہے۔ نجانے اس حدیث کے ہوتے ہوئے بھی آپ کی قوت بصارت' قوت سماعت اور قوت ارادہ جیسی صفتوں کا کیسے انکار کیا جاتا ہے؟ جب آنکھوں میں بصارت نورانی ہو تو کیوں نہ زمین و آسمان کے حجابات اٹھ گئے ہوں گے' جب کانوں میں سماعت نورانی ہو تو

کیوں نہ دور و نزدیک کی ہر آواز سنائی دیگی اور جب دل میں قوت ارادہ نورانی ہو تو کیوں نہ صفت کن کے مظہر ہوں گے اور کیوں نہ آپ کا دل باقی کائنات پہ محیط ہوگا۔اس حسن دلآ را پہ نقاب بشریت' اللہ' اللہ! کیا انداز محبوبی عطا فرمایا ہے۔

جلوہ بھی گو کمال نمائش ہے اے عدم
کتنی حسین لگتی ہے صورت حجاب میں

اس مقام پر ایک شبہ بھی وارد ہوتا ہے کہ "یہ تو دعائیہ کلمات ہیں۔معلوم ہوا کہ حضور پہلے نور نہیں تھے۔اگر نور ہوتے تو نور ہونے کی دعا کیوں مانگتے ؟"

ہم عرض کرتے ہیں جناب والا ایسے وسواس پردۂ دل پہ تب اپنا نقش جماتے ہیں جب ایمان جیسی دولت میسر نہ ہو۔تھوڑی سی زحمت گوارا کریں کہ حضور سرور مرسلاں ﷺ ہر نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ "﴿اے اللہ﴾ ہمیں سیدھا راستہ دکھا" پڑھا کرتے تھے۔یہ بھی دعائیہ کلمات ہیں کیا کوئی کہنے کی جرات کرسکتا ہے کہ اگر آپ سیدھے راستے پر ہوتے تو حصول صراط مستقیم کی دعا کیوں کرتے؟

یادرکھیں بعض نعمتیں حاصل ہوتی ہیں مگر شکر گزار بندہ ان نعمتوں کے دوام کیلئے بارگاہ صمدیت میں آہ وزاری کرتا ہی رہتا ہے۔لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ ﴿اگر تم شکر کرو تو اللہ مزید عطا کریگا﴾ سے بھی یہ سبق ملتا ہے۔بارگاہ الوہیت میں کسی بھی نعمت کی انتہا نہیں۔اس نے اپنے محبوب ﷺ کو اگرچہ سب کچھ عطا فرمایا مگر وہ "سب کچھ" بھی نعمت خداوندی کا احاطہ تو نہیں کرسکتا۔لہٰذا حضور ﷺ بھی اپنے رب تعالیٰ سے ہر نعمت مانگتے ہی رہے۔رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا اس پر شاہد ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی حق تعالیٰ سے بے نیاز ہو کر نہیں رہ سکتا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا علم عطا فرمایا۔عَالِمِ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن بنایا مگر پھر بھی عرض کرتے رہے۔"پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما" کیونکہ یہ علم ما کان وما یکون بھی علم الٰہی کو تو نہیں گھیر سکتا۔﴿اس لئے کہ نص قطعی ہے۔اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ مُّحِيْط بیشک اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے﴾ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ

تعالیٰ کے علم کے ساتھ اس علم ما کان وما یکون کو اتنی نسبت بھی نہیں جو ایک بحر بیکراں کے ساتھ ایک قطرہ کو ہو سکتی ہے۔ اب حضور کا علم طلب کرنا اس کو مستلزم نہیں کہ آپ معاذ اللہ بالکل علم نہیں رکھتے۔ بالکل کچھ نہیں جانتے۔ اگر علم رکھتے یا کچھ جانتے تو دعا کیوں مانگتے؟ ایسا عقیدہ اس کا ہی ہو سکتا ہے جس کی عقل کا جنازہ نکل گیا ہو۔

اے شیخ! بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

مزید دیکھئے! معصومیت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نص قرآن سے ثابت ہے۔ جو انبیاء کی عصمت کا قائل نہیں وہ اجماع امت کے نزدیک ''کافر'' ہے۔ کیا اس عصمت نبوت کا علم انبیاء کرام کو نہیں ہوتا؟ مگر اس کے باوجود یہی عرض کرتے ہیں: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ...... الخ ''اے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا......'' اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن ''بیشک میں حد سے بڑھنے والوں میں ہوا''۔ تمام صحابہ کرام و اہل بیت اطہار سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے مگر اس کے باوجود وہ پاک اور محبوب بندے رضائے الٰہی کے ہمیشہ طالب رہے اور دعا ہی یہی مانگتے رہے کہ مولا تو ہم سے راضی ہو جا۔ کیا یہاں یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے پہلے راضی نہ تھا؟ معلوم ہوا کہ بعض اوقات دعا کا یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ نعمت صورت ابدی اختیار کرے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہ ہونے کا اعتراف کرنا ہی شعار عبدیت اور طریق بندگی ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ ''جس نے اللہ کیلئے تواضع کی اللہ نے اس کا مقام بلند کر دیا'' ﴿اوکما قال﴾ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو''۔ یا ''مجھے یونس علیہ السلام سے افضل نہ کہو''۔ یا ''کریم ابن کریم ابن کریم تو یوسف علیہ السلام ہیں''۔ تو یہ آپ کا عجز اور تواضع ہے ورنہ آپ کی جملہ انبیاء کرام پر فضیلت نصوص صریحہ سے واضح ہے۔ آپ نے یہی درس دیا۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

حضور ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں تواضع کا فقید المثال مظاہرہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے مقام ''اوادنیٰ'' پر فائز فرما دیا اور عرش علا پر بلا کر دو جہانوں کی فضیلتیں آپ پر قربان کر دیں۔ فاضل بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب کہا ہے۔

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں
ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

مزید کہتے ہیں۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

مگر جن کے دل و نگاہ پر شیطنت کے پردے چھا چکے ہوں وہ یہی کہا کرتے ہیں کہ اگر حضور نور ہوتے تو دعا کیوں مانگتے؟ انبیاء حد سے بڑھنے والے ہیں ورنہ اعتراف کیوں کرتے؟ انبیاء کو علم نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو استدعا کیوں کرتے؟

بہت غمگین ہم کو کر گئی ہیں
تری یہ عادتیں کس پر گئی ہیں

حضور سرور کونین ﷺ کے نور پاک کے بارے میں ایک اور حدیث مبارک پیش خدمت ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُ وَبَيَاضُ اِبْطَيْهِ ''کہ بیشک حضور ﷺ نماز پڑھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا

کھلا رکھتے کہ آپ کی بغلوں کی ''سفیدی'' ظاہر ہوتی تھی''۔ ﴿بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾
یہ ''سفیدی'' آخر کس چیز کی تھی۔ وہی نور کی جو لباس بشریت میں مستور ہے' جو تخلیق اول ہے' جو مظہر انوار رحماں ہے۔ جب کلام فرماتے ہیں تو چاندنی ایسے چمکدار دانتوں سے نور جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب مسکراتے ہیں تو اسکی روشنی سے دیواریں دمک اٹھتی ہیں۔ جب دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو بغلوں سے دکھائی دیتا ہے۔

غرض کہ سرتاپائے اقدس سارا وجود ہی برھان ربانی ہے۔ ایک حسین صنعت ہے جو صانع حقیقی کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

خامۂ قدرت کا حسن دستکاری واہ وا
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ وا
صدقے اس انعام کے قربان اس اِکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ وا

اقوال علماء حق

اب ہم مزید تشریح کیلئے علماء حق کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ قرون ماضیہ کے پاک طینت لوگوں کا کیسا اعتقاد تھا اور وہ حضور پرنور' نور علیٰ نور ﷺ کے بارے میں کیا نورانی عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ حضرت امام علی قاری حنفی قدس سرہ' فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا نُوْرُہٗ عَلَیْہِ السَّلَام فَھُوَ فِیْ غَایَۃٍ مِنَ الظُّھُوْرِ شَرْقًا وَغَرْبًا وَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرَہٗ وَسَمَّاہُ فِیْ کِتَابِہٖ نُوْرًا ''حضور کا نور مشرق ومغرب میں چمک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نور سب سے پہلے تخلیق فرمایا اور انہیں اپنی کتاب میں ''نور'' کے لفظ سے یاد فرمایا''۔ ﴿موضوعات کبیر' ص ۸۶﴾

☆ حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وچوں آنحضرت عین نور باشد نور را سایہ نمی باشد ''حضور ﷺ نور تھے اور نور کا

سایہ نہیں ہوتا''۔

☆ حضرت مولانا امام ربانی غوث صمدانی' شہباز لا مکانی' قندیل نورانی' قیم دورانی' محبوب سبحانی شیخ الشیوخ سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے۔

باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ تخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او ﷺ باوجود نشا عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ است کَمَا قَالَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ و دیگراں راایں دولت میسر نشدہ است

''معلوم ہونا چاہیے کہ حضور کی پیدائش دیگر افراد کی طرح نہیں کیونکہ آپ باوجود عنصری وجود کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے میری تخلیق اللہ کے نور سے ہوئی۔ یہ سعادت کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی'' ﴿دفتر سوم مکتوب ۱۰۰﴾

☆ امام جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

عکس نور حق ہمہ نوری بود عکس دور از حق ہمہ دوری بود

ایں خورد گردد پلیدی زایں جدا آں خورد گرود ہمہ نور خدا

''اللہ کے نور کا سایہ بھی نور' جو خدا سے دور' انکا سایہ بھی دور۔ جو ہم کھاتے ہیں وہ پلیدی بنتی ہے۔ جو حضور کھاتے ہیں وہ سب نور خدا بنتا ہے''۔ ﴿مثنوی مولانا روم﴾

☆ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو آنکہ از خاکش بروید آرزو

یاز نور مصطفیٰ او را بہاست یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں ؎

چشم ہستی صفت دیدۂ اعمیٰ ہوتی

دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

☆ ازالہ اوہام

اکثر لوگ آپ ﷺ کے وجود بشریت کو دیکھ کر ''نورانیت'' کا انکار کردیتے

ہیں۔ آپ کے ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں، ازواج ہیں، اولاد ہے، صورت انسانی میں پیدا ہوئے، دنیا سے رحلت فرمائی وغیرہ۔

یاد رہے کہ یہ تمام اعتراضات اسی وقت وارد ہوں گے جب ہم سرکار ﷺ کی بشریت کا انکار کریں۔ ہمارے نزدیک سرکار کی بشریت کا انکار کرنے والا گمراہ ہے۔ مذکورہ صدر لوازمات صورت بشری سے متعلق ہیں اور یہ نورانیت کے متضاد نہیں ہیں۔ جب آپ معراج پہ تشریف لے گئے تو نورانیت غالب تھی۔ بشر محض کا کیا کام کہ قصر دنیٰ کے جلوؤں کا سامنا کر سکے۔ جہاں نور محض "جبرئیل امین" جانے کیلئے تیار نہیں کہ کہیں جل کر راکھ نہ ہو جاؤں۔ جب زمین پہ جلوہ گر ہوئے تو بشریت غالب تھی۔ ورنہ اہل زمانہ ﴿۱۲﴾ مجال تاب نہ رکھ سکتے۔

باقی یہ رہا کہ قرآن پاک نے حضور کو "بشر" کہا ہے۔ ہم کہتے ہیں قرآن پاک نے تو جبرئیل کو بھی بشر کہا ہے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا جبرئیل علیہ السلام سیدہ مریم کے پاس "کامل بشر" بن کر آئے۔ پھر بخاری اور دیگر صحاح کی احادیث متواترہ مرفوعہ سے ظاہر ہے کہ جبرئیل امین بارگاہ رسالت میں صورت انسانی میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کیا ان کی صورت انسانی سے حقیقت نورانی تبدیل ہوگئی تھی؟ اگر جبرئیل اپنی حقیقت نورانی پہ قائم رہتے ہوئے صورت انسانی میں آسکتے ہیں تو فخر کائنات ﷺ کے ہاں کون سی چیز مانع ہے؟ اس مقام پر ہم حضرت امام ربانی قدس سرہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ فرمایا "عوام لوگ ظاہری مشارکت کو ملاحظہ کر کے خاص بلکہ اخص الخواص کو اپنی طرح تصور کرتے ہیں اور مقام انکار و اعتراض میں آجاتے ہیں اور محروم رہ جاتے ہیں۔ ایسے آدمی نے سرخ لباس پہنا ہو اور لباس کی سرخی کو ہی اس شخص کی سرخی جان کر اس پر خلاف واقعہ حکم لگاتے ہیں"۔ ﴿مکتوب ۹۴، دفتر دوم﴾

ہمارے خیال میں ایک عظیم انسان کا یہ فیصلہ ہر مکتب فکر ﴿۱۳﴾ کے نزدیک حق وصواب ہوگا اور واقعتاً بھی ایسا ہی ہے۔ اگر اہل سنت و جماعت کے ساتھ اتفاق نہ کیا جائے تو بیشمار دلائل کا انکار لازم آتا ہے جو اہل انصاف کے نزدیک درست

نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس گروہ میں ایسے ایسے عظیم لوگ ہیں جو کہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کا بھی علم رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کے فضل سے حضور ﷺ کی بشریت سے بھی مستفیض ہو رہے ہیں اور نورانیت سے بھی۔ ہر کوئی بیدم وارثی کی زبان بن کر رہ گیا ہے۔

ان کے رخ سے پردہ اٹھ جائے تو پھر معلوم ہو
کس میں کتنی بے خودی ہے کس میں کتنا ہوش ہے



حواشی دریچہ چہارم

﴿۱﴾ ''شاہد'' کا مطلب ائمہ لغت نے جو بیان فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ اَلشُّھُوْدُ وَالشَّھَادَۃُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاھَدَۃِ اَمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَۃِ ''شہود و شہادت کا معنی حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے یہ بصر کیساتھ ہو یا بصیرت کے''۔ ﴿مفردات امام راغب﴾ اَلشَّھِیْدُ مِنَ الشُّھُوْدِ بِمَعْنَی الْحُضُوْرِ وِمَعْنَاہُ الْعَالِمُ ''لفظ شہید شہود سے نکلا ہے۔ شہید حاضر کے معنی میں ہے اور حاضر عالم کے معنی میں''۔ ﴿شفا شریف﴾ اَلشَّھِیْدُ مِنَ الشُّھُوْدِ اَیِ الْحُضُوْرِ اَوْ مِنَ الشَّھَادَۃِ اَیِ الْحُضُوْرِ مَعَ الْمُشَاھَدَۃِ بِالْبَصَرِ اَوِ الْبَصِیْرَۃِ ''شہید شہود سے بمعنی حاضر ہے یا شہادت سے بمعنی حاضر مشاہدہ کے ساتھ ہے۔ مشاہدہ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے''۔ ﴿جامع الرموز﴾

گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہی کچھ بیان کرتا ہے۔ اس لحاظ سے گواہ کا موقع پر ''حاضر ہونا'' ''ناظر ہونا'' اور ''عالم ہونا'' ضروری ہے ورنہ گواہی جھوٹی ہو جائے گی۔ ''قدوری شریف'' میں ہے لَاتُقْبَلُ شَھَادَۃُ الْاَعْمٰی ''نابینا کی گواہی معتبر نہیں''۔

''درالمختار'' میں ہے لَا یَشْھَدُا اَحَد'' بِمَا لَمْ یُعَایِنُہ' بِالْاِجْمَاعِ اِلَّا فِیْ عَشَرَۃٍ'' یہ اجماع ہے کہ بغیر معائنہ کے گواہی جائز نہیں مگر دس امور میں سنی سنائی گواہی بھی منظور ہے''۔ مثلاً نسب' موت' نکاح' قاضی اور جج کی تقرری کی شہادت بن دیکھے بھی جائز ہے''۔ مگر شہادت میں اصل حاضری بمعہ معائنہ ہی ہے۔ حضور شاہد کامل ہیں۔ آپ کی گواہی اصلاً ثابت ہے نہ کہ تسامع کے ساتھ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَجِئْنَابِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَاءِ شَھِیْدًا ''ہم قیامت

کے دن آپ کو تمام مخلوق ﴿انس و جان﴾ پر گواہ بنائیں گے''۔ لفظ شہیداً کی تفسیر میں مفسرین کرام کے بیانات دیکھئے تا کہ ایمان تازہ ہو جائے۔

☆ وباشد رسول شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بہ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او مے شناسد گناہان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا و دین بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔ ''تمہارے رسول روز قیامت تم پر گواہ ہیں کہ وہ نور نبوت سے ہر صاحب دین کے رتبہ، درجہ ایمان اور وہ حجاب ﴿جس کی وجہ سے وہ ترقی کرنے سے رک گیا﴾ کو جانتے ہیں۔ ہر امتی کے گناہوں، اعمال نیک و بد اور خلوص و نفاق سے واقف ہیں۔ لہٰذا آپ کی گواہی امت کے حق میں از روئے شرع مقبول و منظور ہے''۔ ﴿تفسیر فتح العزیز از عبدالعزیز محدث دہلوی﴾

☆ ومعنی شهادة الرسول علیهم اطلاعه علی رتبة کل متدین ''اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہر مسلمان کے رتبہ سے آشنا ہیں''۔ ﴿تفسیر روح البیان از علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ﴾

☆ ای شاهدا علی من کفر بالکفر وعلی من نافق بالنفاق وعلی من امن بالایمان ''آپ کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور مسلمانوں کے ایمان کی گواہی دیں گے''۔ ﴿تفسیر مدارک﴾

☆ لان روح النبی شاهدا علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقوله اول ما خلق الله نوری ''آپ کی روح مبارک تمام روحوں، جانوں اور دلوں کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ آپ کا فرمان ہے ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا''۔ ﴿تفسیر نیشاپوری﴾

☆ ''مواہب لدنیہ'' اور ''طبرانی شریف'' میں روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا ظاہر فرما دی فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی یوم القیامه کانما انظر الی کفی هذه ''پس میں اسے دیکھتا ہوں اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اسے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں''۔ حاشیہ ''اخبار الاخیار'' ص ۱۵۵ پہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں ''دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و براعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است۔ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور بیشک و شبہ حیات حقیقی کے ساتھ باقی و دائم ہیں اور اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں

اور طالبوں اور متوجہ ہونیوالوں کو فیض دیتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

☆ ''بیضاوی شریف'' میں شاھدا کے تحت ہے علی من بعثت الیھم بتصدیقھم وتکذیبھم ونجاتھم وضلالھم ''آپ تصدیق کرنے والوں' انکار کرنے والوں' نجات والوں اور گمراہوں پر گواہ ہیں''۔

☆ ''جلالین شریف'' میں ہے شاھدا علی من ارسلت الیھم تمام پر گواہ ہیں جن کی طرف مبعوث ہوئے۔ قرآن وحدیث کی رو سے آپ تمام مخلوق کیلئے نبی بن کر آئے۔ لہٰذا تمام مخلوق پر شاہد ہیں۔ حاضر وناظر ہیں۔ اس طرح کا بیان تفسیر جمل' تفسیر کبیر' روح المعانی' ابو سعود وغیرہ میں صراحت کے ساتھ منقول ہے۔ السلام علیک ایھا النبی کے تحت نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب لکھتے ہیں۔ بعض عرفا نے کہا ہے کہ یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ذرائر موجودات اور افراد وممکنات میں جاری و ساری ہے۔ پس آنخضرت ﷺ نمازیوں کی ذوات میں موجود اور حاضر ہیں۔ لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ ہو اور آپ کے شہود وحضور سے غافل نہ ہو۔ ﴿مسک الختام ص ۲۴۳﴾

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست

مے بینمت عیان و دعا مے فرستمت

﴿۳﴾ رسولہ کے آگے والمومنون ہے۔ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مومن حضرات بھی مشاہدہ کرنے والے ہیں؟ یاد رکھیں اللہ' رسول اور مسلمانوں کے بارے میں ایک لفظ استعمال ہو تو ترجمہ حسب مراتب کرنا ہوگا۔ ویسے اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ اِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ کی حدیث بصیرت مومن پر شاہد ہے۔ جب مومن کی یہ شان ہے تو حضور ﷺ کی شان کا کیا عالم ہوگا۔

﴿۳﴾ حضور زمان و مکان میں جلوہ گر ہیں اسلئے حضرت ابو حمید ساعدی ﷺ نے ایک حدیث بیان کی ہے اذا دخل احد کم المسجد فلیسلم علی النبی ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی اکرم پر سلام کہے''۔ ﴿ابن ماجہ' ابو داؤد' سنن کبریٰ﴾ ''شفاء شریف'' میں ہے کہ ''جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو السلام علیک ایھا النبی کہتا ہوں۔ یہ حضرت علقمہ ﷺ کا قول ہے۔ ''شرح شفا'' میں ہے کہ لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اھل الاسلام اس لئے کہ روح مصطفوی ﷺ اہل اسلام کے گھروں میں جلوہ فرما ہوتی ہے۔ لہٰذا گھروں میں داخل ہوتے وقت السلام علی النبی کہا کرو۔

﴿۴﴾ یہ حدیث مسلم' مشکوٰۃ' نسائی' مظاہر حق' کتاب الروح' ارشاد الساری اور فیض الباری

میں بھی وارد ہے۔

﴿۵﴾ یاد رہے کہ حیات الاموات کی نفی اور انکار عذاب قبر کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔ ﴿شرح عقائد نسفی﴾ اور یہ بھی یاد رہے کہ معتزلہ کو اہل حق نے بدعتی قرار دیا ہے۔ مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است۔ ﴿کشف الغطا﴾

﴿۶﴾ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں "ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ، تمام انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے ساتھ"۔ ﴿عقائد علمائے دیوبند، ص۱۶﴾

﴿۷﴾ یہاں الحاج امداد اللہ مہاجر مکی بھی فرماتے ہیں "اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے"۔ ﴿شائم امدادیہ﴾

﴿۸﴾ حضرت عزرائیل علیہ السلام اہل جہان کی روحیں قبض فرماتے ہیں۔ تفسیر روح البیان، تفسیر خازن، تفسیر کبیر میں ہے کہ جعلت الارض لملک الموت مثل الطشت یتناول من حیث شاء یعنی ملک الموت کیلئے ساری زمین تھالی کی مانند کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔ تفسیر خازن میں ہے کہ ہر خیمہ اور ہر مکان والے کے پاس حضرت ملک الموت علیہ السلام ایک دن میں دو مرتبہ جاتے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر اللہ تعالیٰ فرشتے کو یہ طاقت عطا فرما سکتا ہے تو اپنے محبوب ﷺ کو بھی عطا فرما سکتا ہے۔ فافہم وتدبر

﴿۹﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللّٰہ علی کل شئی شھید "بیشک ہر شے کو اللہ دیکھنے والا ہے"۔ یہاں مفسرین و متکلمین نے از روئے علم و قدرت کے حاضر و ناظر تصور کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور مکان و زمان سے ماورا ہے۔ حضور چونکہ اللہ کے علم و قدرت کے مظہر کامل ہیں اس لئے ان کے حاضر و ناظر ہونے کیلئے بھی جسم کی قید لگانا شرط نہیں ہو سکتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے سب کائنات کو مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ "آپ شہید ہیں اور شہید اسے کہتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو"۔ ﴿صاوی شریف﴾

﴿۱۰﴾ مولوی شبیر عثمانی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ "حضور قبر میں موجود ہونے کے باوجود بیک وقت متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں"۔ ﴿فتح الملہم، جلد ۱ ص ۳۰۵﴾

﴿۱۱﴾ علمائے کشف نے بھی اس امر کی تائید فرمائی ہے۔ اہل وجود حقیقت محمدی کو تعین اول کا نام دیتے ہیں جبکہ اہل شہود اسے حقیقت الحقائق تصور کرتے ہیں۔ بہر حال دونوں کا

اتفاق ہے کہ سب سے اول حقیقت محمدی ہی معرض وجود میں آئی۔

﴿۱۲﴾ حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حسن مصطفیٰ پہ اللہ تعالیٰ نے حجابات گرا رکھے ہیں اگر اٹھ جائیں تو سارا عالم مدہوش ہو جائے۔ ﴿الدر الثمین﴾ بخاری کتاب الجہاد میں ہے کہ جنت کی حور اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین و آسمان کے درمیان فضا نور سے جگمگا اٹھے۔ حور کے اس حسن کو ماننے والے کاش حضور کے حسن کو بھی مان لیں۔

﴿۱۳﴾ جیسا کہ ملک حسن علی جامعی نے کہا ہے کہ اگر اہل اسلام تعلیمات مجددیہ کو آویزہ گوش بنا لیں تو بہت سے خانہ بر انداز جھگڑے نپٹائے جا سکتے ہیں۔ ﴿تعلیمات مجددیہ، ص ۳۲﴾



دریچہ پنجم

ہر لحظہ نیا طُور، نئی برقِ تجلّی!

میلادِ مبارک
تعظیم و تکریم
محبت و اطاعت

ہر لحظہ نیا طُور، نئی برقِ تجلی!

بہاریں جھوم رہی ہیں، درختوں کے پتے خوشی سے شہنائیاں بجا رہے ہیں۔ ام القریٰ کے کوچوں اور بازاروں میں خشبوؤں کے کارواں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ گلشن ہستی، عشق و مستی میں ڈوبا ہوا ہے۔ رحمتوں، کیف زا لطافتوں اور پر سرور برکتوں کے دریچے کھل گئے ہیں۔ کعبہ کی خمیدہ دیواریں لمحہ بہ لمحہ استادہ ہو رہی ہیں۔ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا ہے۔ سحر نمودار ہوئی تو وہ سعادت آفرین لمحہ آ گیا جس کا صدیوں سے ساری کائنات کو انتظار تھا۔

آسمان وجود پہ آفتاب نبوت جلوہ آراء ہوا تو کونین، انوار ربانی سے جگمگا اٹھے۔ حضور تشریف لے آئے تو کفر و ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں سسکتی ہوئی انسانیت کو قرار آ گیا۔ آدمیت کے بے جان لاشے میں زندگی کی روح انگڑائیاں لینے لگی۔ شرافت کے پھول مہکنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہواؤں کا رخ پھر گیا۔ خزاں، بہار بن گئی۔ ظلمتیں، نور کے سانچوں میں ڈھل گئیں اور، اور سارا عالم توحید کے روح پرور نغمات سے گونجنے لگا۔ کوئی کہنے والا اس وقت کہہ رہا تھا۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

محبوب کبریا کی تعظیم و تکریم واللہ! ''شرک'' نہیں' مردہ دلوں کیلئے پیغام حیات ہے۔ یہ ہم نہیں کہتے' قرآن کہتا ہے' حدیث سے ثابت ہے' سنت صحابہ سے ظاہر ہے۔ جس کے سینے میں تعظیم و تکریم رسول ﴿ﷺ﴾ کا فقدان ہے اس کا ایمان سلامت نہیں' اسکا جینا بھی فضول' اس کا مرنا بھی فضول۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

فرما دیجئے ''اگر تم کو تمہارے باپ' بیٹے' بھائی' بیویاں' قبیلے' کمایا ہوا مال' تجارت جس میں نقصان کا خطرہ ہو اور پسندیدہ گھر زیادہ پیارے ہیں' اللہ' اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے تو عذاب خدا کا انتظار کرو۔ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا'' ﴿سورۃ التوبہ﴾

اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

تا مرا افتاد بر رویت نظر
از اب و ام گشتہ محبوب تر
عشق درمن آتشے افروخت است
فرحتش بادا کہ جانم سوخت است

فاضل بریلوی بھی سراپا التجا ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد میں مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ' فرماتے ہیں۔ ''عاشق صادق وہ ہے جو متابعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر راسخ ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ سے اسی حقیقت کا اظہار ہو رہا ہے'' ﴿مکتوبات معصومیہ' مکتوب ۹۹' جلد اول﴾ یعنی محبت اور اطاعت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔

علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

میلادِ مبارک

یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ حضور سید دو عالم ﷺ کا میلاد مبارک بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منانا میدان محشر میں سربلندی کا باعث ہے۔ سلف صالحین اسے اپنا ذریعہ نجات اور توشہ آخرت تصور کیا کرتے تھے۔ یقین کیجئے کہ محبوب خدا ﷺ کے یوم ولادت کی برکت سے نہایت شقی القلب کافر بھی محروم محض نہیں رہتا' اسے بھی کچھ نہ کچھ عطا کر دیا جاتا ہے۔ اگر صاحب ایمان محبت کے ساتھ ان کے گیسوئے تابدار اور چہرۂ پرانوار کی داستان چھیڑے تو کیوں نہ کونین میں فلاح یاب ہوگا۔ اس سلسلہ میں ہم ''بخاری شریف کتاب النکاح'' کی ایک فکر انگیز حدیث پاک نقل کرتے ہیں۔

فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ فَرَاٰهُ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِيْبَةٍ قَالَ لَهٗ مَاذَا لَقِيْتَ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَكُمْ خَيْرًا اِنِّيْ سَقِيْتُ فِيْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِيْ ثُوَيْبَةَ

''جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے برے حال میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا گزری؟ ابولہب نے جواب دیا کہ تم سے جدا ہوتے ہی سخت عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ ماسوائے اس کے کہ ثوبیہ کو آزاد کرنے کے باعث اس ''انگلی'' سے مجھے پانی پلا دیا جاتا ہے۔

☆ اس روایت کی شرح میں حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امام سہیلی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہے اور کہہ رہا ہے کہ تم سے بچھڑ جانے کے بعد مجھے کوئی سکون نصیب نہیں ہوا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہر پیر کے روز مجھ سے عذاب

میں تخفیف کی جاتی ہے۔ وَذَالِکَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَكَانَتْ ثُوَیْبَةُ بَشَّرَتْ اَبَالَهَبٍ بِمَوْلِدِهٖ فَاَعْتَقَهَا اور وہ اس لئے کہ حضور ﷺ کی ولادت پیر کے روز ہوئی اور ثوبیہ لونڈی نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اس خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا"۔ ﴿فتح الباری شرح بخاری، جلد ۹، ص ۱۴۵، مطبوعہ بیروت﴾

اس مقام پر غور کیجئے کہ اگر حضور فخر موجودات ﷺ کے میلاد پاک کی خوشی ابو لہب جیسے کافر کو ہو تو اسکے عذاب میں بھی پیر کے روز تخفیف کر دی جاتی ہے۔ پھر آپ کے عاشق صادق کے مقدر کا کیا کہنا جو ربیع الاول شریف کی آمد آمد پر روح کی گہرائیوں سے خوشی محسوس کرتا ہے اور محافل و مجالس کا انعقاد کرتا ہے۔ جھوم جھوم کر ذکر کرتا ہے کہ جہان والو! سن لو! یہ وہ ماہ مبارک ہے جس میں یتیموں، بے کسوں اور غلاموں کا سہارا رحمت کا تاج پہن کر جلوہ گر ہوا اور بلکتی ہوئی انسانیت کے زخموں کا مداوا بن گیا۔ ان کی قسمت پہ کیوں نہ ساری کائنات رشک کرتی ہوگی جو یوم میلاد کی جانفزا صبح کو جلوسوں کی صورت میں اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کے گیت گاتے ہوئے گلیوں اور بازاروں کو عطر بار کر دیتے ہیں۔ کیسا سماں بندھتا ہے اس وقت جب پروانے شمع رسالت کا تصور کر کے فضاؤں کو یاد مصطفیٰ سے معمور کر دیتے ہیں۔ ہر کوئی دل تھام کر پڑھ رہا ہوتا ہے۔

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی
غمزدوں کو "رضا" مژدہ دیجئے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

یا پھر ریاض رسول ﷺ کی بلبلیں کیف و مستی کے عالم میں چہک رہی ہوتی ہیں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
معنی قد رای مقصد ماطغیٰ
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

☆ اس روایت کی شرح میں محدث ابن جوزی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

فَمَا بَالَ حَالِ الْمُسْلِمِ الْمُوَحِّدِ مِنْ اُمَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِیْ يَسُرُّ بِمَوْلِدِهٖ وَيَبْذُلُ مَا تَصَلَ اِلَيْهِ قُدْرَتَه' فِیْ مَحَبَّتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعُمْرِیْ اِنَّمَا يَكُوْنُ جَزَاءُه' مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ اَنْ يُّدْخِلَه' بِفَضْلِهِ الْعَمِيْمِ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ”﴿جب کافر ابولہب کو انعام مسرت میلاد دیا گیا﴾ تو اس موحد مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ کی ولادت شریفہ سے خوش ہوتا ہے اور آپ کی محبت میں بقدرتوفیق خرچ بھی کرتا ہے۔ میری جان کی قسم اس کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ کریم اس کو اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل فرمادے گا“۔﴿انشاء اللہ﴾

﴿زرقانی شریف، جلد ا، ص ۱۳۹، مطبوعہ بیروت﴾ اور یاد رہے کہ یہ حضور کی خصوصیات سے ہے ورنہ کافر کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔ ﴿سیرت رسول عربی، ص ۳۴﴾

☆ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

دریں جا سندست مراہل موالید را کہ در شب میلاد آں سرور ﷺ سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرور میلاد آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان مملوست بہ محبت و سرور بذل وردے چہ باشد ولیکن باید کہ از بدعتہا کہ عوام احداث کردہ انداز تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد

''اس واقعہ میں میلاد شریف کا انعقاد کرنے والوں کی بین دلیل ہے کہ جو حضور کی شب ولادت میں خوشیاں کرتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب کہ وہ کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے انعام دیا گیا پھر اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو خوشی اور محبت سے خود رفتہ ہو کر مال خرچ کرتا ہے اور میلاد شریف مناتا ہے؟ لیکن اسے چاہیے کہ محفل میں عوام کی بدعتیں یعنی گانا اور حرام باجے وغیرہ نہ داخل ہونے دے'' ﴿مدارج النبوۃ' جلد۲' ص ۷ ۲ مطبوعہ دہلی﴾

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے اس مقام پر کیا خوب کہا ہے۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

☆ نعت مصطفیٰ کا انعام

میلاد پاک میں شمع رسالت کے پروانے کیا کرتے ہیں؟ یہی کہ دنیا کے کونے کونے پہ ذکر رسول کی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ ملکر نعتیں پڑھتے ہیں۔ حضور کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حضور کی حسین باتیں سنتے ہیں اور سناتے ہیں۔ یقین کیجئے کہ یہ محفلیں' یہ تذکرے' یہ باتیں ''بدعت'' نہیں بلکہ دور رسالت سے ثابت ہیں۔ حضور خود ان امور سے خوش ہوکر اپنے غلاموں کو اپنی دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔ پھر سوچئے کہ ایک وفادار غلام کیلئے اپنے آقا کی دعا سے بڑھ کر اور کون سا انعام بڑا ہوگا؟

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ﴿مسجد میں﴾ اشعار پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد سے گزر ہوا تو وہ بولے ''آپ مجھے اشعار پڑھنے سے منع کر رہے ہیں حالانکہ اس ﴿مسجد﴾ کے اندر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھا کرتا تھا جو آپ سے بہتر تھے''۔ پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ''میں آپ کو خدا کی قسم

دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اَجِبْ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ نَعَمْ ﴿اے حسان﴾ میری طرف سے جواب دے' اے اللہ! احسان کی روح القدس سے مدد فرما"۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "ہاں" ﴿یعنی حضور نے ایسا ہی فرمایا﴾

اس سے اگلی روایت حضرت برا ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تم ہجو کرنے والے ﴿مشرکین مکہ﴾ کی ہجو کرو۔ وَجِبْرِیْلُ مَعَکَ اور جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہے" ﴿بخاری کتاب بدء الخلق﴾

اللہ اکبر! ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یادِ مصطفوی ﷺ میں محفلوں کا انعقاد کیا کرتے تھے کیونکہ یہ محفلیں غم غلط کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہیں۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

بہت ساری روایات مرفوعہ سے ثابت ہے کہ محبوب خدا ﷺ نے خود اپنا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ یہ اٹل حقیقت ہے کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کرنا سنت مصطفیٰ بھی ہے اور سنت کبریا بھی۔ سنت صحابہ کرام بھی اور سنت اولیاء عظام بھی۔

☆ امام عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ولازال اھل الاسلام یحتلفون بشھر مولدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ویعلمون الولائم ویتصدقون فی لیالیہ بانواع الصدقات ویظھرون السرور ویزیدون فی المبرت ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم ومھاجرب من خواصہ انہ امان فی ذلک العام وبشری عاجلۃ نبیل البغیۃ والمرام فرحم اللّٰہ امراء اتخذ لیالی شھر مولدۃ المبارک اعیادا

"اور حضور ﷺ کے ماہ ولادت میں تمام اہل اسلام میلاد کی محفلیں منعقد کرتے اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے اور دعوتیں کرتے اور راتوں کو صدقات و

خیرات کرتے اور مسرت کا اظہار کرتے' نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور میلاد پڑھنے کا انتظام کرتے آ رہے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و برکت کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد کے خواص سے آزمایا ہوا ہے کہ جس سال میلاد پڑھا جاتا ہے وہ سال مسلمانوں کیلئے امان کا سال ہوتا ہے۔ میلاد کرنے سے مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے میلاد کی راتوں کو خوشی کی عیدیں بنا لیا''۔ ﴿مواہب لدنیہ' جلد ا' ص ۲۷' مطبوعہ مصر' زرقانی' جلد ا' ص ۱۳۹' مطبوعہ بیروت﴾

☆ جناب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد ہو کر بھی رقم فرماتے ہیں۔

''جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہوا اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں''۔ ﴿الشمامتہ العنبر یہ' ص ۱۲﴾

☆ حضرت الحاج امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام لطف و لذت پاتا ہوں'' ﴿فیصلہ ہفت مسئلہ' ص ۵﴾

☆ حضرت سیدنا امام ربانی الشیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں تاکہ اس مسلمہ شخصیت سے بھی یہ مبارک عمل ثابت ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔

''اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت و منقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو یہ ہے کہ قرآن کے حرفوں کو تبدیل کیا جائے اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا اور الحان کے طریق سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ ''شعر'' میں بھی ناجائز ہیں۔ اگر ایسے طریقہ سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کون سی رکاوٹ ہے''۔ ﴿مکتوبات امام ربانی جلد سوم' اثبات المولد والقیام' ص ۲۸' از حضرت الشاہ احمد سعید فاروقی مجددی' مطبوعہ مجلس رضا لاہور﴾

☆ حضرت الشاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے والد محترم سیدنا الشاہ عبدالرحیم دہلوی علیہ الرحمہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ''وہ ایام میلاد میں آنحضرت کے میلاد کا کھانا

پکوایا کرتے تھے۔ایک سال کچھ پاس نہ تھا۔ کچھ بھنے چنے تھے ان کو تقسیم کر دیا گیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہ چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش ہو رہے ہیں''۔ ﴿الدر الثمین' ص ۴۱' انفاس العارفین' ص ۴۱﴾

الحمدللہ مسلمہ اکابر امت کی تحریروں کے علاوہ مانعین کے سرکردہ علماء کی تحقیق سے بھی یہ ثابت ہوگیا کہ میلادِ مصطفیٰ کی مجالس کا انعقاد ''بدعت'' نہیں بلکہ جائز ہے اور طریقہ اہل اسلام ہے۔ اگر کسی کو عشق رسول کی دولت میسر نہیں تو اسے دوسروں کے احساسات کا احترام کرنا چاہیے۔ کفر و بدعت کے فتوے صادر کرنا کوئی لائق تحسین کام نہیں اور پھر وہ بھی بغیر دلیل کے یہ تو ستم بالائے ستم والی بات ہوگی۔

لوگو! مرے افکار پہ پہرے نہ بٹھاؤ
جذبہ کبھی پابند سلاسل نہیں ہوتا

☆ ازالہ اوہام

اکثر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ کیا میلادِ مصطفیٰ ﷺ قرآن پاک سے ثابت ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ کیوں نہیں ثابت۔ میلاد' ذکر رسول کی محفل ہے۔ سارا قرآن ذکر رسول ﷺ سے ہی تو مزین ہے۔ویسے حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہیں۔

﴿۱﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ﴿پ۴' ع۸﴾

''بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا اہل ایمان پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا''۔

﴿۲﴾ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں۔

اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا

''وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر کر کے تبدیل کر دیا''۔

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اللہ کی قسم اَلَّذِيْنَ سے مراد کفار مکہ اور نِعْمَةَ اللّٰهِ سے مراد ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔ مدارج النبوۃ'

زرقانی و مواہب لدنیہ' دلائل الخیرات و مطالع المسر ات جیسی کتب میں ائمہ نے حضور اکرم ﷺ کا ایک اسم گرامی نعمت اللہ بھی تحریر کیا ہے۔

﴿۳﴾ حضور ﷺ اللہ کی رحمت ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ "اور آپ کو ہم نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا"۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور نعمت و رحمت کے حصول پر خوشی منانا از روئے قرآن جائز ہے کہ حرام؟ تو اللہ کی اس آخری کتاب مقدس میں صریحاً لکھا ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا

"تم فرماؤ! کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی کا اظہار کرو"۔ ﴿پ ۱۱' ع ۱۱﴾

وَاشْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

"اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو"۔

سرکار ابد قرار نے فرمایا اَلتَّحْدِیْثُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ شُکْر "وَتَرْکُه' کُفْر"

"اللہ کی نعمت کا تذکرہ کرنا ہی شکر اور اسکا ترک کرنا ہی کفر کی علامت ہے"۔ ﴿معالم التنزیل﴾ رب نے فرمایا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ "اور اپنے اللہ کی نعمت کا خوب چرچا کرو"۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت و رحمت ہی نہیں بلکہ "عظیم نعمت و رحمت" ہیں جس نے آتے ہی بنی نوع انسان کی کایا پلٹ دی۔ پھر ایسی نعمت و رحمت پر کیوں نہ اظہار مسرت کرنا چاہیے؟ یہ شکر کے منافی ہے اور حکم قرآنی سے متصادم ہے۔ یہ قرآن پاک ہی تو فرما رہا ہے۔

وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ

"اللہ کی نعمت کو آپس میں یاد کرو"۔

ہمارا دل اس وقت خون کے آنسو روتا ہے جب میلاد پاک اور میلاد پاک کے حلوے پر "حرام' حرام' حرام" کے فتوے صادر کرنے والے' دیوالی کے کھانے' زاغ معروف کے گوشت' غیر مسلموں کے ساتھ میل ملاپ اور جلسے جلوس کرنے کو

''حلال، حلال، حلال'' کہہ کر عمل کرتے ہیں۔ شاید انہیں حالات سے تنگ آ کر ساغر نے بڑی تلخ بات کہہ دی ہے۔

منآؤ جشن مے نوشی، بکھیرو زلف میخانہ

عبادت سے تو ساغر دہر کے ''شیطان'' جلتے ہیں

آسمان کیوں نہ لرز اٹھے جب ''عبادت'' کیلئے تو قرآنی دلیل کا تقاضا کیا جائے اور قطعی حرام چیزوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کر لیا جائے۔ ذکر مصطفیٰ ﷺ کی محفلیں ''بدعت'' ہیں اور تقسیم اسناد کی تقریبات، دستار بندی کے جلسے، اپنے مولوی صاحبان کی آمد پر استقبالیہ جلوس نزول قرآن کے جشن، دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اور ڈیڑھ سو سالہ جشن، بخاری شریف کے ختم، لانگ مارچ، دھرنے، ایجیٹیشن کے پروگرام، واجپائی کے پرشاد، اندرا گاندھی کی صدارتیں، سب کچھ ''حسن کرشمہ ساز'' کے فتوے کے مطابق جائز اور عین اسلام ہے۔ ادھر عشاق کے سینوں کو پے در پے فتووں کے تیروں سے اس قدر چھلنی کر دیا گیا ہے کہ وہ بے تاب ہو کر ''در جاناں'' پہ فریاد کر رہے ہیں۔

بس اتنی بات پر دشمن بنی ہے گردش دوراں

خطا یہ ہے کہ چھیڑا کیوں تری زلفوں کا افسانہ

☆ میلاد کیلئے لفظ ''عید'' کا استعمال

بعض حضرات اپنی کم علمی یا پھر کور باطنی کی وجہ سے میلاد مصطفیٰ ﷺ کیلئے لفظ ''عید'' کا استعمال انتہائی برا تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل تحقیق کے نزدیک یہ کوئی قابل گرفت امر نہیں۔ ''مرقاۃ شریف'' میں امام راغب علیہ الرحمہ کے حوالہ سے منقول ہے۔

العید مایعا و دمرۃ بعدا خری وخص فی الشریعۃ بیوم الفطر ویوم النحر ولما کان ذلک الیوم مجعولا للسر و رفی الشریعۃ کما نبہ النبی ﷺ بقولہ ایام منی ایام اکل و شرب وبعال صاریستعمل العید

فی کل یوم فیه مسرۃ

"عید لغوی اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور اصطلاح شرع میں یوم فطر اور یوم نحر کو کہتے ہیں اور جبکہ یہ شریعت میں سرور کیلئے مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایام منی کھانے پینے کے اور واجبات کے دن ہیں تو عید کا لفظ ہر مسرت کے دن کیلئے استعمال ہو سکتا ہے"۔ ﴿مرقات، ص ۲۴۳، جلد ۳﴾

حضرت امام علی قاری علیہ الرحمہ اور امام راغب اصفہانی علیہ الرحمہ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ لفظ عید ہر خوشی اور انبساط کے موقع کیلئے استعمال کرنا جائز ہے۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے کہ اس دن سے بڑھ کر اور کون سا دن لائق انبساط ٹھہرتا ہے جس دن حاصل کائنات، کائنات میں رونق افروز ہوئے؟ یہ تو وہ مبارک دن ہے کہ جس کے صدقے میں ہمیں دوسری عیدیں دیکھنے کو ملیں۔ اسی دن کی برکت سے غم کدۂ زیست میں بشاشتوں کے سامان تیار ہوئے۔ غلاموں کی تقدیریں بدل گئیں۔ بیواؤں کی زندگیاں نکھر اٹھیں، یتیموں کے سلگتے ہوئے زخموں پر مرہم رکھا گیا۔ بلبلاتی انسانیت کو قرار کی دولت عطا کی گئی۔

یہ زلف بردوش کون آیا یہ کس کی آہٹ سے گل کھلے ہیں
مہک رہی ہے فضائے ہستی، تمام عالم بہار سا ہے

آیئے قرآن پاک سے پوچھ لیتے ہیں کہ کسی مسرت سے لبریز دن کو "عید" کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بارگاہ کبریائی میں عرض کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا ﴿پ ۷، ع ۵﴾

"اے اللہ! ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما کہ وہ ہمارے لئے عید ہو، ہمارے اگلے پچھلوں کی"۔

دیکھئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام "مائدہ" نازل ہونے کے دن کو عید کہہ رہے ہیں۔

کیا یہ لوگ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے کے دن کو نزول مائدہ کے دن سے بھی کم تر سمجھتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو قساوت قلبی کی بدترین مثال ہے۔

بخاری ''کتاب الایمان'' میں روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق ﷛ سے ایک یہودی کہنے لگا کہ ''اے امیر! تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے اگر ہم پردہ نازل ہوتی تو ہم اس کے ''یوم نزول'' کو عید قرار دے لیتے۔ آپ نے فرمایا ''وہ کونسی آیت ہے''۔ وہ بولا!

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ''آج میں ﴿اللہ﴾ نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل فرما دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو چننے کیلئے راضی ہو گیا''۔

حضرت عمر فاروق ﷛ نے فرمایا ''بیشک ہم نے اس دن ﴿کی اہمیت﴾ اور اس کے مقام ﴿نزول﴾ کو ذہن نشین کر لیا۔ حضور ﷺ اس دن عرفات میں تھے اور جمعتہ المبارک کا دن تھا''۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایک آیت کا نازل ہونا بھی اتنی خوشی کا حامل ہے کہ ان مبارک لمحات کیلئے ''عید'' کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق ﷛ نے اس بات کی تصدیق بھی فرما دی کہ وہ لمحات میدان عرفات میں گزر رہے تھے۔

گویا اہل ایمان کیلئے ''عید'' کے ہی لمحات تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اپنی رضا کا اظہار فرمایا تھا اور ان کیلئے دین اسلام کو منتخب کر لیا تھا۔ ان کی اسنادِ ایمانی پر مہر توثیق ثبت فرما دی تھی۔ ذرا سوچنے کی زحمت تو گوارا کریں کہ یہ تمام تر نعمتیں آخر کس کا صدقہ مل رہی ہیں؟ قرآن پاک کی آخری آیت نازل ہو تو عید کی خوشیاں حاصل ہو جائیں اور اگر رسولوں کا ''آخر'' تشریف لے آئے تو کیا ماتم کرنا چاہیے؟ بال نوچنے چاہئیں؟ سروں میں خاک ڈالنی چاہیے؟ ہاں یہ کام ''میلاد مصطفیٰ ﷺ کے دن'' سرانجام دینا ابلیس لعین کی ضرور عادت ہے۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور حیدر کرار کی عادت نہیں۔ اہل اسلام کا طریقہ

نہیں۔ اہل ایمان کے تو یہی ارادے ہیں۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس، نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆ ایک اور اشکال ہے کہ حضور ﷺ کا وصال بھی بارہ ربیع الاول شریف کے روز ہوا تھا۔ لہٰذا خوشی کی جگہ افسوس کرنا چاہیے۔ عید کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس اشکال کا جواب بھی ہم بخاری شریف کی حدیث پاک سے دیتے ہیں۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

''جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسے ہرگز روا نہیں کہ وہ شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ صرف خاوند کی وفات پر چار ماہ اور دس دن سوگ منائے گی''۔ ﴿کتاب الجنائز﴾

ایک اور حدیث وارد ہے کہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا برادر مکرم فوت ہو گیا۔ انہوں نے ﴿تین روز کے بعد﴾ خوشبو منگوا کر لگائی اور فرمایا کہ ''مجھے خوشبو کی چنداں ضرورت نہیں مگر میں نے رسول پاک ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسے ہرگز روا نہیں کہ وہ شوہر کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے''۔ ﴿کتاب الجنائز﴾

ایک اور حدیث پاک ہے کہ ''آپ ایک عورت کے ہاں سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اِتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ ﴿کتاب الجنائز﴾

ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ تین دن سے زیادہ سوگ منانا قانون اسلام کے خلاف ہے۔ پھر ہمارے آقا ﷺ نے تو آن کی آن ہی موت کا ذائقہ چکھا۔ آپ ﷺ ذائقہ موت چکھ کر حسب سابق زندۂ جاوید ہیں۔ گویا حضور کی حیات آپ

کے وصال پر غالب ہے تو پھر ہم سوگ کیوں منائیں؟

حضور ﷺ کی ولادت پاک اور وصال پاک دونوں رحمت ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

حَیَاتِی خَیْرٌ لَّکُمْ وَمَمَاتِی خَیْرٌ لَّکُمْ ﴿زرقانی علی المواہب﴾

''میری حیات ظاہری اور میری وفات دونوں تمہارے لئے خیر کا باعث ہیں''۔

آپ آج بھی اپنی امت کے نگہبان اور شاہد ہیں۔ آج بھی بے کسوں اور غلاموں کو نوازتے ہیں۔ پھر ہم افسوس کیوں کریں؟ وہ اب بھی درد ہجر اور آتش فراق میں جلنے والوں کو رخ زیبا دکھاتے ہیں اور ان کو اپنے وصال سے مشرف کرتے ہیں۔ پھر ہم غمگین کیوں ہوں اور جب آپ کی حیات و وصال دونوں امت کے حق میں خیر و برکت کی وجہ ہیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ آخر ''ہائے وائے'' کرنے کی کیا ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ خوشی تو آپ کے اس عالم محسوسات میں جلوہ گر ہونے کی ہے وہ اب بھی موجود ہیں۔ ان کا قانون بھی موجود ہے۔ ان کی کتاب بھی موجود ہے۔ صرف پردے میں رہتے ہیں کہ اس عالم آب و خاک میں ہر کوئی دیدار کے قابل نہیں ہے جس کو نوازنا چاہتے ہیں لمحہ بھر میں مالا مال کر دیتے ہیں۔ جبھی تو ''اہل جنون'' ان کے آستاں سے ہر طرح کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔

جانے کب دے دیں صدا ساقی حریم ناز سے
بزم والو! گوش بر آواز رہنا چاہیے

☆ بعض لوگوں نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ حضرت عباس ؓ کو جو ابولہب عالم خواب میں ملا تھا اور اس نے اپنی صورتحال بیان کی تھی وہ معتبر دلیل نہیں۔ کافر کا خواب میں آنا اور اس کے کلام کو بطور استدلال پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

ہم عرض کرتے ہیں کہ ہم نے تو حضرت عباس ؓ پر یقین کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں تو ٹھیک ہی ہوگا۔ باقی کافر کے خواب میں دکھائی دینے کا جہاں تک تعلق ہے تو ہم ''بادشاہ مصر'' کے بارے میں پوچھنے کی جسارت ضرور کریں گے۔

کیا وہ صاحب ایمان تھا؟ اگر کافر کے خواب پر استدلال کرنا مطلقاً ناجائز ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے خواب پر مستقبل کے حالات کا کیوں جائزہ لیا؟ آپ نے ''کافر'' کے خواب کو مدنظر رکھتے ہوئے قحط سالی' اس کے اثرات اور اس سے بچنے کے عملی اقدامات کیوں سوچے؟ قرآن پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا اس ''کافر'' کو خواب آیا اور جیسی پیغمبر برحق نے اس کی تعبیر فرمائی سب کچھ ویسا ہی ہوا۔ پھر یہاں خواب کسی کافر کو نہیں آیا بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ صحابی رسول اور عم مصطفیٰ کو آیا ہے۔ گستاخی معاف! جب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ''مرید رشید'' خواب میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ کا ورد کر رہا تھا تو مولوی صاحب نے خواب کو غلط نہیں کہا۔ جب کسی ''صالح'' کو خواب میں حضور ﷺ دارالعلوم دیوبند سے اردو سیکھتے ہوئے معلوم ہوئے تو مولوی خلیل احمد صاحب نے اس خواب کو غلط نہیں کہا بلکہ اسی خواب کو بنیاد بنا کر دارالعلوم کی فضیلت کو چار چاند لگانے کی کوشش کی۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ ان ''مولویوں'' کے خواب تو سچے قرار دیئے جائیں مگر صحابی رسول کے خواب پر کوئی اعتبار نہیں۔ نفسانیت کی بھی کوئی انتہا ہونی چاہیے۔ ہوسکتا ہے میرے الفاظ کسی ''صاحب دستار'' کے پندار کا بت چکنا چور کردیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ؎

جو لگادیتے ہیں قصر زندگی میں آگ سی
ایسے شعلوں کیلئے اک ''اشک تر'' بھی چاہیے

پھر حیرت یہ ہے کہ جہاں ابولہب کے مبتلائے عذاب ہونے کا ذکر ہے وہاں کوئی اعتراض وارد نہیں کرتے اور جہاں ولادت مصطفیٰ کا ذکر ہے وہاں آ کر خواب ہی غیر معتبر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ سلف صالحین نے واضح تصریح فرمائی ہے کہ یہ روایت میلاد پاک کی عظمت کو بیان کر رہی ہے اور یہ سرکار کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے کہ آپ کے میلاد کی خوشی اگر ''کافر'' بھی کرے تو وہ بھی کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کرلیتا ہے۔ اگر مسلمان کرے تو کیوں نہ جنت سامانیوں کا

مستحق ہوگا؟ اکابر صحابہ اور مفسرین حدیث نے اس زاویہ نگاہ سے ہرگز نہیں سوچا' لہٰذا یہ "بدعت" ہمارے "یاروں" کی کوششوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس تحریر سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان حضرات کی اپنی تمام باتیں درست ہوتی ہیں اور دوسروں کے دلائل قاہرہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہر وہ کام جو ہم کریں تو حرام اور خود کریں تو جائز۔ سبحان اللہ! کیسا معیار تحقیق ہے۔

تعظیم و تکریم

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

"تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو"۔ ﴿الفتح، ۹﴾

اسی طرح سورۂ حجرات میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کا ضابطہ اخلاق مرتب کیا گیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور انکے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو"۔

یہ ضابطہ اخلاق حضور ﷺ کی حیات ظاہری تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک موجود ہے۔ آج بھی بارگاہ رسالت کے وہی آداب وضوابط ہیں جو دور صحابہ میں ہوا کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے اموی خلیفہ منصور کو سختی سے ٹوک دیا تھا وہ مسجد نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کر رہا تھا۔ تکریم نبی کا ایک یہ بھی تقاضا ہے کہ سرکار کونین ﷺ کو عامیانہ القاب "جیسا کہ بشر محض" سے یاد نہ کیا

جائے۔ارشاد باری ہے۔

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

''رسول پاک کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو''۔﴿سورۃ النور﴾

یہ انتہائی افسوسناک صورتحال ہے کہ ہمارے ہاں بعض لوگ عبادت و ریاضت کے تو بہت گرویدہ ہوتے ہیں مگر قرآن پاک کے ان احکام کا ذرہ برابر احساس نہیں کرتے۔عبادت و ریاضت کا جذبہ نہایت قابل تحسین ہے۔لیکن عبادت و ریاضت کی جان بارگاہ رسالت کا ادب ہے۔اگر یہ اس متاع بے بہا سے محروم ہیں تو پھر یقین جانئے انکی عبادت و ریاضت ریت کے اس گھروندے کی طرح ہوگی جو ذرا سی ٹھوکر سے بکھر کر رہ جاتا ہے۔صاحب ایمان کو چاہیے کہ اس متاع بے بہا کو اپنے سینے میں جاگزیں کرے۔اپنے دل میں تعظیم رسول کا جذبہ بیدار کرے' ورنہ ہر چیز بے معنی ہو جائے گی۔

شریک بزم دل بھی ہے' چراغ بھی ہیں' پھول بھی
مگر جو جان انجمن تھا وہ کہاں چلا گیا

اب آیات قرآنی کی روشنی میں صحابہ عظام علیہم الرضوان کا مبارک عمل ملاحظہ کیجئے کہ ان کے نزدیک یہ جذبہ کس قدر اہمیت کا حامل تھا۔

بخاری ''کتاب الشروط'' میں روایت ہے کہ عروہ بن مسعود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے اصحاب رسول کو غور سے دیکھا کہ جب بھی سرکار ابد قرار ﷺ تھوکتے تو وہ تھوک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا۔جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی۔جب آپ وضو فرماتے تو لوگ آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کیلئے ٹوٹ پڑتے تو ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ہر ایک کی لگن ہوتی کہ یہ پانی میں حاصل کروں۔جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست

رکھتے اور غایت تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہ دیکھتے۔اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا۔

اَیْ قَوْمِ وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﴿ﷺ﴾ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَھُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وُضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ

"اے قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا مگر اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جس طرح محمد ﴿ﷺ﴾ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ حکم دیتے ہیں تو فوراً تعمیل ہوتی ہے۔ جب وضو کرتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیم کے باعث اپنی آنکھیں نیچی رکھتے ہیں"۔

ہم اس مقام پر "عقل عیار" کے بند دروازے پر دستک دے کر پوچھتے ہیں کہ بتا ری کمبخت! کوئی "بڑے بھائی" کی اس طرح تعظیم کرتا ہے؟ دنیا کا کوئی مولوی اس مقام پہ شرک کا فتویٰ صادر کر کے تو دیکھے، ہم انشراح صدر کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس حرماں نصیب کے اپنے بچے کھچے ایمان کا جنازہ نکل جائے گا۔ آخر یہ کون سی مقدس ہستیاں ہیں جو محبوب خدا تاجدار دارین ﷺ کے حضور اس قدر نیاز مندی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ یہ وہی مقدس ہستیاں ہیں جن کے ہر قول و

فعل کو قرآن نے ہر مسلمان کیلئے اولین معیار قرار دیا ہے اور جن کو اپنی دائمی رضامندی کا مژدہ جاں فزا سنایا ہے۔ یقیناً ان پر کوئی ''مولوی'' فتویٰ صادر نہیں کرسکتا۔ اگر ان پر کوئی ''مولوی'' فتویٰ نہیں لگا سکتا تو ان کے نقش قدم پہ چلنے والوں کے بارے میں بھی شرم کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام سرکار ﷺ کے ساتھ منسوب ہر چیز کا احترام کرنا جزو ایمان سمجھتے تھے۔ وہ لعاب دہن ہو یا وضو کا پانی' ان کے قریب دنیا جہان کی دولتوں سے زیادہ محبوب تھا' اس لئے کہ وہ ان کے محبوب کے ساتھ نسبت رکھتا تھا۔

☆ موئے مبارک کی قدر و قیمت

حضرت ابن سرین ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ ؓ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں۔ ہم نے انہیں حضرت انس ؓ یا ان کے اہل خانہ سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ ؓ نے فرمایا اگر ان بالوں میں سے مجھے ایک بال بھی مل جائے اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا تو وہ بال مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ عزیز ہوگا۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ ﷺ نے اپنا سر انور منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ ؓ نے آپکے بال محفوظ کر لئے۔ ﴿بخاری کتاب الوضوء جلد اول﴾

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حجام کو بلایا اور سر مبارک کے دائیں طرف کے بال منڈوائے اور ابوطلحہ ؓ کو بلا کر عطا فرمائے۔ پھر حضور نے بائیں طرف کے بال منڈوائے اور ابوطلحہ ؓ کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا ''یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کردو''۔ ﴿بخاری' مسلم' مشکوٰۃ' سیرت رسول عربی ص ۴۸۷﴾

اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ بال منوا رہے تھے۔ صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے تھے۔ یہ سب چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال

مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

معزز قارئین! فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسطرح تعظیم وتکریم سے پیش آنا شرک وکفر کی نشانی ہے یا ایمان وایقان کی؟ پھر عہد صحابہ سے لے کر آج تک اہل ایمان حضور ﷺ اور آپ کے آثار شریفہ سے اس والہانہ عشق کا اظہار کرتے چلے آ رہے ہیں' کیا یہ سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور سب توحید کے نازک پھولوں کو پامال کرتے رہتے ہیں؟ ﴿العیاذ باللہ تعالیٰ﴾ درحقیقت بات یہ ہے کہ جس آنکھ میں بے پناہ خشکیوں اور ویرانیوں نے ڈیرے جمارکھے ہوں وہ آنکھ ہر چشم تر کو تعجب سے دیکھتی ہے۔ جس نے کوچہ عشق کی سیر ہی نہ کی ہو وہ وہاں کی جلوہ طرازیوں کو کیا جان سکے؟ یا سادہ سے الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں "اندھا کیا جانے بسنت کی بہار"

عاشق نہ شدی' محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامہ ہجراں چہ کشاید؟

☆ لعاب دہن کا احترام

"کتاب الوضو" میں ایک باب باندھا گیا ہے۔ کپڑے پر تھوک لینے کا بیان' اس کے تحت امام نے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی۔

وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَه' وَجِلْدَه'

"جب بھی رسول اللہ ﷺ نے تھوکا اسے لوگوں میں سے کسی نہ کسی نے اپنے ہاتھ پر لے لیا اور اسے منہ اور جسم پر مل لیا"۔ ﴿بخاری جلد ا﴾

☆ "الادب المفرد" کی چند روایات

"الادب المفرد" شریف بھی حضرت امام المحد ثین سیدنا امام بخاری قدس سرہ کی عظیم علمی اور فکری کتاب ہے۔ اگر چہ اس کتاب کی روایات کتاب صحیح بخاری

کے پایہ کی تو نہیں مگر پھر بھی امام کی مستند شخصیت نے اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔ ویسے ہم جو روایات اس کتاب سے نقل کرنے والے ہیں وہ دیگر متعدد کتبِ احادیث و آثار میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔ اس طرح جو روایت کثرت کے ساتھ وارد ہو خود قوی ہو جاتی ہے۔ ہاں جس نے نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہو وہ قرآن حکیم کی صریحاً آیات قدسیہ کو بھی کب مانتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو ہٹ دھرمی کی مرض سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆ حضرت مخدومۂ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ تعظیم کیلئے کھڑی ہو جاتیں۔ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ وَقَبَّلَتْہٗ وَاَجْلَسَتْہٗ فِیْ مَجْلِسِھَا ''اور وہ آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر چومتیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور جب سیدہ آستانہ رسالت مآب پر حاضر ہوتیں وَاَخَذَ بِیَدِھَا وَقَبَّلَھَا وَاَجْلَسَھَا فِیْ مَجْلِسِہٖ ''تو آپ بھی ان کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے''۔ ﴿''الادب المفرد'' ص ۱۳۸'''ابوداؤد شریف'' جلد۲' ص ۳۱۸'''مشکوۃ'' ص ۴۰۲'''مدارج النبوۃ'' جلد۲' ص ۵۴۳'''حجۃ اللہ البالغہ'' جلد۲' ص ۱۴۸﴾

☆ حضرت اشج ﷛ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حَتّٰی اَخَذَ بِیَدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَھَا ''یہاں تک کہ انہوں نے حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک تھام کر چوم لیا'' ﴿''الادب المفرد'' ص ۸۶﴾

☆ حضرت وازع بن عامر ﷛ فرماتے ہیں۔ ''ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر ہم اس سے پہلے آپ کو نہیں پہچانتے تھے''۔ کسی نے کہا ''یہ اللہ کے رسول جلوہ گر ہیں''۔ فَاَخَذْنَا بِیَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ فَقَبَّلْنٰھُمَا ''تو ہم نے حضور کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا''۔ ﴿ا﴾ ﴿''الادب المفرد'' ص ۱۴۴﴾

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر ﷛ فرماتے ہیں۔ فَقَبَّلْنَا یَدَاہٗ ''ہم نے سرکار کے ہاتھ کو بوسہ دیا''۔ ﴿''الادب المفرد'' ص ۱۴۳' ابوداؤد'' جلد۲' ص ۲۱۸'''کتاب الاذکار'' ص ۳۳۴﴾

ان تمام مبارک روایات سے معلوم ہوا کہ سرکار دو جہاں ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا بھی صحابہ کی سنت ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ اس دور میں اگر کوئی عقیدت مند اپنے شیخ کامل کا ہاتھ یا پاؤں چومے تو بعض کم ظرف انسان واویلا شروع کر دیتے ہیں، شرک ہوگیا، کفر ہوگیا۔ کاش ان کو معلوم ہوتا کہ کسی بزرگ ہستی کا احترام کرنا آغاز اسلام سے ہی چلا آ رہا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا "کیا آپ نے حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کو چھوا ہے" انہوں نے فرمایا "ہاں" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ آگے بڑھے فَقَبَّلَھَا تو ان کا ہاتھ چوم لیا۔

﴿"الادب المفرد" ص۱۴۴ "دارمی شریف" جلد ۱ ص۳۱﴾

حضرت عبداللہ بن رزین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابی رسول حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان کو سلام کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ چادر سے باہر نکالے اور فرمایا میں نے ان ہاتھوں سے اللہ کے محبوب کی بیعت کی ہے۔ فَقُمْنَا اِلَیْھَا فَقَبَّلْنَا پس ہم کھڑے ہوئے اور اس مبارک ہاتھ کو چوم لیا۔ ﴿۲﴾ ﴿"الادب المفرد" ص۱۴۴﴾

الحمدللہ! بزرگان دین کی دست بوسی کرنا آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ اہل سنت و جماعت کا یہ عمل مضحکہ خیز اور بغیر دلیل کے نہیں۔ ایک حدیث پاک بھی ہے کہ ایک شخص نے بیت اللہ کی چوکھٹ کو بوسہ دینے کی نذر مانی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

قَبِّلْ قَدَمَیْ اُمِّکَ وَقَدْ وَفَیْتَ نَذْرَکَ

"جاؤ! اپنی ماں کے قدموں کو چوم لو تمہاری نذر پوری ہو جائے گی"۔

تمام اہل عرفان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شیخ کامل کا مقام والدین سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ حضور فخر موجودات ﷺ کا مظہر کامل اور نائب اکمل ہوتا ہے۔ اس طرح اس کے قدموں کو بوسہ دینا اور اساتذہ کے قدموں کو بوسہ دینا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔ ہم شیخ کامل کے ہاتھ کو اس لئے چومتے ہیں کہ اس کا ہاتھ اولیائے کاملین کے

توسل سے سرکار مدینہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کے ساتھ مس ہوتا ہے اور اسکے قدم مبارک بھی ہمارے لئے خیر و برکت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

☆ قرآنی فیصلہ

اللہ تعالیٰ کے تمام ولی اس کی عظیم نشانیاں ہیں اور حضور انور ﷺ تو سب سے بڑی نشانی ہیں۔ اب قرآن حکیم سے پوچھ لیں کہ اس کی نشانیوں کو ''بڑا بھائی'' سمجھ کر پرکاہ کی حیثیت دی جائے یا تعظیم و تکریم کر کے اپنے دلوں کے اندھیرے دور کیئے جائیں۔ قرآن فرماتا ہے۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ

''جنکے دلوں میں اللہ کا خوف جاگزیں ہے وہ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتے ہیں''

حیرت ہے یہ ''مولوی حضرات'' مکہ مکرمہ جا کر صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر سعی بھی کرتے ہیں۔ کیوں کرتے ہیں؟ یہی نا کہ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ''بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں''۔ یہ نشانیاں کیوں قرار دی گئیں؟ اس لئے کہ یہاں اللہ کی عظیم نشانیوں ﴿یعنی سیدہ حاجرہ سلام اللہ علیہا اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام﴾ کے قدم مبارک لگے۔ سبحان اللہ! اہل اللہ کی عظمت کا کیا کہنا جو ان کے ساتھ منسوب ہو جاتا ہے وہ بھی اللہ کی نشانی بن جاتا ہے۔ لیکن اس ''مولوی'' کا بھی کیا کہنا کہ اہل اللہ کے قدموں کی برکت سے بننے والی نشانی کا تو احترام کرتا ہے مگر اہل اللہ کا احترام کرنا شرک و کفر قرار دیتا ہے۔ اس سے بڑی حماقت بھی چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

یہ کیا قیامت ہے باغبانو! کہ جن کی خاطر بہار آئی
وہی شگوفے کھٹک رہے ہیں تمہاری آنکھوں میں خار بن کر

☆ صحابہ کا انداز بیان

اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین خواجہ کونین ﷺ کی بارگاہ میں اچھے انداز اور

خوبصورت الفاظ میں گزارشات عرض کیا کرتے تھے مثلاً حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کے والد ماجد بہت سا قرض چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا تو حضرت جابر ﷺ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان الفاظ میں عرض کی۔

''میرے والد ماجد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور اپنے اوپر بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ حضور کی زیارت کرلیں''۔ ﴿بخاری باب قضاء الوحی﴾

غور کیجئے! حضرت جابر ﷺ نے یہ نہ کہا کہ آپ قرض خواہوں کے پاس آئیں، بلکہ ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عرض کی ''قرض خواہ حضور کی زیارت کرلیں''۔ اللہ اکبر! گویا اہل جہاں کو بارگاہ رسالت کے آداب سکھا رہے ہیں۔

☆ ابوایوب انصاری کا کمال ادب

حضور سرور دو عالم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے رہنے کیلئے حضرت ابو ایوب انصاری ﷺ کا گھر پسند فرمایا۔ آپ مکان کے نچلے حصے میں ٹھہرے اور ابوایوب انصاری ﷺ مع اہل و عیال اوپر والے حصے میں رہے۔ ایک رات ابو ایوب انصاری ﷺ نے خیال کیا کہ ہم محبوب خدا ﷺ کے سرانور پر چلتے پھرتے ہیں۔ یہ سوچ کر رات ایک کونے میں ہوکر بسر کی۔ صبح ہوئی تو حضور کی بارگاہ میں عرض کی ''آقا! میں اس چھت پر نہیں رہنا چاہتا جس کے نیچے آپ موجود ہوں''۔ بہرحال ان کی گزارش پر سرکار مدینہ ﷺ نے اوپر والے حصے میں رہائش اختیار فرمالی۔ پھر حضرت ابو ایوب انصاری ﷺ اس جگہ سے کھانا کھاتے جس جگہ پر حضور کی انگلیاں لگی ہوتیں۔ ﴿''مشکوۃ'' بحوالہ بخاری شریف، اصابہ، سیرت ابن اسحاق، سیرت رسول عربی﴾

☆ فاروق اعظم کا کمال ادب

سائب بن یزید ﷺ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا۔ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے ادھر دیکھا تو وہ عمر بن خطاب ﷺ تھے۔ کہا جاؤ اور ان دونوں کو

میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا ''تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟'' بولے ''طائف کے باشندے ہیں''۔ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تم اس شہر کے باسی ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم محبوب خدا ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو''۔ ﴿بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد بھی آپ کی بارگاہ کا ادب کرنا سنت صحابہ کرام ہے اور اہل مدینہ کا شعار ہے۔ نیز جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی ادب نہیں کرتا عدل فاروقی اسے سزا کا حق دار ٹھہراتا ہے' جرم عظیم قرار دیتا ہے' ایسا جرم! جو آگ بن کر ایمان کی لہلہاتی کھیتیوں کو جلا دیتا ہے۔ جو زہر ہو کر یقین کی دردناک موت کا سامان بن جاتا ہے۔

محبت و اطاعت

اس نظر گاہ فطرت میں عشق و محبت کو ایک منفرد مقام حاصل ہے بلکہ اہل محبت تو محبت کو ہی تخلیق عالم کی بنیادی اکائی تصور کرتے ہیں۔ اگر دل کی بے تاب دھڑکنوں میں یہ لاہوتی جذبہ موجزن نہ ہو تو یقین کیجئے کہ دنیا کی ہر چیز اپنا حسن کھو بیٹھے۔ یہ دنیائے رنگ و بو اس لئے بھی حسین ہے کہ یہ ایک ''حسین'' کی خاطر منصۂ شہود پہ لائی گئی ہے اور خلاق مطلق نے اپنے محبوب کیلئے اس کیلئے اس کی ایک ایک چیز کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کا کوئی پہلو تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔ ہر پہلو کی تخلیق میں کوئی عظیم مقصد ضرور چھپا ہوا ہے جو اس کی افادیت کو اہل فکر پر ہر آن روشن کئے ہوئے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿۱﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ

''ہم نے زمین اور آسمانوں اور ان کے درمیان چیزوں کو کسی حکمت سے پیدا فرمایا ہے''۔

﴿۲﴾ اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ مَّا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ

''کیا انہوں نے اپنے دل میں اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کو کسی حکمت سے پیدا کیا ہے''۔

اس لاجوردی آسمان' شاداب زمین اور ان کے درمیان دلکش مظاہر فطرت کی تخلیق کا مقصد معرفت توحید کے علاوہ کچھ اور بھی ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے۔ خَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرِفَھُمْ کَرَامَتَکَ وَمَنْزِلَتَکَ عَلَیَّ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا ﴿حدیث قدسی﴾ میں نے مخلوق کو اسلئے پیدا کیا کہ اے محبوب! آپ کی کرامت ومنزلت کی اس کو معرفت کراؤں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں ہرگز دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ بقول حضرت ظفر

سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

جب خود اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے محبت فرماتا ہے تو پھر وہ کیوں نہ اس محبت کو اہل ایمان کی زینت قرار دے۔ اسی لئے فرمایا کہ ''میرا نبی ایمان والوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے''۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے۔

نور الٰہ کیا ہے محبت' حبیب کی

جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے

ذیل کی سطور میں ہم احادیث نبویہ کی روشنی میں محبت کی اہمیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

☆ حُبّ رسول جان ایمان ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ

وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کو اس کے والدین اور اس کی اولاد سے عزیز تر نہ ہو جاؤں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا کہ جب تک میں اسے والدین، اولاد اور دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

﴿بخاری کتاب الایمان﴾ ﴿مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول محتشم ﷺ نے فرمایا کہ

''وہی شخص ایمان کی لذت سے بہرہ اندوز ہوگا جس کو اللہ اور رسول سب سے زیادہ محبوب ہوں، جو شخص اللہ کیلئے کسی سے دوستی رکھتا ہو اور کافر بننا اس قدر ناگوار سمجھتا ہو جیسے آگ میں کودنا'' ﴿بخاری کتاب الایمان﴾

☆ فاروق اعظم کا عقیدہ

عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم حضور کے ساتھ تھے۔ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِیْ ''آقا میں اپنی جان کے علاوہ آپ کو ہر چیز سے زیادہ چاہتا ہوں''۔ حضور نے فرمایا لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ ''بات نہیں بنے گی۔ خدا کی قسم جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی وَاللّٰہِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ ''خدا کی قسم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں''۔ چنانچہ حضور نے فرمایا اَلْاٰنَ یَاعُمَرُ ''اے عمر! بات اب بنی ہے''۔ ﴿بخاری کتاب الایمان والنذور﴾

اس حدیث کا ایک پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہو سکتا

ہے کہ تعلیم اہل اسلام کیلئے یہ انداز گفتگو اختیار کیا ہو۔ جیسا کہ ''مشکوۃ کتاب الایمان'' کی پہلی حدیث میں جبرئیل امین نے تعلیم امت کیلئے ایسا ہی طریقہ اختیار فرمایا۔ اس قسم کے مکالمے سے بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ ہم نے یہ الفاظ اس لئے رقم کیے ہیں کہ کوئی منکر صحابہ یہ تصور نہ کر لے کہ پہلے تو عمر فاروق معاذ اللہ راسخ العقیدہ نہیں تھے۔ حالانکہ عمر فاروق ﷛ قبول اسلام کے فورا بعد ہی نام مصطفیٰ پر کٹ مرنے کیلئے بے چین نظر آتے تھے۔ انہیں غلامی رسول اپنی جان سے زیادہ پیاری تھی تو اسی وقت کعبہ معظّمہ میں آ کر اعلان کر دیا تھا کہ عمر نے اسلام کا دامن تھام لیا ہے۔ لہٰذا اب کوئی اہل اسلام کو علانیہ نماز پڑھنے سے نہیں روک سکتا''۔ آپ نے اس وقت ہر امکانی خطرے کو نظر انداز کر دیا تھا۔
بس یہی جذبات رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھے ؎

نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

☆ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ

حضرت انس بن مالک ﷛ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ دروازہ مسجد سے باہر نکل رہا تھا کہ ایک آدمی ملا اور عرض گزار ہوا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی السَّاعَةُ ؟ ''یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟'' فرمایا مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا؟ ''تم نے قیامت کیلئے کیا جمع کیا ہے؟'' وہ آدمی کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا کَبِیْرَ صِیَامٍ وَّلَا صَلٰوةٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَّلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ''میں نے قیامت کیلئے زیادہ روزے نماز اور صدقہ ﴿وغیرہ اعمال﴾ تو جمع نہیں کئے لیکن میں اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہوں''۔ فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ''تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو''۔ ﴿بخاری کتاب الاحکام﴾

کس قدر ایمان آفرین حدیث ہے۔ کروڑوں تہی دامن لوگوں کیلئے سرمایہ

حیات ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ گو بڑی اہمیت کے حامل ہیں مگر ان سے بھی بڑی چیز اللہ اور اس کے محبوب کی محبت ہے۔ صحابہ نے اپنے اعمال پر فخر نہیں کیا۔ محبت رسول اور عشق خدا کو زندگی کا سہارا تصور فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے۔

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان' فروض غرر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

☆ تقاضائے محبت

تقاضائے محبت یہ ہے کہ اپنے محبوب کی ہر حال میں اطاعت کی جائے۔ یاد رہے کہ محبت دعویٰ ہے اور اس کی بہترین دلیل اطاعت ہے۔ اطاعت کے بغیر دعوائے محبت محض بے جان تنکوں کا ایسا آشیانہ ہوگا جو آندھی کے ایک ہی جھٹکے سے ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿۱﴾ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ''آپ فرما دیجئے اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو پھر اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ اور رسول کی پھر اگر وہ منہ پھیریں تو یقیناً اللہ دوست نہیں رکھتا کفر والوں کو''۔

﴿۲﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ''اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا وہ اسی لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

﴿۳﴾ یٰـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم تو سنتے ہو''۔

﴿۴﴾ یٰـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی بات قبول کرو جب رسول تمہیں اس بات کی طرف بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے''۔

﴿۵﴾ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''جو کوئی رسول کی اطاعت کرے گا اس نے بیشک اللہ کی اطاعت کی''۔

﴿۶﴾ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ''اور کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو جب اللہ اور رسول کسی بات کا فیصلہ کر دے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان کو اپنے کام کے بارے میں اختیار ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو بیشک وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا''۔

﴿۷﴾ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ''اور جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرے گا تو بیشک اللہ ﴿اس کو﴾ سخت عذاب ﴿دینے﴾ والا ہے''۔

﴿۸﴾ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اس کو ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں''۔

﴿۹﴾ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ''تمہارے لئے سیرت مصطفیٰ ایک بہترین نمونہ ہے''۔

﴿۱۰﴾ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرتا بیشک اس کیلئے بہت بڑی کامیابی ہے''۔

﴿تلک عشرة کاملة﴾

مذکورہ صدر آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ اطاعت خدا اور اطاعت مصطفیٰ کتنی اہم چیز ہے اور جو اطاعت خدا و رسول کو چھوڑ دیتا ہے اس کیلئے کتنی ذلت و رسوائی مقدر بن جاتی ہے۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا اپنا کیا حکم ہے۔

☆ من عصانی فقدابٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا ﴿وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا﴾ صحابہ نے عرض کی مَنْ یَّاْبٰی انکار کون کرے گا؟ فرمایا مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ ﴿بخاری کتاب الاعتصام﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"کچھ فرشتے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جبکہ آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک فرشتے نے کہا "یہ تو سوئے ہوئے ہیں"۔ دوسرے نے جواب دیا اِنَّ الْعَیْنَ نَآئِمَۃٌ" وَالْقَلْبُ یَقْظَانٌ" بیشک انکی آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔ ایک نے کہا "ان صاحب کی مثال بیان کرو"۔ پھر انہوں نے کہا کہ "ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دستر خوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دستر خوان سے کھانا کھا سکا"۔ ایک نے کہا "بات کو ذرا واضح کیجئے"۔ پھر انہوں نے کہا کہ

''گھر سے مراد جنت ہے۔ بلانے والے تاجدار انبیاء ﷺ ہیں''۔ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا ﴿ﷺ﴾ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا ﴿ﷺ﴾ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمُحَمَّد'' ﴿ﷺ﴾ فَرُق'' بَیْنَ النَّاسِ ''پس جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ محمد ﷺ ہی خدا کے بندوں اور باغیوں کے درمیان فرق ﴿کرنے والے﴾ ہیں''۔ ﴿بخاری کتاب الاعتصام﴾

اس عظیم روایت سے مندرجہ ذیل امور اخذ ہوتے ہیں۔

۱ ہمارے آقا ﷺ کے فرشتے بھی مدح سرا ہیں اور حضور کی عظمتوں کا تہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔

۲ حضور کا قلب اطہر ہر وقت بیدار رہتا ہے۔

۳ حضور کے دستر خوان نعمت کی ساری خدائی مہمان ہے۔ حضور سب کو اللہ کی عطا سے عطا کر رہے ہیں۔ جو حضور کے اس دستر خوان کا منکر ہے وہ اللہ کی عطا کا منکر ہے اور جو اس دستر خوان کا ریزہ چین ہے وہ ہی جنت میں کوثر کے ساغر رحمت کا مستحق ہوگا۔ پھر ہم کیوں نہ کہیں ؎

خدا مالک، نبی وارث، خدا معطی، نبی قاسم
خدا خالق ہے عالم کا، نبی والی ہے خلقت کا
جسے جو کچھ بھی ملتا ہے انہی کے در سے ملتا ہے
کہ ان کا ہاتھ مظہر ہے خدا کے دست قدرت کا

۴ جنت حضور کا گھر ہے۔ حضور صاحب خانہ فردوس ہیں۔ جنت کی طرف بلانے والے ہیں اور جنت عطا کرنے والے ہیں۔

۵ حضور حق و باطل کے درمیان عظیم اور ناقابل تسخیر حد فاصل ہیں۔ حضور کے دامن رحمت سے وابستگی پیدا نہ ہو تو آدمی لاکھ صاحب خرد، صاحب فکر ہونے کے باوجود منزل مراد تک نہیں پہنچ سکتا۔ عمر بن ہشام کو لوگ ''ابوالحکم'' کہتے تھے مگر

حضور ﷺ کی غلامی اختیار نہ کی تو وہی ''ابو جہل'' کے نام سے پہچانا جانے لگا۔

موجودہ دور میں ہزاروں اہل دانش موجود ہیں۔ انسان عرصہ گیتی سے بہت دور چاند کی ہوش ربا کائنات کی سیر کر چکا ہے۔ ہواؤں میں بے باک شاہین کی طرح قلابازیاں لگا رہا ہے۔ اپنے ناخن عقل سے اسرار کائنات کی پیچیدہ گرہیں کھول رہا ہے مگر کیا ہے؟

بقول نیوٹن: ''میں ایک عظیم ریاضی دان ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اس نادان بچے کی طرح محسوس کرتا ہوں جو سمندر کے کنارے بیٹھ کر سیپ کے ٹکڑوں سے کھیل رہا ہے۔ اسے سمندر کی بے کرانیوں کی کچھ سمجھ نہیں آتی''۔

اس بے کسی کی آخر وجہ کیا ہے؟ یہی کہ اس وقت تک قلب ونظر کے دریچے وا نہیں ہوتے جب تک آفتاب چرخ نبوت کی ضیا ریز کرنیں ان پہ دستک دینا نہ شروع کر دیں۔ جوان نورانی کرنوں سے مستنیر ہیں انکا حال بھی پڑھ کر دیکھ لیں۔ نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا کا نعرہ بلند کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ ﴿قصیدہ غوثیہ از غوث الاعظم رضی اللہ عنہ﴾

حضور ﷺ کی نسبت، عظیم انعام ہے اس لئے کہ اس نسبت کے لالہ زاروں میں ہدایت کے خوش اثر پھول پیغام راحت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب

چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

☆ ایک اور مثال

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''بیشک میری مثال اور اس کی جس کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے اس شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا اے قوم میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فوج دیکھی ہے۔ میں تمہیں ڈرانے والا ہوں لہٰذا اپنے آپ کو بچا لو۔ ایک جماعت نے بات

مانی اور پناہ گاہ میں جا چھپے۔ دوسری جماعت نے بات نہ مانی۔ صبح لشکر نے حملہ کر کے ان کو ملیا میٹ کر دیا۔ پس یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور اس کی پیروی کی جو میں لے کر آیا ہوں اور وہ اس شخص کی مثال جس نے مجھے جھٹلایا اور نافرمانی کی راہ اختیار کی"۔ ﴿بخاری کتاب الاعتصام﴾

☆ اطاعت رسول اور صحابہ

﴿۱﴾ حضور ﷺ کے وصال پاک کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ "اے خلیفہ رسول! آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے؟" حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "واللہ میں ان سے لڑتا رہوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ واللہ اگر انہوں نے جانور باندھنے کی رسی دینے سے بھی انکار کیا جو رسول پاک ﷺ کو دیا کرتے تھے تو اس انکار پر میں ان سے ضرور لڑوں گا"۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا سینہ جہاد کیلئے کھول دیا ہے"۔ ﴿ایضا﴾

﴿۲﴾ حضور ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پھر حضور نے وہ انگوٹھی پھینک کر کہا اِنِّی لَنْ اَلْبَسَہ' اَبَدًا "میں اسے اب کبھی نہیں پہنوں گا" فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَھُمْ "پس لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں"۔ ﴿ایضا﴾

﴿۳﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "ایک کام حضور ﷺ نے کیا مگر لوگ اس کے کرنے سے اجتناب ہی کرتے رہے۔ یہ بات حضور ﷺ کو پہنچی تو فرمایا مَا بَالَ اَقْوَامٍ یَتَنَزَّھُوْنَ عَنِ الشَّیْئِ اَصْنَعُہ' فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ اَعْلَمُھُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّھُمْ لَہ' خَشْیَۃً "لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس کام کو کرنے سے احتراز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ حالانکہ خدا کی قسم ان کی نسبت مجھے اللہ کا زیادہ علم ہے اور اس کا ڈر بھی مجھے زیادہ ہے"۔ ﴿۳﴾

﴿۴﴾ سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا لَوْلَا اِنِّی رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبَّلَکَ مَا قَبَّلْتُکَ ''اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا''۔ ﴿بخاری کتاب المناسک﴾

صحابہ کرام کی تمام زندگی اسوۂ پیغمبری کا دلنشین نمونہ تھی۔ وہ سراپا اطاعت رسول کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ سیدنا ابوبکر ﷺ فرماتے ہیں ''جس بات پر حضور ﷺ عمل کیا کرتے تھے میں اسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں آپ کے حال سے کسی بات کو چھوڑ دوں تو مجھے خوف ہے کہ میں سنت سے منحرف ہو جاؤں گا''۔ ﴿بخاری' ابوداؤد' نسیم الریاض﴾

درحقیقت یہ اطاعت تقاضائے محبت ہے۔ اس کے بغیر دعوائے عشق قابل التفات نہیں سمجھا جاسکتا۔ حضور سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ''کمال محبت کی علامت شریعت کی کمال اطاعت ہے اور شریعت کی اطاعت علم و عمل اور اخلاص پر منحصر ہے''۔ ﴿دفتر دوم' مکتوب ۴۲﴾

جو کرنی ہے جہانگیری محمد ﷺ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوند عجم ہو جا

☆ حاصل تحریر

قرآن و حدیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اطاعت مصطفٰی ہی ذریعہ نجات ہے۔ حضور ﷺ نے اسی مقام پر فرمایا ہے مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ''جو میری سنت کا باغی ہے وہ مجھ سے نہیں''۔ ﴿بخاری﴾

ذرا خیال کیجئے کہ جب رحمۃ للعالمین ﷺ اپنے دربار سے نکال دیں تو پھر کون سی پناہ گاہ ہے جو انسان کو سر چھپانے کیلئے میسر ہوگی' کون سا سہارا ہے جو اسے بڑھ کر تھام لے گا۔ یہ حضور ہی ہیں جو راضی ہو جائیں تو اللہ بھی راضی ہو جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں۔ ''یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَرٰی

رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ ''میں دیکھتی ہوں آپ کا رب آپ کی مرضی پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے''۔ ﴿بخاری﴾

حضور کی رضا کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ ظاہر ہے سنت مطہرہ پر عمل کرنے میں۔ جو سنت پر عمل پیرا ہوتا ہے دنیا و عقبیٰ اس کے ریزہ چیں ہو جاتے ہیں۔



حواشی دریچہ پنجم

﴿۱﴾ یہ حضور کی خصوصیات سے ہے ورنہ کافر کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔ ﴿سیرت رسول عربی، ص ۳۴، مطبوعہ ضیاء القرآن﴾

﴿۱﴾ اس طرح کی اور روایت ہے۔ حضرت ذارع ﷺ فرماتے ہیں۔ فـنـقـبـل یـد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ ''ہم نے سرکار کے دست نبوت اور قدم اطہر کو چوما'' ﴿''ابوداؤد'' جلد ۲، ص ۲۱۸ ''مشکوۃ'' ص ۴۰۲ ''کتاب الاذکار'' ص ۲۳۴﴾ حضرت صفوان ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ دو یہودی حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے کچھ سوال پوچھے۔ آپ نے جواب دیئے تو انہوں نے فقبلا یدیہ ورجلیہ آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور اقرار کیا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ ﴿''ترمذی'' جلد ۲، ص ۹۸ ''مشکوۃ'' ص ۱۷ ''کتاب الاذکار'' جلد ۲، ص ۲۷۱ ''شرح فقہ اکبر المغنیاسی'' ص ۲۲۔ حجۃ اللہ علی العالمین﴾

﴿۲﴾ ایسی روایات صحابہ سے اکثر منقول ہیں۔ مثلاً حضرت ابو عبیدہ ﷺ نے سیدنا فاروق اعظم ﷺ کے ہاتھ کو چوما۔ ﴿''کیمیائے سعادت'' ص ۱۹۴ ''عوارف المعارف'' ص ۱۶۰﴾ حضرت زید بن ثابت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کا ہاتھ چوم لیا۔ ﴿''مدارج النبوۃ'' جلد ۲، ص ۶۳۰ ''صواعق محرقہ'' ص ۲۲۸﴾ صحابہ اکثر ایک دوسرے کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ ﴿''بستان العارفین'' ص ۱۶۰﴾

﴿۳﴾ ایسے واقعات سے صحابہ کا جذبہ اطاعت مزید بڑھ جاتا تھا اور وہ نئے ولولے کے ساتھ سنت مصطفیٰ پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔



دریچہ ششم

صَد جلْوہ رُو بہ رُو ہے جو مژگاں اُٹھایئے

برکات مصطفیٰ ﷺ
چمکا نجم قسمت آدمیت کا
شہرِ حبیب کی فضائیں

صد جلوہ رو بہ رو ہے جو مژگاں اٹھایئے

حضور ﷺ کی برکت سے ہم نے کیا کچھ نہیں پایا۔

ہم کشاکش غم ہائے دوراں سے نیم جاں تھے...... حضور نے ہمیں دولت سکون سے نوازا۔

ہم سرگشتہ خمار جہالت تھے...... حضور نے ہمیں شاہراہ ہدایت پہ گامزن کیا۔

ہم خاکستر نشیں تھے...... حضور نے ہمیں رشک ماہ و پرویں کر دیا۔ ہم بکھر چکے تھے، مٹ چکے تھے، حضور نے ہماری ہستی کے اجزائے پریشاں کو اکٹھا کیا اور ماند پڑتے چہروں کو روکش خورشید عالمتاب بنا دیا۔

آ گیا تھا ان کے ہونٹوں پر تبسم خواب میں
ورنہ اتنی دلکشی کب تھی شب مہتاب میں

☆☆☆

وہ دیارِ محبوب!

جس کی ایک جھلک عشاق خستہ جاں کیلئے حیات افروز ہے۔

جس کی دلنشیں شامیں صبح زندگی کی بشارت دیتی ہیں۔

جہاں رحمت کی گھٹائیں ہر آن گنہگاروں کو اپنے دامن میں چھپا لینے کیلئے مچلتی رہتی ہیں۔

جس کے ہر ذرے پہ فردوس فدا کیا کہنا
وہ ترے گلشن فاراں کی فضا کیا کہنا

☆ احسان شناسوں کا تہ دل سے اعتراف

حضرت ابو ہریرہ ﷜ فرماتے ہیں کہ جب میں ﴿ہجرت کر کے﴾ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والا تھا تو راستے میں یہ شعر پڑھتا تھا۔

يَـا لَيْـلَةً مِـنْ طُـوْلِهَـا وَعَـنَـائِهَـا

عَـلٰـى اَنَّهَـا مِـنْ دَارَ ةِ الْـكُفْـرِ نَـجَّـتِ

یہ تسلیم کہ شب دراز بڑی دردناک تھی مگر شکر ہے جو دام کفر سے نجات ملی۔

﴿بخاری کتاب المغازی﴾

☆ بخاری ''کتاب المناقب'' میں شہنشاہ حبشہ کو حضور ﷺ نے رجل صالح یعنی ''نیک آدمی'' کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ نجاشی کو یہ مقام کیسے ملا؟ اس نے ایک عاشق رسول، ایک احسان شناس اور ایک حضور کی برکتوں کا تہ دل سے اعتراف کرنیوالے کی اثر انگیز اور انقلاب آفرین تقریر سنی تو نگاہوں کے سامنے سے پردے ہٹ گئے۔ دل کے اندھیرے چھٹ گئے۔ شعور میں اجالے اتر آئے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے الفاظ کیا تھے جنہوں نے صور اسرافیل کا کام کر دکھایا تھا۔ حضرت جعفر طیار ﷜ فرما رہے تھے۔

''اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، نجاست سے آلودہ تھے، مردار کھاتے تھے، شراب پیتے تھے، چوری کرتے تھے، جوا کھیلتے تھے، زنا کرتے تھے، بے ہودہ بکا کرتے تھے۔ ہم میں انسانیت کا نام و نشان نہ تھا۔ ہمسایوں سے بدسلوکی، مسافروں کے ساتھ ظلم، مظلوموں کی ایذا رسانی ہمارا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم پر رحم فرمایا اور ہم میں نبی پیدا فرمایا جس کے نسب و حسب، صداقت و امانت اور شرافت سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی۔ اس نے ہمیں بتوں کی پوجا سے روکا۔ اس نے ہمیں سچ بولنے کی تلقین کی، وعدہ پورا کرنے، رحم کرنے، گناہوں سے دور رہنے، برائیوں سے

بچئے، نماز پڑھنے، صدقہ کرنے اور روزے رکھنے کی تعلیم دی۔ بس ان باتوں پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی ہے"۔ ﴿تاریخ طبری، سیرت ابن ہشام، تاریخ اسلام از میرٹھی، تاریخ اسلام از ندوی، محسن انسانیت، سیرت النبی از محمد حسین ہیکل، ریاض التاریخ، سیرت المصطفیٰ، سیرت شبلی نعمانی، سیرت رسول عربی، تاریخ وسیر کی تقریباً تمام کتب﴾

احسان شناس اپنے محسن کو ہمیشہ تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ حضور ہی تھے جنہوں نے فضل الٰہی سے ہزاروں، لاکھوں شوریدگان روزگار کو خوشیاں تقسیم کیں اور مقام انسانیت سے بے خبر لوگوں کو انسانیت کی عظمت و رفعت بتائی۔ حضور ﷺ کی برکت سے پنجہ استبداد میں تڑپنے والے بے کس و نادار لوگ سکون کی زندگی بسر کرنے لگے۔ حضور سے فیض یاب ہونے والے فیض اندام جہاں جہاں بھی گئے، وہاں وہاں ہی حضور کی برکتیں ان کے شامل حال رہیں۔ پھر ان کے دامن برکت سے وابستہ ہونے والے بھی برکت رساں اور برکت نشاں بن گئے۔ سلمان فارسی، بلال حبشی، صہیب رومی، کس کس کا نام لوں، کس کس کا ذکر کروں، جو بھی آیا مینارۂ نور بن گیا۔ نجم سحر کی صورت اختیار کر گیا۔

☆ جب حضور ﷺ یثرب میں تشریف فرما ہوئے تو اہل یثرب نے از حد خوشی محسوس کی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فَمَا رَأَيْتُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْابِشَيْئٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "میں نے اہل مدینہ کو اتنی خوشی مناتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا جتنی خوشی انہیں حضور کی تشریف آوری سے ہوئی"۔ ﴿بخاری کتاب المناقب﴾

حضور ﷺ کی آمد سے پہلے یثرب بیماریوں کا گھر تھا۔ حضور نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس شہر کی ہوا کو ہمارے لئے صحت بخش بنا دے، اس کے صاع اور مد میں برکت دے اور اسکے بخار کو جحفہ کیطرف منتقل فرما دے"۔ ﴿بخاری کتاب المناقب﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ آج مدینہ الرسول جہاں بھر کے مسلمانوں کی روحانی وجسمانی بیماریوں کا علاج ہے۔ شفا کا گھر ہے۔ کہاں یہ شہر کہ

مصائب کی آماجگاہ تھا اور کہاں یہ مرتبہ ملا کہ رب کائنات بھی اسکی قسمیں اٹھا رہا ہے۔

☆ بشارت عظمیٰ

حضور ﷺ نے فرمایا" ایک آنے والا آیا اور مجھے خوشخبری سنائی کہ جو شخص میری امت میں سے اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوگا' جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذر ؓ نے عرض کی۔ "خواہ زنا اور چوری کرے"۔ فرمایا "ہاں" ﴿اگر چہ زنا اور چوری کرے﴾ ﴿بخاری کتاب الجنائز﴾

اس حدیث کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ معاذ اللہ حضور' زنا اور چوری جیسے کبیرہ گناہوں کی چھوٹ دے رہے ہیں اور اب دل کھول کر ان کبائر کا ارتکاب کرتے رہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جہنم میں مشرک کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نہیں رہے گا۔ بالآخر حضور کی برکت سے ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ اس حدیث سے خوارج کے ان اوہام باطلہ کی بھی تردید ہوتی ہے جو مرتکب کبائر کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔ مگر اہلسنت و جماعت مرتکب کبائر کو "کافر" نہیں کہتے۔ بالآخر اس کے جنتی ہونے کے قائل ہیں۔ ویسے اگر اللہ اپنے کرم سے چاہے تو مرتکب کبائر کو بھی اس کی بیزاری شرک کی وجہ سے پہلے ہی بخش دے۔ یہ سراسر اس کی رحمت پر موقوف ہے۔ بہرحال یہ طے ہے کہ جس نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ ضرور صاحب عزت ہوگا اور یہ تمام برکت مصطفیٰ ﷺ کا ہی ایک پہلو ہے۔

☆ من رانی فقد رای الحق

برکات مصطفیٰ ﷺ میں سے ایک عظیم برکت دیدار رخ زیبا ہے' جس کو دیکھنے کی ہر دل میں تمنا جاگزیں ہے۔ پھر اس سے بڑی برکت اور کیا ہوگی کہ زیارت رخ انور کے بعد عاشق صادق شکوک و شبہات میں نہیں رہتا بلکہ اسے اپنے محبوب کا یہ ارشاد گرامی ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَایَتَکَوَّنُنِیْ "جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ بیشک ابلیس میری صورت

اختیار نہیں کر سکتا"۔

ایک روایت میں ہے وَاِنَّ الشَّیطٰنِ لَایَتَزَا یَابِیْ "اور بیشک ابلیس میری صورت نہیں بن سکتا"۔ ایک اور روایت میں ہے لَایَتَمَثَّلُ الشَّیْطٰنُ بِیْ "ابلیس میری مثل نہیں بن سکتا"۔ ﴿بخاری کتاب التعبیر﴾ ﴿مسلم شریف﴾

صریحاً منقول ہے کہ ابلیس ہمارے آقا ﷺ کی شکل نہیں اپنا سکتا لیکن اس کے باوجود بعض نام نہاد "توحیدیوں" کو اصرار ہے کہ "ابلیس ان سے کہتا ہے میں ابراہیم ہوں، مسیح ہوں، محمد ہوں، خضر ہوں، ابوبکر ہوں، عمر، عثمان، علی یا فلاح شیخ طریقت ہوں"۔ ﴿کتاب الوسیلہ" ص ۱۴۱ از ابن تیمیہ﴾ حالانکہ قرآن پاک بھی فرماتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰن"

"بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں"۔

مذکورہ اسمائے گرامی مقتدر انبیاء اور جید صحابہ کے ہیں۔ ان میں ابلیس کسی کی بھی صورت اپنانے پر قادر نہیں۔ ان کی آواز بھی نہیں اپنا سکتا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"شیطان صرف حضور پرنور ﷺ کا تمثل اختیار کرنے ہی سے عاجز نہیں بلکہ شیخ کامل کی شکل مبارک میں بھی نہیں آ سکتا، کیونکہ شیخ مظہر رحمت و شفقت و لطف و ہدایت ہوتا ہے اور شیطان ظلمت و قہر لہٰذا خواب میں اپنے مرشد کی زیارت کرنے والا بغیر کسی شک کے اسے مرشد ہی سمجھے"۔ ﴿سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار﴾

☆ عاشق کی یقین پرور وصیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا مقدس پسینہ اور موئے شریف جمع کر لیا کرتے اور انہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتے۔ جب ان کا وقت وصال قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی: اَنْ یَّجْعَلَ فِیْ حُنُوْطِهٖ مِنْ ذٰلِکَ السُّکِّ "وہ خوشبو میرے کفن کو لگائی جائے"۔ راوی فرماتے ہیں فَجُعِلَ

فِیْ حُنُوْطِہٖ ''پس وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی گئی''۔ ﴿بخاری کتاب الاستیذان﴾

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یقین تھا کہ سرکار مدینہ ﷺ سے منسوب اشیاء باعث برکات ہوتی ہیں اور قبر میں بھی کام آتی ہیں۔عشاق رسول ایسے انتظام فرمایا کرتے تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان امور محبت کو شرک قرار دینا دور صحابہ میں ثابت نہیں بلکہ بعد کی ایک ''محبت سوز بدعت'' ہے اور منکرین شان رسول کی اپنی ''فتنہ ساز اختراع'' ہے۔

☆ حضور کے آب وضو کی برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عیادت کیلئے تشریف لائے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری تھی۔آپ نے وضو کیا اور وضو کا پانی ان پر چھڑکا۔فرماتے ہیں فَاَفَقْتُ ''مجھے افاقہ ہوگیا''۔

﴿بخاری کتاب الاعتصام﴾

☆ برکت عظیم

حضور ﷺ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَلِیْ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِہٖ صُدُوْرُھَا وَلَمْ تَعْمَلْ اَوْتَکَلَّمْ ''اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت سے درگزر فرمائی جو ان کے دلوں میں خیالات آتے ہیں جب تک وہ ان کے مطابق عمل یا گفتگو نہ کریں۔ ﴿یعنی وسوسوں پر پکڑ نہیں ہوگی۔ جب ان کو عملی جامہ پہنایا جائے تو پھر پکڑ ہوگی﴾ ﴿بخاری﴾

یہ برکت صرف امت مرحومہ کے حصہ میں تھی ورنہ پہلی قوموں کے اذہان میں رینگنے والے وسوسے بھی قابل گرفت ہوا کرتے تھے اور انہیں سزا دی جاتی تھی۔

☆ امت غنی ہوگئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُغۡنِیۡکُمۡ اَوۡ نَعَشَکُمۡ بِالۡاِسۡلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

"لوگو! بیشک اللہ نے تمہیں اسلام اور محمد ﷺ کے ذریعے غنی یا مالا مال کر دیا"۔ ﴿بخاری کتاب الاعتصام﴾

وہ لوگ کتنے عظیم تھے کہ ہر نعمت کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے حوالہ سے دیکھتے تھے۔ وہ احسان مند تھے۔ نیاز کیش تھے' اس لئے ہر میدان میں سرخرو ہوئے۔ تاریخ کے سنہری حروف شاہد ہیں کہ کتنے ہی غلام جو کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے' حضور کی وجہ سے بڑے بڑے رئیس بن گئے۔ قرآن پاک بھی فرماتا ہے۔

اَنۡ اَغۡنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ مِنۡ فَضۡلِہٖ

"اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا"

☆ حضور ﷺ کی برکت سے عذاب رُک گیا

ابوجہل نے کہا "اے اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا"۔ اسی پر یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی۔

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡھِمۡ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمۡ وَھُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ وَمَا لَھُمۡ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ وَھُمۡ یَصُدُّوۡنَ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ

"اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب نازل کرے جب تک آپ ان میں جلوہ فرما ہیں اور اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں ورنہ انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے جبکہ وہ تو مسجد حرام سے روک رہے ہیں"۔

﴿بخاری کتاب التفسیر﴾

ذرا غور کیجئے کہ علانیہ کافر کس طرح اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہا ہے مگر اللہ نے عذاب نازل نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ وہاں رحمۃ للعالمین بھی تشریف فرما تھے۔ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ محبوب کے ہوتے ہوئے کافروں کو بھی دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ یہ ہمارے آقا کی عظیم برکت ہے جسے قرآن پاک نے بڑے

اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

☆ حضور اور حضرت عباس کی برکت

حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں۔

اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّاب کَانَ اِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ ابْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِیْنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ

''جب لوگ قحط سے دوچار ہوتے تو حضرت عمر ﷛ ہمیشہ حضرت عباس ﷛ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے۔ وہ کہا کرتے ''اے اللہ! ہم تیرے نبی کے وسیلے سے بارش مانگا کرتے تھے اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے محترم چچا کا وسیلہ بناتے ہیں، پس ہم پر بارش نازل فرما''۔ راوی کا بیان ہے کہ بارش ہو جاتی۔ ﴿بخاری کتاب المناقب﴾

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول پاک ﷺ اور آپ کے اعزا کے توسل سے بارگاہ صمدیت میں اپنی عرض پیش کرنی طریق صحابہ ہے اور اس طریق سے جو برکات ظاہر ہوتی ہیں وہ بھی روایت کے الفاظ سے عیاں ہیں۔

بعض لوگوں نے اپنی مخصوص ذہنیت کی وجہ سے اس حدیث پاک کی عظمت کو بھی یکسر نظر انداز کر کے اسے تختہ مشق بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد حضور کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں تھا، اس لئے حضرت عمر ﷛ نے حضرت عباس ﷛ کا وسیلہ پکڑا۔

اس اعتراض کے کچھ جوابات ہیں جو شارحین کرام کی تشریحات کی روشنی میں نقل کئے جاتے ہیں۔

☆ ''عمدۃ القاری شریف'' میں ہے کہ حضرت عباس ﷛ نے بھی دعا فرمائی۔

اللھم لم ینزل بلاء الابذنب ولم یکشف الابتوبہ فقد توجہ بی

القوم الیک لمکانی من نبیک

''اے اللہ! کوئی بلا نہیں اترتی مگر گناہ کے سبب سے اور نہیں دور ہوتی مگر توبہ کے سبب سے اور قوم نے اس لئے میرا وسیلہ پکڑا ہے کہ میرا تیرے نبی کے ساتھ رشتہ ہے''۔

معلوم ہوا کہ حضرت عباس ﷜ اپنے اس کمال بزرگی کو حضور کی وجہ قابل رشک سمجھتے تھے اور یہ ہے بھی حقیقت۔ کتنا افسوس ناک عقیدہ ہے کہ جس کے دم سے یہ عظمتیں ملیں اس کا وسیلہ حرام محض قرار دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ فاروق اعظم ﷜ کا مدعا یہ تھا کہ اے اللہ! ''تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے'' انہوں نے حضرت عباس ﷜ کا نام لیا بلکہ ان کی قرابت جو حضور کے ساتھ تھی کو زیادہ قابل تحسین قرار دیا اور اس قرابت کا ہی ذکر کرنا زیادہ پسند فرمایا۔ اب اگر ان کا بھی معاذ اللہ یہی عقیدہ تصور کر لیا جائے تو پھر دعا میں حضور کا نام تک نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ حضور بقول ان کے زندہ جو نہیں تھے۔

☆ حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ ''حضرت عباس ﷜ سے توسل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرابت نبوی کی رفعت و منزلت کا اظہار ہو۔ ففی توسله به توسل بالنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وزیادة ''پس حضرت عباس ﷜ سے توسل حضور سے ہی توسل ہے بلکہ اور زیادت ہے''۔ ﴿''جوہر منظم'' ص ۷۷﴾

☆ صحابہ کرام وصال نبوی کے بعد بھی وسیلہ نبوی کو جائز سمجھتے تھے جیسا کہ بہت سی ثقہ روایات و آثار سے ثابت ہے۔ صرف اس واقعے میں انہیں حضور کے متعلق ایسا کیوں عقیدہ اپنانا تھا؟

☆ حیرت ہے کہ منکرین وسیلہ تو اللہ کی بارگاہ میں کسی کا وسیلہ پیش کرنے کے ہرگز قائل نہیں، زندہ کا ہو یا مردہ کا۔ یہ امر ان کی معتبر کتب، کتاب التوحید، تقویت الایمان اور قرة العیون وغیرہ سے ظاہر ہے۔ وہ توسلِ انبیاء و اولیاء کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

کیا یہاں وہ زندہ کا وسیلہ تسلیم کر کے خود ہی شرک جیسے قبیح مرض کا شکار نہیں ہو گئے؟ کیا زبان سے نکلی ہوئی بات اور کمان سے چھوٹا ہوا تیر واپس آ سکتا ہے؟ اور کیا انکے پہلے سنگین ترین فتوے کی زد سے صحابہ جیسی شخصیات محفوظ رہی ہیں؟

لفظوں کی قندیلیں بجھتی جاتی ہیں
اپنے ہاتھ کا لکھا بھی اب یاد نہیں

☆ فیضان صحابہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يَأتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ" يَغزُوْنَ فَيُقَالُ هَلْ فِيكُمْ مَنْ صحب الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفتَحُ عَلَيهِ ثُمَّ يَغزُوْن فَيُقَالُ لَهُمْ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ صَحِبَ مِنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ

"لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ "تم میں کیا کوئی صحابی رسول بھی ہے" جواب دیں گے "ہاں" پس وہ فتح یاب ہوں گے۔ پھر وہ جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا "کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو کسی صحابی رسول کی صحبت کا شرف حاصل ہو"۔ جواب دیں گے "ہاں" پس وہ بھی کامیاب ہوں گے"۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

اس حدیث پاک سے برکات صحابہ کرام روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ ان کو یہ برکات کہاں سے ملیں؟ عرب کے ان قبائلی لوگوں کا مقدر کس کے توسل سے چمکنے لگا؟ صرف اور صرف حضور ﷺ کی نگاہ لطف و کرم سے ان کو یہ بلندیاں نصیب ہوئیں۔ بقول اقبال ؎

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمد عربی سے ہے عالم عربی

چمکا نجمِ قسمت آدمیت کا

آغاز آدمیت سے لے کر آج تک اہل کفر کی تاریخ کا طائرانہ نظر کے ساتھ بھی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ لوگ آدم کی نسل ہونے کے باوجود مقام آدمیت سے ناواقف رہتے آ رہے ہیں۔ بہت سی تہذیبیں وجود میں آئیں بہت سے مذاہب پیدا ہوئے مگر کفر اپنی اصلی حالت میں ہی برقرار رہا۔ آج سے قریباً چھ ہزار سال پہلے سرزمین دجلہ وفرات میں آسور اور بابل کی تہذیبیں تھیں۔ انسان جنگلوں اور غاروں کی زندگی ترک کر کے آبادیوں کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ پھر یہ آبادیاں بڑے بڑے شہروں کی صورت اختیار کر گئیں۔ ان تہذیبوں نے انسان کی قانون' تجارت اور تعلیم کی طرف راہنمائی کی' نہریں کھودی گئیں' پیداوار میں اضافہ ہوا' انسان خوشحال دکھائی دینے لگا۔ مگر ان ترقیوں کے باوجود انسان مٹی اور پتھر کے بے جان بتوں کے سامنے سر تسلیم خم کرتا اور انہیں اپنا خدا تصور کرتا تھا۔ یہ شہری ریاستیں آپس میں برسرِ پیکار رہتی تھیں۔

اہل بابل اپنے تمام تر عروج کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار سے بالکل بے بہرہ تھے۔ عریانی اور فحاشی بابل کا طرۂ امتیاز تھی۔ یہ لوگ بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کرتے۔ ''مردوک'' ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا۔ ''اشتر'' عشق و محبت کا پیام رساں خیال کیا جاتا تھا۔ ۱۲۷۵ق م میں بابل پر ''آسوری'' غالب آ گئے اور ظلم و ستم' جبر و استبداد کا طویل دور شروع ہو گیا۔ آسوریوں کو ان کی بربریت اور سفاکانہ جبلت کی وجہ سے تاریخ میں ناگہانی آفت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ دشمن کے سپاہیوں کا سر کاٹ کر ان کے مینار بناتے اور محض ذہنی تسکین کی خاطر انسانیت کا قتل عام کرتے تھے۔ ہمسایہ ریاستوں کے حکمران نینوا آ کر آسوری بادشاہ کو سجدہ کرتے اور سونا اور چاندی بطور خراج پیش کرتے تھے۔ سارگون دوم قابل ذکر بادشاہ ہے جس نے اسرائیلیوں کے دارالحکومت سماریہ کو فتح کیا اور انہیں گرفتار کر کے اپنے

ساتھ لے گیا۔ سارگون کا بیٹا سناچریپ ۷۰۵ تا ۶۸۱ ق م دوسرا بڑا فاتح تھا۔

آسوری تہذیب کے خاتمے پر نیبوچادنصر نے کلدانی تہذیب کی بنیاد رکھی۔ اس تہذیب کا مشہور فاتح بخت نصر تھا جس نے فرعون مصر کو شکست دی اور شام اور یمن کو تاخت و تاراج کیا۔ یہی بادشاہ ہے جس نے یہودیوں کو قید کر کے بابل میں غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس دور میں معاشی و معاشرتی ترقی ہوئی مگر انسان انہی بے بس بتوں کو اپنا کارساز تصور کرتا رہا۔ مردوک اور سورج دیوتا کی پوجا پاٹ ہوتی رہی۔ سال میں ایک میلہ لگتا تھا اور اس دن حصول لذت پر کوئی پابندی نہ ہوتی تھی۔ گناہ کا تصور ذہن سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ ﴿"مطالعہ تاریخ" ص ۳۸﴾

اسی دور میں حضرت دانیال علیہ السلام مبعوث ہوئے اور بخت نصر آپ کو بھی یہودیوں کے ساتھ ہی اسیر کر کے لے آیا تھا۔ بخت نصر کے جانشین انتہائی ظالم اور عیاش واقع ہوئے۔ رعایا ان کے ظلم و ستم سے سخت نالاں تھی۔ بالآخر ایران کی ابھرتی ہوئی سلطنت کے بادشاہ سائرس نے ۵۳۸ ق م میں بابل پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں کو واپس یروشلم بھیج دیا۔

ان کے علاوہ عبرانی تہذیب بھی قابل ذکر ہے جس کے "مشعل بردار" توحید پرست بنی اسرائیل تھے۔ اس قوم نے خدا تعالیٰ کے احسانات کے ساتھ جو مذاق روا رکھا وہ بھی تاریخ انسانی کا انتہائی شرمناک باب ہے۔ سقوط یروشلم کے بعد یہ قوم جب زیر اقتدار رہی تو ان میں تعصب اور نسل پرستی کی مذموم بیماریاں پھوٹ پڑیں۔ یہ لوگ اپنے علاوہ کسی کو انسان تصور کرنے کے روادار نہیں تھے۔ دیگر اقوام عالم کو از حد حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اپنے رنگ و نسب پر تکبر کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے تعصب کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے اور اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنا لیا۔ اپنی مرضی سے حلال و حرام کے قانون وضع کرتے اور تعلیمات عیسوی کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان لوگوں نے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہودیہ میں نئی بادشاہت قائم کرنے کے الزام میں رومی

عدالت کے تحت مقدمہ کیا اور آپ کو صلیب پر لٹکا دینے کی سزا سنائی مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس نے اپنے پیارے پیغمبر کو آسمانوں پر اٹھا لیا۔

اب دور' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا تھا۔ لوگ عیسائیت کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ چنانچہ ٹائی بیریس کے عہد میں پادری سینٹ پال کی کامیاب تبلیغی سرگرمیوں کے باعث عیسائیت ایشائے کوچک سے لے کر یونان اور روم تک پھیل گئی۔ اس مذہب کو سب سے پہلے غریب اور مفلوک الحال لوگوں نے قبول کیا۔ پھر آہستہ آہستہ قسطنطین اعظم کے دور میں یہ سرکاری مذہب قرار دیا جانے لگا۔

ظہور اسلام سے قبل عیسائیت بھی یہودیت کی طرح بگڑ چکی تھی۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی پرستش کرنے لگے تھے۔ آپ کو خدا کا بیٹا کہتے اور بہت سے مشرکانہ راستوں پر گامزن ہو گئے تھے۔ انجیل کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔ راہبوں کی کثرت اور اختلاف نے مذہب کو تماشا بنا کر رکھ دیا تھا۔ راہبوں کی خانقاہیں عیاشی کا اڈا بن گئی تھیں۔

تاریخ عالم میں ساسانی تہذیب کو بھی ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ ۳۲۳ ق م میں سکندر اعظم کی موت کے بعد شام اور ایران پر اس کے ایک سپہ سالار سلوکس نے تسلط جما لیا تھا۔ اس کے بعد ارشک کی سربراہی میں پارتھی خاندان برسر اقتدار آیا جس کی حکومت فرات سے لے کر ساحل سمندر تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ خاندان پانچ سو سال تک حکمران رہا۔ اس خاندان سے حکومت اردشیر نے چھین لی اور ساسانی خاندان کی حکومت بحال کی۔ ساسانیوں نے ایرانیت کو فروغ دیا اور زرتشت کے مذہب کو سرکاری سطح پر رائج کیا۔ اس خاندان کے بادشاہ خسرو اول ۵۳۱ تا ۵۷۹ء نے نوشیرواں عادل کے نام سے بہت شہرت حاصل کی۔ یہ دور ساسانی تاریخ کا سنہری دور تھا جس میں بہت سے علوم و فنون کو ترقی دی گئی اور ملک میں عدل و انصاف کو عام کیا گیا۔ ساسانی خاندان مطلق العنان تھا۔ عوام بے بس اور شہری حقوق سے محروم تھے۔ بادشاہ کو سجدہ کیا جاتا' آگ کی پوجا کی جاتی۔ ایرانی

معاشرہ اخلاقی اعتبار سے ذلت کے قعرِ عمیق میں گرا ہوا تھا۔ عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہر طرف یہ فکر عام تھا کہ دولت' زمین اور عورت کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں بلکہ وقف عام ہے۔

''تاریخ عالم'' میں جزیرہ نمائے عرب کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ لوگ حضرت اسمعیل ﴿علیہ السلام﴾ کی اولاد سے تھے۔ وقت کے بے رحم دھارے میں بہتے ہوئے یہ لوگ پیغمبرانہ تعلیمات سے بہت دور نکل آئے تھے۔ ان کی سیاسی' مذہبی' معاشی' معاشرتی' سماجی غرض زندگی کی ہر روش پر خار تھی۔ دنیا کی ہر برائی ان کے وجود میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ شرافت ونجابت کا نام تک نہ تھا۔ آخر کار قدرت نے اسی قوم پر رحم کھایا اور اپنا عظیم ترین رسول ﷺ ان میں پیدا فرمایا' جو بعد میں تمام عالم انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیا گیا۔ جس کے ہمہ گیر نظام زندگی نے کائنات کیلئے بہتری کی راہیں کھول دیں ؎

آدمیت' آدمی کو فخر آدم سے ملی
ان کا صدقہ ہے اگر انسان بھی انسان ہے

☆ ایک عالمگیر معاشرتی انقلاب

ہم نے تاریخ آدمیت کے کچھ گوشے اجاگر کئے اور ان تہذیبوں کا ذکر کیا جنہیں کائنات کی نمائندہ ہونے کا دعویٰ تھا۔ یہ تہذیبیں انسان کی معاشرتی زندگی میں کس طرح زہر گھولتی ہیں آپ نے مطالعہ کرلیا ہوگا اور یہ بھی جان لیا ہوگا کہ دنیا کے بڑے بڑے مفکر انسان کو اخلاقی پستیوں سے نکالنے میں ناکام رہے ہیں۔

محسن انسانیت ﷺ نے نظارہ گاہ عالم میں جلوہ گر ہوکر ایک معاشرتی انقلاب برپا کردیا اور صدیوں سے ذات پات کی صلیب پر لٹکے ہوئے انسان کو اتارا اور اسکے سر پر وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ ﴿ہم نے اولاد آدم کو قابل تکریم بنایا﴾ کا تاج پہنا دیا۔ آج مغربی اقوام تحفظ انسانیت کی علمبردار ہیں۔ مگر ان کی تاریخ پڑھ کر

دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں انسانی حقوق کے احترام کا شعور ۱۲۱۵ء میں پیدا ہوا جب کنگ جان نے میگنا کارٹا جاری کیا تھا اور وہ بھی نامکمل۔ کیونکہ انسانی حقوق کے اس چارٹر میں صرف امراء اور رؤسا کے حقوق عوام الناس پر مسلط کئے گئے تھے۔ عوام الناس کے حقوق کو یکسر نظر انداز کردیا گیا تھا۔ گویا یہ ایک غریبوں اور ناداروں کے استحصال کا مہذب طریق کار تھا۔ بعدازاں ٹام پین (Top pain) نے ۱۷۹۱ء میں حقوق پر ایک مقالہ مرتب کیا۔ ۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس کے دوران حقوق انسانی کا منشور پاس کیا گیا جو دراصل روسو کے معاہدہ عمرانی کا عکس تھا۔

پھر دنیا دو عالمگیر جنگوں کی ہولناک تباہیوں کا شکار ہوئی تو ۱۹۴۱ء کے اٹلانٹک چارٹر اور واشنگٹن، ماسکو، ڈمبارٹن اوکس کے مذاکرات کے بعد ادارہ اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ ادارہ اقوام متحدہ، کس بلا کا نام ہے؟

آپ جانتے ہیں مسلمانوں پر کس طرح جورواستبداد کی بجلیاں گرائی جارہی ہیں اور یہ ادارہ بالکل چشم پوشی سے کام لے رہا ہے۔

کشمیر کے زعفران جل رہے ہیں۔ فلسطین کی بہاریں اجڑ رہی ہیں۔ بوسنیا پر قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں، اور اب افغانستان اور عراق کو پامال کیا جارہا ہے مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آخر ہم لکھنے پر مجبور ہیں کہ مغربی اقوام حقوق انسانیت کی حفاظت میں ناکام ہوچکی ہیں۔

یہ پیغمبر اسلام کا برکت آفرین نظام معاشرت ہے جس نے انسان کو انسان کی قدر کرنے کا درس دیا ہے۔ ابھی یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ ہمارے رسول پاک ﷺ نے حقوق انسانیت کا علم بلند فرمادیا تھا۔

حضور نے ان لوگوں کے حقوق متعین فرمائے جن کے خون جگر سے معاشرے کے گل وگلزار میں سرخیاں سرایت کرتی ہیں اور لطف کی بات یہ کہ مغربی اقوام ترقی یافتہ ہونے کے باوجود انکے کام و دہن کی تشنگی ختم نہیں کرسکیں۔ خود مہر و ماہ کو تسخیر

کرنے پر کمر بستہ ہیں مگر معاشرے کو اخلاقی پستیوں سے نہیں نکال سکیں۔ اقبال کیا خوب کہتا ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

پچھلے صفحات میں ہم ''خصائص مصطفیٰ'' کے تحت سیرت طیبہ کے معاشرتی گوشوں پر سیر حاصل بحث کر آئے ہیں۔ اس مقام پر حضور ﷺ کے نظام معاشرت پر گفتگو کرنیکا ارادہ ہے۔ حضور نے ہمیں کیا سکھایا؟ کیسے ہمارے دامن اخلاق کو تار تار ہونے سے بچایا؟ اور کون سے انسانی حقوق مرتب فرمائے؟

☆ حقوق والدین

ماہرین عمرانیات خاندان کو معاشرے کا اہم ستون قرار دیتے ہیں اور خاندان میں والدین کا مقام ایک مسلمہ حیثیت کا حامل ہے۔ موجودہ مغربی حالات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ترقی یافتہ قومیں کس بے دردی کے ساتھ اس مقدس رشتے کا خون کر رہی ہیں۔ والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو انہیں ''اولڈز کیمپ'' میں چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں وہ سسک سسک کر زندگی کے بے رحم لمحات بسر کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے والدین کا احترام کرنا سکھایا۔ فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوقَ الْاُمَّھَاتِ

''بیشک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام فرمائی ہے''۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾

حضور نے عقوق والدین ﴿ماں باپ کی نافرمانی﴾ کو شرک کے بعد کبیرہ گناہ

قرار دیا ہے۔ ﴿ایضا﴾

فرمایا "بڑے گناہوں میں سے ایک یہ کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے"۔ عرض کیا گیا "کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرتا ہے؟" فرمایا یَسُبُّ الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَیَسُبُّ اُمَّہٗ "آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ اور ماں کو گالی دیتا ہے"۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾

ایک آدمی نے عرض کی "میں جہاد کرنا چاہتا ہوں"۔ فرمایا "کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟" کہا "ہاں" فرمایا فَفِیْهِمَا فَجَاهِدْ "تو ان کی خدمت کر یہی تمہارا جہاد ہے"۔ ﴿ایضا﴾

حضور ﷺ نے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق والدین کو قرار دیا ہے ﴿ایضا﴾

فرمایا "لوگو! اپنے باپ سے بیزار مت ہو۔ کیونکہ باپ سے بیزار ہونا ناشکر گزاری ہے"۔ ﴿بخاری﴾

قرآن پاک بھی فرماتا ہے۔

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ "میرا اور اپنے والدین کا شکر گزار بن"۔ ایک مقام پر فرمایا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا "تو ان کو اف تک نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹ۔ ان سے ادب سے بات کر" اور فرمایا وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا "اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیکی کرنیکا حکم دیا ہے"۔ یہ حضور ﷺ کی برکت ہے کہ والدین کو معاشرے میں ان کا بلند مقام عطا ہوا اور انہیں خاندان کی روح رواں تسلیم کیا گیا۔ ان کا میراث میں نمایاں حصہ داخل کیا گیا۔ وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ "اور اس کے والدین کیلئے ترکہ میں چھٹا حصہ ہے"۔ ﴿النساء﴾

☆ مقام عورت اور اسلام

اسلام سے قبل عورت انتہائی تفتہ جان اور زبوں حال تھی۔ تمام تہذیبوں میں

اس کو عیاشی کا سامان سمجھا گیا تھا اور تو اور عیسائیوں نے بھی پیغمبرانہ تعلیم کو تبدیل کر کے عورت کے حقوق ضبط کر لئے تھے اور آج تک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل کا ردعمل بھی شدید ہوا اور مغرب میں آزادی نسواں کی تحریکوں نے جنم لینا شروع کر دیا اور آج مشرقی دنیا بھی ان مسائل میں الجھتی جا رہی ہے۔ قدیم بابلی تہذیب میں ماں، بہن اور بیٹی میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ کسی رشتے کا تقدس ملحوظ خاطر نہیں تھا اور آج کا یورپ بھی اسی لعنت میں گرفتار ہوتا نظر آتا ہے۔ وہاں پر عزتیں سر عام نیلام ہوتی ہیں۔ فرنچ سینٹ کے ایک رکن موسیو فرونان دریغو نے کہا ہے۔

''قحبہ گری کا پیشہ اب محض انفرادی کام نہیں رہا بلکہ اس کی ایجنسی سے جو عظیم مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کی وجہ سے یہ اب تک ایک تجارت اور منظم حرفہ بن گیا ہے۔ اس کی باقاعدہ منڈیاں موجود ہیں۔ دس سال سے کم عمر کی لڑکیوں کی مانگ زیادہ ہے''۔

ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر اپنی تصنیف "Laws of Sex" میں لکھتا ہے۔

''نہایت مہذب اور دولت مند طبقوں میں بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے تعلقات رکھتی ہیں جن کے ساتھ بعض اوقات زنا بھی ہو جاتا ہے''۔

یہ حقیقت ہے کہ عورت اس نظر گاہ جہاں کی حسین ترین ہستی ہے اور اپنے وجود سے کائنات کے حسن میں دلکش اضافہ کرتی ہے۔ اقبال نے صحیح کہا ہے ؎

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درمکنوں

اسلام نے عورت کے حسن کو چار چاند لگا دیئے اور اس کے حقوق تسلیم کر کے تمام پریشانیوں سے نجات عطا فرمائی۔ اسلام نے عورت کے مختلف ناتوں اور رشتوں

کی پہچان کرائی اور ہر رشتے کو الگ الگ عظمتیں تقسیم کیں۔ عورت کے گوہر عفت کی حفاظت کیلئے پردے کا قانون تشکیل دیا۔ اس کے اخلاقی' معاشی' تمدنی اور قانونی حقوق کی سرپرستی فرمائی۔ ذیل میں ہم عورت کے ان رشتوں اور حیثیتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو برقرار رکھنے سے نظام زندگی میں ایک خوبصورت توازن پیدا ہوتا ہے۔

☆ ماں

یہ اس قدر تقدس مآب رشتہ ہے کہ محبوب خدا ﷺ نے جنت جیسی چیز ماں کے قدموں کا صدقہ قرار دی ہے۔ ماں کی بھی کچھ حیثیتیں ہیں۔ حقیقی ماں' سوتیلی ماں' رضاعی ماں' بیوی کی ماں '

اہل عرب باپ کے انتقال کے بعد اپنی سوتیلی ماں سے جبراً شادی کر لیتے تھے اور اسے باپ کی میراث تصور کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی برکت سے ماں کی پاکیزہ شخصیت کے یہ پہلو انسان کے دست ہوس سے محفوظ ہوئے۔ قرآن نے اعلان فرمایا۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَانَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّه' كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا

''اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کر چکے تمہارے باپ دادا مگر جو ہو چکا ہے بیشک یہ فعل بہت حیا باختہ' نفرت انگیز اور برا تھا''۔

اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی برکت سے رضاعی ماں اور بیوی کی ماں کو بھی احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ قرآن میں واضح ہے۔

''حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری بیویوں کی مائیں''۔ ﴿ملخصاً﴾

گویا حضور ﷺ نے آ کر اس مقدس و مطہر رشتے کی لاج رکھ لی ورنہ انسان کی بیباک نگاہیں اس طرف بھی اٹھ چکی تھیں۔

☆ بہن اور بیٹی

دور جہالت میں بہن اور بیٹی کو باعث عار سمجھا جاتا تھا۔ شاعر لوگ علانیہ میلوں میں دوسروں کی بہنوں اور بیٹیوں کا نام لے کر رومانوی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ان کو زندہ رہنے کا حق بھی حاصل نہیں تھا۔ حضور ﷺ کی برکت سے یہ بہنیں اور بیٹیاں انسان کی دستار فضیلت قرار دی گئیں۔ آپ نے فرمایا ''بیشک تم پر حرام کر دیا گیا ہے بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا''۔ ﴿بخاری شریف و مسلم شریف﴾

اسلام نے ان کا میراث میں حصہ مقرر فرمایا۔

حضور ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں دو تہائی مال خیرات کر دوں''۔

فرمایا ''نہیں میں نے کہا ''نصف'' فرمایا ''نہیں'' میں نے کہا ''تہائی''

فرمایا '' ہے تو تہائی بھی زیادہ اِنَّکَ اِنْ تَرَکْتَ وَلَدَکَ اَغْنِیَآءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَتْرُکَهُمْ عَالَةً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ ''اگر تم اپنی اولاد کو مالدار چھوڑ و تو یہ انہیں مفلس چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے دست طلب دراز کرتے پھریں''۔ ﴿بخاری کتاب الفرائض﴾

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے زمانہ نبوی میں فیصلہ فرمایا النِّصْفُ لِلْاِبْنَةِ وَ النِّصْفُ لِلْاُخْتِ ''بیٹی اور بہن کیلئے آدھا آدھا حصہ مقرر ہے''۔ ﴿کتاب الفرائض﴾

میراث کی مختلف صورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے بہنوں اور بیٹیوں کو ان کا حق تفویض فرمایا اور انہیں معاشرے میں ایک خصوصی نوعیت کا مقام مرحمت فرمایا۔ اس سلسلہ میں سورۃ النساء کا مطالعہ از حد اہم ہوگا۔

☆ بیوی

عورت کی یہ حیثیت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ بیوی انسان کی ہمسفر ہے۔

اسکی ایک خلوص بھری مسکراہٹ آدمی کی شب الم میں چاندنی کھلا سکتی ہے۔ مگر افسوسناک صورتحال یہ تھی کہ اس عظیم رشتے کو بھی پامال کیا جاتا تھا' جوانسان کا قدم قدم پر ساتھ دیتا ہے۔

مذاہب یہود میں عورت کوایک مملوکہ رشتے سے بڑھ کراور کچھ نہ سمجھا گیا تھا۔ اس کے حقوق مرد کی جائز و ناجائز خواہشات کی نذر ہو جاتے تھے۔ ''استثناء'' میں مرقوم ہے کہ

''جب کسی کواسیران جنگ میں سے کوئی عورت پسند آجائے تو وہ اسے اپنی بیوی بنالے اس کے بعد اگر وہ چھوڑنا چاہے ﴿یعنی وہ اچھی نہ لگے﴾ تو گھر سے باہر نکال دے''۔

اسی طرح مذہب نصاریٰ میں طلاق سرے سے جائز ہی نہیں تھی۔ میاں بیوی کا ازدواجی ناتادوامی خیال کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ قانون بھی انسانی فطرت کے خلاف تھا اور عورت کومرد کے تحت اچھی بری زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اس لئے عیسائیت کیلئے وبال بن گیا۔ موجودہ صدی کے اوائل میں عیسائی علماء نے کافی غوروخوض کے بعد عورت کوطلاق لینے کا حق دے دیا۔ 1933ء کے قانون میں یہ شامل ہوا کہ اگر مرد ایک مرتبہ بھی زنا کرے تو عورت اس سے طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ یہودی مذہب افراط کا شکار تھا اور عیسائی تفریط کا۔ یونہی مذہب نے طلاق کی اجازت دی تو کہرام سا مچ گیا۔ عدالتوں میں تل دھرنے کو جگہ نظر نہیں آتی تھی۔ ''پہلے ہی روز چار ہزار ایک سونو طلاقوں کی درخواستیں پیش ہوئیں''۔ ﴿''زمزم'' لاہور' ۲۷/اکتوبر ۱۹۳۵ء﴾

ہندومذہب میں تو عورت کیساتھ انتہائی انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔ عورت ساری زندگی مرد کی غلام بن کر بسر کردیتی اور جب خاوند مر جاتا تواس کے ساتھ زندہ جل مرنے پر اسے مجبور کیا جاتا۔ یہ رسم صدیوں سے عورت کے آشیانہ حیات پر بجلی بن کر ٹوٹتی رہی اور اس بے بس و ناچار کی چیخ و پکار سے کائنات تو سہم جاتی مگر مذہب کے نام پر انسانیت کولوٹنے والوں پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ جب حضور

ﷺ کی برکتوں سے یہ علاقہ بھی مستفیض ہوا تو اس سفاکانہ رسم کے خلاف آواز بلند ہوئی۔ فرزندانِ توحید نے عورت کے جلتے ہوئے احساسات پر رحم کھایا اور اسے جہنم کدۂ وحشت سے باہر نکال دیا۔ آج بھی بھارت کے دور دراز کے علاقوں میں یہ رسم جاری ہے مگر اسلام کے فیضان نے ہندوؤں کی اکثریت کو اس سے متنفر ضرور کر دیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا نے عورت کو کیسے محفوظ فرمایا ہے اور آپ کی برکت سے اس کو کیسے کیسے درجات اور مراعات نصیب ہوئی ہیں۔

قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے۔

یَاۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک اصل سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا'' ﴿النساء﴾

یہاں معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کی اصل ایک ہے۔ اس سے انسانی مساوات کا سبق اخذ ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح انسانیت میں مرد اللہ کی معرفت کا حق دار ہے، اسی طرح عورت بھی حق دار ہے۔ معرفت کے حصول کے لائق یہ دونوں ہستیاں یکساں شمار ہیں جیسا کہ فرمایا۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۤئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا

''جو نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت کے حق دار ہیں اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا''۔ ﴿النساء﴾

مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

''اس اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس تم تسکین قلب محسوس کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات بھر دیئے''۔ ﴿الروم﴾

وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ

''اور انہیں تکلیف نہ دو اور نہ انہیں تنگ کرو''

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

''اور ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو''

هُنَّ لِبَاس '' لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاس '' لَّهُنَّ

''وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو''

قرآن پاک نے حضور ﷺ کی برکت سے عورت کو کیسا بلند مقام عطا فرمایا ہے اور اب حضور کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے کلمات ملاحظہ کیجئے۔

فرمایا ''تم میں ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت افراد کے متعلق سوال ہوگا۔ بادشاہ نگران ہے اور ہر آدمی گھر والوں کا نگران ہے۔ عورت اپنے خاوند اور اس کے گھر کی نگران ہے''۔ ﴿بخاری کتاب النکاح﴾

فرمایا ''اے عبداللہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم ہمیشہ دن کو روزے رکھتے ہو اور راتوں کو قیام کرتے ہو۔ ایسا نہ کرو بلکہ ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن چھوڑ دو۔ قیام کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے''۔ ﴿بخاری کتاب النکاح﴾

فرمایا ''تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو لونڈی غلاموں کیطرح نہ پیٹے کہ پھر دن ختم ہو تو اس سے مجامعت کرنے بیٹھ جائے''۔ ﴿بخاری کتاب النکاح﴾

فرمایا: وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَة'' عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِىَ مَسْئُوْلَة''

''عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اس سے پوچھا جائیگا'' ﴿کتاب النکاح﴾

فرمایا: ''عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو''۔ ﴿کتاب النکاح﴾

فرمایا ''ایک نبی نے جہاد کیا اور فرمایا' میرے ساتھ وہ شخص جہاد میں شریک نہ ہو جس نے ابھی نئی شادی کی ہو''۔

فرمایا ''ان شرائط کو تمہیں پورا کرنا ہے جن کی وجہ سے عورتوں کی ناموس حلال ہوئی ہے''۔ ﴿بخاری﴾

ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عورت کو بے بس قرار نہیں دیا بلکہ اسے گھر میں مکمل اختیارات تفویض کئے ہیں۔اس کے حقوق کا تحفظ فرمایا ہے بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کیلئے اچھا ہے''۔ ﴿ترمذی شریف﴾

اسلام نے عورت کو وراثت کا حق دار ٹھہرایا' خلع کا اختیار دیا' پسند و ناپسند کرنے کا حق عطا کیا۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو پسند کرلیا''۔ ﴿کتاب النکاح﴾

پھر حضور ﷺ نے اہل و عیال پر خرچ کرنے کو صدقہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں باعث ثواب ہوتا ہے۔ ﴿بخاری کتاب النفقات﴾

☆ تعدُّدِ ازواج ...... کیا حقوقِ عورت پر حملہ ہے؟:

کچھ متعصب مزاج مخالفین اسلام نے اسلام کے نظریہ تعدد ازواج کو عورت کے حقوق پر ڈاکا قرار دیا ہے' حالانکہ اگر تاریخ انسانیت کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی تعدد ازواج پر کوئی پابندی نہیں۔ حضور سے پہلے انبیاء کرام نے بھی ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ نکاح فرمایا مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کی نو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار عورتیں تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔ ہندو مذہب کے رہنما کرشن جی کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔ اس مقام پر ان ہندو مفکرین کا سر شرم سے جھک جانا چاہیے جو حضور ﷺ کے تعدد ازواج پر انگشت نمائی کرتے ہیں۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام کا یہ تصور بھی بالکل فطری ہے۔ یوں تو اسلام بھی ایک ہی عورت سے شادی کا حکم دیتا ہے مگر اگر اسباب و علل پیدا ہو جائیں کہ ایک سے

زیادہ بیویاں رکھنا ناگزیر ہوتو پھر اس کی اجازت بھی دیتا ہے۔ تعدد ازواج کے اسباب پر غور کریں۔

1 اکثر خون ریز جنگوں میں مردوں کی کثیر تعداد ختم ہو جاتی ہے، عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ اگر تعدد ازواج کا طریقہ رائج نہ ہوتو پھر اندازہ کریں کہ کتنی عورتیں برائیوں کی اتھاہ تاریکی میں ڈوب کر رہ جائیں گی۔ اس لئے برٹ اسپنر نے لکھا ہے کہ ''تعدد ازواج قوموں کیلئے فائدہ مند ہے'' ﴿علم الاجتماع﴾

۲ امریکہ کے ایک سروے کے مطابق جوان لڑکیوں کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ ہے اور کنوارے جوان لڑکوں کی تعداد نوے لاکھ ہے۔ اب تیس لاکھ لڑکیوں کو امریکہ جیسا آزاد معاشرہ فحاشی اور حرام کاری پھیلانے سے کیسے روک سکتا ہے؟ اسلام نے پہلے ہی تعدد ازواج کو جائز قرار دے کر معاشرے میں پیدا ہونے والی ان بیماریوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

۳ ایک عورت سے اولاد پیدا ہونے کی امید دم توڑ جائے تو دوسری شادی کر سکتا ہے۔

۴ بے حیائی اور زنا کاری بڑھ جائے تو اسکا واحد حل اسلام کا نظریہ تعدد ازواج ہے جسے مغربی مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مشہور ماہر جنسیات جیمس ہلٹن لکھتا ہے۔

''اسلام بعض سخت شرائط کے تحت محدود تعدد ازواج کی اجازت اس لئے دیتا ہے کہ لامحدود حرام کاری کا سدباب ہو۔ جو وحدت ازدواجی کے قائل ہیں ان کے پاس لامحدود حرام کاری کے انسداد کا کوئی علاج نہیں۔ وہ اس لئے زہر بھری باتیں کرتے ہیں مگر یہ آواز بلند نہیں کرتے کہ شادی شدہ مرد کو جنسی جذبات کی تسکین کیلئے دوسری عورت کے ہاں پناہ نہیں لینی چاہیے''۔ ﴿اسلام اور جنسیات﴾

یاد رہے کہ اسلام نے عورتوں کے درمیان عدل و انصاف کرنیکی تلقین فرمائی ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ﴿النساء﴾

''اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک عورت ہی کافی ہے''۔

اسلام کا یہ قانون عورت کے حقوق پر حملہ نہیں بلکہ عالم انسانیت کیلئے باعث رحمت ہے۔ بشرطیکہ اسے فرمان خدا و رسول کے مطابق اپنایا جائے۔ جو آدمی عورت کے حقوق کماحقہ پورے نہیں کرسکتا اسلام اسے نکاح کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ فرمایا:

یَامَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَآءَ ۃ فَلْیَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَآءٌ''

''اے جوانو! جو تم میں عورت کے حقوق ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے ضرور نکاح کرنا چاہیے اور جو طاقت نہ رکھتا ہو اس کیلئے روزے ہیں کیونکہ وہ جنسی خواہش ختم کرتے ہیں'' ﴿بخاری کتاب النکاح﴾

اسلام میں مقصد نکاح اتنا عظیم ہے کہ دوسرے مذاہب اس بلندی تصور پر کبھی بھی نہیں پہنچ سکتے۔ پھر اس کا نعم البدل بھی انسان کو عطا فرمایا۔ کیا کوئی ماہر جنسیات دعویٰ کرسکتا ہے کہ روزہ رکھنے سے جنسی خواہشات ﴿جو معاشرے میں برائی کا پیش خیمہ ہیں﴾ کو موت واقع نہیں ہوتی؟ جس طرح نکاح ''اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ'' ﴿نگاہ کو جھکاتا اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ بخاری کتاب النکاح﴾ کی صفات سے مزین ہے اسی طرح روزہ رکھنے سے بھی نگاہوں میں شرم اور انسانی تمناؤں پر قابو نصیب ہوتا ہے۔

جس طرح اَلنِّکَاحُ نِصْفُ الْاِیْمَان ''نکاح'' آدھا ایمان ہے'' ایسے ہی روزہ انسان کی متاع ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ فرمایا ''روزہ ڈھال ہے''۔ یہ دنیا میں شیطانی حملوں کو روکتا ہے اور آخرت میں آذرفشاں جہنم سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ حقوق اقارب

جب بساط معاشرہ پر خاندان وسعت پذیر ہوتا ہے تو انسان کا واسطہ دوسرے

اعزا و اقارب سے پڑتا ہے۔ علمائے شہریت نے ساخت کے اعتبار سے خاندان کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ مشترکہ خاندان (Joint Family) اور مرکزی خاندان (Conjugal Family)

مشترکہ خاندان میں متعدد قرابت دار شامل ہوتے ہیں مثلاً بہن بھائی، چچا، دادا، دادی، پھوپھی وغیرہ اور ایک فرد کا دائرہ کار وسیع ہوتا ہے۔ مرکزی خاندان میں صرف میاں بیوی اور بچے شامل ہوتے ہیں۔ مغربی معاشرے میں مرکزی خاندان کا رواج ہے یعنی آدمی نے شادی کی اور ساری عمر بیوی بچوں کے ہو کر رہ گئے۔ عزیز و اقارب سے کوئی سروکار نہیں جبکہ اسلام ہمیں عزیز و اقارب سے بھی تعلق رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔

فرمایا ''رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔ ﴿بخاری﴾

فرمایا ''مہربانی ایک شاخ ہے جو رحمٰن سے ملی ہوئی ہے۔ اللہ فرماتا ہے جو تجھ سے ملے گا میں اس سے ملوں گا جو تجھ سے تعلق ختم کرے گا میں اس سے تعلق ختم کر لوں گا''۔ ﴿بخاری﴾

فرمایا ''صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ رشتہ جوڑے'' ﴿بخاری شریف﴾

حضور ﷺ نے ایک ریشمی حلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تو آپ نے وہ اپنے مشرک بھائی کیلئے مکہ مکرمہ ارسال کر دیا۔ ﴿بخاری شریف﴾

قرآن پاک بھی اسی بات کا حکم دیتا ہے۔

بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی ﴿النساء﴾

''والدین اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرو''۔

اور فرمایا فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰی اَبْصَارَهُمْ ﴿محمد﴾

''تو کیا تمہارے یہ کرتوت نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں

فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں'۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ﴿النساء﴾

''اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ کرو''

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی ﴿نحل﴾

''بیشک اللہ انصاف' حسن سلوک اور اہل قرابت کو دینے کا حکم دیتا ہے''۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آلِ عمران)

''تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکو گے جب تک تم اپنی عزیز ترین چیز خرچ نہ کرو گے''۔

اسی کے تحت یہ ہے کہ ''حضرت ابو طلحہ ؓ کے پاس ایک میٹھا کنواں تھا۔ رسول پاک ﷺ اس سے پانی پی کر گزرتے۔ اس طرح یہ کنواں حضرت ابو طلحہ ؓ کو از حد پیارا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عرض گزار ہوئے۔ ''آقا! میں یہ کنواں بطور صدقہ کے دیتا ہوں۔ آپ اس کو اللہ کی رضا کے مطابق جہاں چاہیں خرچ کر لیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو''۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور بنی عم کو اکٹھا کیا اور ان میں اسے تقسیم کر دیا''۔ ﴿بخاری کتاب الزکوٰۃ﴾

اسلام نے کمزور رشتہ داروں کو بھی میراث میں شامل فرمایا ہے اور ان کی ہمیشہ مالی اور اخلاقی امداد کرتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

☆ یتیموں اور غلاموں کے حقوق

دور جہالت میں یتیموں اور غلاموں سے انتہائی برا سلوک ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی برکت سے ایک ایسا معاشرتی نظام قائم ہوا جس نے یتیموں' ناداروں اور غلاموں کو انسانی حقوق عطا کئے۔ ان کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔ فرمایا

اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّةِ هٰکَذَا

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے جیسے یہ ﴿آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے بتایا﴾ قریب ہیں''۔

﴿۱﴾ ﴿بخاری کتاب الادب' ترمذی' احمد﴾

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق لکھا ہے۔

کَانَ لَایَأْکُلُ الطَّعَامَ اِلَّا وَعَلٰی خِوَانِهٖ یَتِیْم''

'وہ کسی یتیم بچے کے بغیر کھانا نہیں کھایا کرتے تھے'' ﴿الادب المفرد﴾

قرآن نے تو یتیموں کے بارے میں احسان کرنیکی از حد تلقین فرمائی ہے۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ '' ﴿البقرہ﴾

''اور آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو فرما دیجئے کہ ان کی اصلاح کرنا اچھا ہے''۔

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ﴿النساء﴾

''یہ کہ یتیموں کے معاملے میں انصاف پر قائم رہو''۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ﴿النساء﴾

''اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور اچھی چیز کو بری سے نہ بدلو''۔

وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ اِنَّهٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا

''اور انکے مال اپنے مالوں کیساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔ یہ بہت سنگین گناہ ہے'' ﴿النساء﴾

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿والضحیٰ﴾

''اور یتیم پر سختی نہ کرنا''۔

اور فرمایا ''کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''۔ ﴿الماعون﴾

اس آیت سے کفار کا طرز عمل بھی معلوم ہوا کہ وہ صرف مذہب کو ہی نہیں جھٹلاتے تھے بلکہ یتیموں' ناداروں اور مسکینوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک بھی کرتے

تھے۔اس کے برعکس اسلام نے ایسا نظام قائم کیا جس میں احترام آدمیت کا درس پنہاں ہے۔فرمایا

''جو لوگ مسکین، یتیم اور اسیر کو اس کی محبت کی وجہ سے کھانا کھلاتے ہیں ﴿اور کہتے ہیں﴾ کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا کیلئے کھانا کھلاتے ہیں لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ الفاظ تشکر'' ﴿الدھر﴾

حضور ﷺ نے بیواؤں اور مسکینوں کو بھی معاشرے میں بلند مقام عطا فرمایا۔ دور جہالت میں بیوہ عورت کو نحوست کی نشانی تصور کیا جاتا تھا۔ مسکینوں کی حالت بھی نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ رحمۃ اللعالمین نے فرمایا ''بیوہ اور مسکین کی امداد کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس کی طرح ہے جو دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے''۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾

قرآن پاک میں ان کو مال غنیمت کا حق دار بھی ٹھہرایا گیا ہے۔

☆ دور جہالت میں غلاموں اور لونڈیوں کی زندگی انتہائی خستہ حال تھی۔ان سے سخت کام لئے جاتے اور اجرت کا نام تک نہ لیا جاتا۔لونڈیوں کے گوہر عفت کو فروخت کیا جاتا۔حضور ﷺ کی برکت سے غلاموں کے دن بدل گئے۔لونڈیوں کی عزتیں محفوظ ہوگئیں۔آپ نے ذہنوں میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ غلاموں اور لونڈیوں سے بدسلوکی کرنا جرم عظیم ہے اور اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔فرمایا

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں تین قسم کے لوگوں سے قیامت میں جھگڑا کروں گا۔ ﴿۱﴾ وہ جو میرا واسطہ دے کر عہد باندھے اور بعد میں توڑ دے ﴿۲﴾ وہ جو کسی آزاد شخص کو غلام بنائے اور اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھا جائے۔ ﴿۳﴾ وہ جو مزدور کی مزدوری دبا لے'' ﴿بخاری کتاب البیع﴾

فرمایا ''تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، خدا نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔اب چاہیے کہ جیسا خود کھاتے ہو ویسا ان کو بھی کھلاؤ، جیسا خود پہنتے ہو ویسا ان کو پہناؤ۔ان کو ایسے کام نہ دو جو طاقت سے باہر ہوں۔اگر کام دو تو خود ان کی

امداد کرو'' ﴿بخاری کتاب العتق﴾

فرمایا ''جو شخص اپنے غلام پر تہمت لگائے اور وہ اس سے بری ہو تو عرصہ محشر میں اسے کوڑے لگائے جائیں گے'' ﴿بخاری﴾

تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ آقا پر قذف لگائی جائے گی۔ اسلام کی روشنی میں غلاموں کی حدود و عقوبات آزاد آدمیوں کی نسبت نصف ہیں۔ اگر ایک جرم میں آزاد آدمی کو اسی کوڑے لگائے جائیں تو اسی جرم کی پاداش میں غلام کو چالیس کوڑوں کی سزا ہوگی۔ اس کی حکمت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

''اگر غلاموں کیلئے انتہائی سزا مشروع کر دی جائے تو اس سے ظلم کا دروازہ کھل جائیگا۔ اسی طرح ایک مالک اپنے غلام کا قتل کر دے گا اور بہانہ یہ تراشے گا کہ اس نے زنا کیا تھا اور پھر اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں ہوگی۔ اس بناء پر غلاموں کی حدود کو ایک حد تک کم کر دیا ہے کہ ہلاکت منتج نہ ہو''۔ ﴿حجۃ اللہ البالغہ'' ج۲ ص۱۶۰﴾

اسلامی فقہ میں غلام اور باندی کی شہادت کو جائز کہا گیا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''غلام اور باندی کی شہادت جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہوں''۔ ﴿بخاری﴾

یعنی ان کی غلام اور باندی ہونے کی حالت انہیں شہادت دینے سے نہیں روک سکتی۔ ہاں اگر عادل نہ ہوں تو پھر انکی شہادت مقبول نہیں اور یہ شرط آزاد شخص کیلئے بھی بعینہ ہے۔

اسلام نے غلاموں کو امامت کا حق بھی عطا فرمایا جو انتہائی عزت اور احترام کا حامل ہے۔ جب حضرت ابوحذیفہ کے غلام سالم نماز میں امامت کراتے تو آپ کی اقتداء میں حضرت ابوبکر، عمر، ابوسلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم جیسے جید صحابہ نماز پڑھا کرتے۔ ﴿بخاری﴾

اسلام نے اہل فہم اور بہادر غلاموں کو امیر لشکر بھی مقرر فرمایا اور ان کی اطاعت کرنے کا بڑے بڑے رؤساء کو حکم دیا۔ مثلاً حضور ﷺ نے وصال فرمانے سے چند دن قبل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو لشکر اسلام کا امیر نامزد فرمایا اور حضرت ابوبکر،

عمر، عثمان، اور علی رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کو ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ بعض لوگ حضرت اسامہ ﷺ کی امارت پر چہ میگوئیاں کرنے لگے تو فرمایا:

قَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ قُلْتُمْ فِیْ اُسَامَةَ وَاَنَّه، اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ

''مجھے معلوم ہے کہ تم اسامہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہو حالانکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارا ہے''۔ ﴿بخاری کتاب المغازی﴾

دوسری روایت میں ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم اس کی امارت پر معترض ہو تو قبل ازیں تم اس کے والد ماجد کی امارت پر بھی معترض ہوئے تھے۔ حالانکہ خدا ﷻ کی قسم وہ امارت کے اہل تھے اور مجھے سب لوگوں سے پیارے تھے۔ ان کے بعد یہ ﴿اسامہ﴾ مجھے سب لوگوں سے پیارا ہے''۔ ﴿بخاری کتاب المغازی﴾

لشکر جنگ موتہ کے شہیدوں کا انتقام لینے کیلئے چل پڑا۔ ابھی کچھ منزلیں ہی طے کر پایا تھا کہ محبوب خدا پردہ فرما گئے۔ لشکر اس سانحہ جانکاہ کی خبر پا کر واپس لوٹ آیا۔ پھر حضرت صدیق اکبر ﷺ کا دور خلافت شروع ہوا تو آپ نے سب سے پہلے اسی لشکر کی روانگی کے انتظامات فرمائے۔ کئی صحابہ نے حالات کی نزاکت دیکھ کر مشورہ دیا کہ اس مہم کو فی الحال ملتوی کرنا بہتر ہے مگر پیکر استقامت، مجسمہ صداقت، محرم نبوت ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مدینے میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگوں کو نوچ لیں، تب بھی میں اس مہم کو جس کی روانگی کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا، نہیں روک سکتا''۔ ﴿تاریخ الخلفاء﴾

تاریخ اسلام کا دامن ایسے ان گنت واقعات سے معمور ہے جن میں بغیر کسی حیل و حجت کے غلاموں کو اپنا امیر جہاد تسلیم کیا گیا ہے۔ ساحل اندلس پہ کشتیاں جلانے والا عظیم بطل حریت طارق بن زیاد عظیم سپہ سالار موسیٰ بن نصیر کا غلام تھا۔ برصغیر پاک و ہند پہ خاندان غلاماں نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ حکومت کی

ہے۔ خاندان غلاماں کا بانی قطب الدین ایبک، سلطان محمد شہاب الدین غوری کا غلام تھا۔ محمود غزنوی اور اس کے غلام ایاز کی وفا و خلوص بھری داستانیں آج بھی فضا میں گونجتی ہیں۔ یہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کی برکتیں ہیں کہ جہاں فقیر و غنی، شاہ و گدا ایک ہی رنگ میں نظر آتے ہیں۔

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

رومن بادشاہت میں غلام کو شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ﴿انسائیکلو پیڈیا آف ریلی جن﴾ بلکہ بعض قوموں میں یہ رواج تھا کہ غلام کو خصی کر دیا جاتا۔ حضور محسن عالم ﷺ نے اس رسم کی شدید مخالفت کی اور اسلامی معاشرے میں اس بہیمانہ سلوک کو شامل نہیں ہونے دیا۔ غلام کی شادی بیاہ وغیرہ کا بوجھ اس کے آقا کے کندھوں پر ڈالا۔ قرآن پاک کا بھی ارشاد ہے۔

وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ ﴿نور﴾

''اور جو تم میں سے مجرد ہیں انکے نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو صلاحیت رکھتے ہوں''۔

اسلام نے غلاموں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا۔ فرمایا:

''تین اشخاص کو دو اجر ملیں گے۔ اول: جو اپنی باندی کو تعلیم دے، اس کو ادب سکھائے اور پھر اس کو آزاد کر کے خود اس سے نکاح کر لے۔ دوم: جو اہل کتاب میں سے تھا پھر اسلام لے آیا۔ سوم: جو اپنے اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کی خیر خواہی سوچتا ہے''۔ ﴿بخاری﴾

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی کسی ایک نفس کو آزاد کرے گا اللہ اس کے ہر عضو کو غلام کے ہر عضو کے بدلے عذاب دوزخ سے آزاد کر دے گا''۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار، حضرت عباس نے ستر، حضرت عبدالرحمٰن نے تین ہزار، حضرت عائشہ نے ستاسٹھ، حضرت حکیم بن خرام نے سو اور ذوالکلاح حمیری نے آٹھ ہزار غلام آزاد کئے۔ ﴿ﷺ﴾ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان ﷺ نے بھی

بہت سے غلام آزاد کئے۔

بلکہ اسلام نے تو بعض گناہوں کا کفارہ ہی غلام کی آزادی قرار دیا ہے۔ مثلاً روزہ توڑنے، قتل خطا، کفارہ ظہار کے مقام پر۔

☆ ہمسائے کے حقوق

اسلامی معاشرے میں ہمسائے کو خاص مقام دیا گیا ہے۔

ہمسایہ اگر صاحب درد ہو تو ان رشتہ داروں سے کہیں بہتر ہے جو دشمنی پر تلے رہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَا زَالَ يُوْصِيْنِىْ جِبْرِيْلُ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ

''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ہمسائے کے بارے میں اتنی وصیت کی ہے کہ مجھے خیال آنے لگا کہ شاید اسے وراثت کے حصے کا حقدار ٹھہرا دیا جائے گا''۔

﴿بخاری کتاب الادب﴾

فرمایا: ''وہ شخص مسلمان نہیں جسکا ہمسایہ اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں''۔

﴿بخاری کتاب الادب﴾

فرمایا: ''کوئی عورت اپنی پڑوسن کی تذلیل و تحقیر نہ کرے، اگرچہ وہ بکری کے کھر جیسی کیوں نہ ہو''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے''۔ ﴿ایضاً﴾

ایک دفعہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ ''میرے دو پڑوسی ہیں کسے ہدیہ بھیجا کروں؟'' فرمایا: ''جس کا دروازہ تمہارے گھر کے قریب ہو''۔ ﴿بخاری﴾

اسلام نے ہمسائے کی عزت و آبرو اور جان و مال کا تحفظ کیا ہے۔ عرض کی گئی: ''سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟'' فرمایا: ''شرک کرنا، پھر اولاد کو قتل کرنا، پھر ہمسائے کی بیوی کی آبروریزی کرنا''۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

اسلامی معاشرے کا اندازِ حیات

حضور تاجدار کونین ﷺ کی برکت سے ایسا معاشرہ معرض وجود میں آیا جسکے ہر انداز سے محبت، وفا، یگانگت، خلوص، اخوت، حسن اخلاق، انصاف اور مساوات کے سوتے ابلتے نظر آتے ہیں۔ پھر یہ معاشرہ کسی ایک قوم، ملک یا خاندان تک محدود نہیں بلکہ آفاق گیر ہے۔ مشرق و مغرب، شمال و جنوب جہاں کہیں مسلمان بستے ہیں سب وحدت کے رشتے سے منسلک ہیں۔ ایک نہ ٹوٹنے والی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔

☆☆☆

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

☆☆☆

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

☆☆☆

ہمسایہ جبریلِ امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن، نہ بخارا نہ بدخشاں

☆☆☆

فلسطین پہ قیامت ٹوٹ رہی ہو یا کشمیر کے چنار سلگ رہے ہوں، افغانستان تڑپ رہا ہو یا بوسنیا کراہ رہا ہو، دنیا کے تمام مسلمانوں کی نیند اڑ جاتی ہے اور یہ اس درد کی علامت ہے جو سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے غلاموں کے ریشے ریشے میں بھر دیا ہے۔ کوئی مکہ معظمہ کا ہو یا مدینہ منورہ کا، عربی ہو یا عجمی، حبشی ہو یا رومی سب

آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا

''مسلمان' مسلمان کیلئے دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت دیتا ہے''۔ ﴿بخاری کتاب الادب﴾

فرمایا: کُوْنُوْا عِبَادَاللّٰہِ اِخْوَانًا

''اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ''۔ ﴿بخاری﴾

یہ بھی فرمایا: ''اہل ایمان ایک جسم کی مانند ہیں' جس طرح جسم کے کسی حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے سکون ہو جاتا ہے''۔

ذیل میں ہم مسلم معاشرے کا طرزِ تمدن تحریر کرتے ہیں۔

☆ تحفظ جان و مال

حضور فخر دو عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے روز عالم اسلام کو جو ارشادات فرمائے ان میں یہ بات نمایاں ہے۔

فَاِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ ﴿قال محمد و احسبه قال﴾ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ'' کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَسَیَسْاَلُکُمْ عَنْ اَعْمٰلِکُمْ اَلا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضُلَّالًا یَّضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلایُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَآئِبَ

''تمہارے خون' تمہارے مال ﴿محمد بن سرین کا بیان ہے کہ میرے خیال میں حضرت ابوبکر نے یہ بھی فرمایا کہ﴾ تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہے جیسے تمہارے اس دن کی حرمت' تمہارے اس شہر کی حرمت اور تمہارے اس مہینے کی حرمت' اور عنقریب تمہیں اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ کیا تم میرے بعد گمراہ ہو کر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو گے؟ خبردار! جو یہاں حاضر ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر

لوگوں کو بتا دیں"۔ ﴿بخاری کتاب المغازی﴾

معلوم ہوا کہ انسانی جان کی جتنی قدر و قیمت اسلام نے بیان فرمائی ہے کسی اور مذہب نے نہیں۔ انسانی مال و آبرو کا جتنا احترام اسلام میں پایا جاتا ہے کسی اور مذہب میں نہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جو کہتا ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴿المائدہ﴾

"جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے بدلے کے یا زمین میں فساد برپا کرنے کیلئے قتل کرے گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جو کوئی اسے زندہ رکھے گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ رکھا"۔

☆ آداب ملاقات

اسلامی معاشرے کیلئے سرکار مدینہ ﷺ نے جو آداب ملاقات تشکیل دیئے ہیں، سراسر محبت اور احترام پر مبنی ہیں۔ جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو ملنے کیلئے آئے تو اس کا کھڑے ہو کر استقبال کرنا چاہیے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب ملنے کیلئے آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ اَوْخَيْرِكُمْ "اپنے سردار یا بہترین آدمی ﴿کی تعظیم﴾ کیلئے کھڑے ہو جاؤ"۔ ﴿بخاری کتاب الاستیذان﴾

☆ اور مسلمان، مسلمان سے مصافحہ کرے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے تشہد سکھایا اور میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا اصحاب رسول میں مصافحے کا رواج تھا۔ انہوں نے فرمایا: "ہاں"۔ ﴿کتاب الاستیذان﴾

☆ اور مسلمان، مسلمان سے ملے تو پہلی بات یہ کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حدیث میں ہے: "اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت ﴿۲﴾ پر پیدا فرمایا۔ ان کا قد ساٹھ گز تھا۔ اللہ نے فرمایا:

اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِکَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ جُلُوْسٍ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَکَ فَاِنَّهَا تَحِیَّتُکَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِکَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَکُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ ''جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کرو جو بیٹھے ہوئے ہیں اور غور سے سننا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے سلام کیا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ''۔ یعنی انہوں نے ''رحمۃ اللہ'' کے الفاظ کا اضافہ کیا۔ پس جو بھی جنت میں جائے گا صورت آدم میں ہوگا''۔ ﴿بخاری﴾

معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کے ساتھ ملتے وقت آداب کا خیال رکھنا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسلامی معاشرے میں اسی فطرت کے مرجھائے ہوئے پھولوں کی آبیاری کی گئی ہے۔ فرمایا:

وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَعَلٰی مَنْ لَّمْ تَعْرِفْ

''ہر واقف و ناواقف کو سلام کہو''۔ ﴿بخاری شریف﴾

فرمایا: یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ ''سوار پیدل کو، پیدل بیٹھے کو اور تھوڑے آدمی زیادہ کو سلام کریں''۔

﴿بخاری کتاب الاستیذان﴾

فرمایا: یُسَلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ

''چھوٹا بڑے کو سلام کرے''۔ ﴿بخاری﴾

حضور ﷺ نے معاشرے کو یگانگت آشنا کرنے کیلئے سات ہدایات فرمائیں۔

بِعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَنَصْرِ الضَّعِیْفِ وَعَوْنِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَآءِ السَّلَامِ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ

''بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کیساتھ چلنا، چھینکنے والے کو جواب دینا، کمزور کی مدد کرنا، مظلوم کی مدد کرنا، سلام پھیرنا اور قسم کو پورا کرنا''۔ ﴿بخاری کتاب الاستیذان﴾

مذکورہ صدر تمام امور ہر حال میں محبت و عقیدت کے جذبات کو فروغ دیتے

ہیں۔ جس معاشرے کی بنیاد ان چیزوں پر رکھی جائے وہ کیوں نہ امن و امان کا گہوارہ بن جائے گا۔

اور مجلس میں بیٹھنے کے آداب سکھائے کہ ''کوئی آدمی دوسرے آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے''۔ ﴿بخاری شریف﴾ فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو روکے کیونکہ جمائی آتی ہے تو ابلیس ہنستا ہے''۔ ﴿بخاری﴾ ویسے بھی محفل میں اگر منہ کھل جائے یا انگڑائی آجائے اور آدمی اس کو کنٹرول نہ کرے تو دوسروں کی طبیعت پر بار گزرتا ہے۔ یہی بات آدابِ محفل کے خلاف ہے۔ اور محفل میں یاوہ گوئی سے احتراز کیا جائے۔

فرمایا: ''سچائی بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف اور آدمی برابر سچ بولتے رہنے سے صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتا ہے اور بدکاری جہنم کی طرف۔ اور آدمی برابر جھوٹ بولتے رہنے سے کذاب بن جاتا ہے''۔ ﴿بخاری شریف کتاب الادب﴾

فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اُوْتُمِنَ خَانَ ''جب بات کرے تو جھوٹ بولے' وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے' امانت رکھی جائے تو خیانت کرے''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''جو شخص بے پر کی اڑاتا تھا اور اس کا جھوٹ ہر طرف پھیل جاتا تھا' میں نے ﴿شب معراج﴾ کو دیکھا کہ اسکے جبڑے چیرے جا رہے ہیں''۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور محفل میں گالی گلوچ انتہائی بری عادت ہے۔ فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ

''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''ایک آدمی دوسرے کو فسق و کفر کے ساتھ متہم نہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو یہ بات اس کی طرف لوٹ آئے گی''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''جس نے مسلمان پر لعنت کی تو یہ اسے قتل کرنے کے مترادف ہے اور

جس نے مومن پر کفر کا الزام لگایا تو یہ بھی اسے قتل کرنے کے مترادف ہے"۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور محفل میں غیبت سے بچنے کی از حد کوشش کی جائے۔ فرمایا:

لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّات" "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: "تم اللہ کے نزدیک قیامت کے دن دوغلی بات کرنے والے کو سب سے برا دیکھو گے"۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور محفل میں کسی کی مبالغے سے تعریف نہ کی جائے۔ ایک شخص دوسرے کی مبالغے سے تعریف کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَهْلَكْتُمْ اَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ

"تم نے اسے ہلاک کر دیا یا تو نے اس کی کمر توڑ دی"۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور ایسی بات نہ کی جائے جس کی فحش گوئی سے تنگ آ کر دوسرے اسے چھوڑ دیں"۔ ﴿ایضاً﴾ کسی کا مذاق نہ اڑایا جائے۔ حضور ﷺ نے ریح خارج ہونے پر ہنسنے سے منع فرمایا ہے۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور بعض لوگوں میں یہ عادت ہے کہ وہ دوستوں میں اپنی روسیاہیوں کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"ہر امتی کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے مگر ان کے نہیں جو اپنے گناہوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ رات بھر اللہ ان کے گناہ پر پردہ ڈالے رکھتا ہے مگر کتنی بیہودہ بات ہے کہ وہ صبح ہوتے ہی اس پردے کو کھول دیتے ہیں"۔ ﴿ایضاً﴾

حضور ﷺ نے جنتی لوگ بتائے: "ہر وہ ضعیف اور گمنام آدمی جو لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّه' اگر اللہ کے بھروسے پر قسم کھائے تو اللہ اس کی بات ضرور پوری فرماتا ہے"۔ پھر جہنمی لوگ بتائے: "ہر اکھڑ' بد اخلاق اور غرور کرنے والا"۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور اگر بتقاضائے بشریت دو مسلمان بھائیوں میں جھگڑا ہو بھی جائے تو جلدی صلح کر لیں۔ فرمایا:

لَايَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ تَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ

''کسی پر حلال نہیں کہ وہ مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات ترک رکھے' جب آپس میں ملیں تو بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے''۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور مسلمان کو شرم و حیا کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ فرمایا:

''کلام نبوت سے جو پہلی بات لوگوں تک پہنچی وہ یہی ہے: اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ جب تیرے پاس شرم و حیا نہ رہے تو جو چاہے کر''۔

☆ اور بات میں آسانی کی گنجائش نکالنی چاہیے۔ فرمایا:

''لوگوں کیلئے آسانی پیدا کرو' سختی نہ کرو' خوش رکھو' نفرت نہ دلاؤ اور ایک دوسرے سے تعاون کرو''۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور مہمان کی عزت کرے۔ فرمایا:

''جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کا احترام کرے۔ ایک رات دن تو اس کا حق ہے' تین دن ضیافت ہے اور اس کے آگے صدقہ ہے۔ کسی پر حلال نہیں کہ وہ دوسرے کے پاس اتنا ٹھہرے کہ وہ اسے گھر سے نکلنے پر مجبور کر دے''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے' صلہ رحمی کرے' اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے''۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور مختلف عیوب سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فرمایا:

''بدگمانی سے بچو' بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے' دوسروں کے عیب تلاش نہ کرو' نہ کسی کی جاسوسی کرو' کسی سے حسد کرو' نہ کسی سے بغض و کینہ رکھو''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''کسی کو دھوکا نہ دو''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ ''مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں سے رک جائے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے''۔ ﴿بخاری کتاب الرقاق﴾

دنیا کی بوقلمونیوں میں نہ کھو جائے کہ ان کی خاطر اللہ کے ذکر کو ترک کر دے یا دنیا کیلئے دوسرے مسلمان بھائیوں کے جذبات پامال کرتا رہے۔

فرمایا: ''مجھے تمہاری مفلسی کا کوئی ڈر نہیں ہے بلکہ تمہارے متعلق یہ ڈر ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی اور اس کے ساتھ ایسا ہی پیار کرنے لگو جیسا پہلے لوگوں نے کیا اور وہ تمہیں ایسے ہلاک کر دے جیسے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا''۔ ﴿کتاب الرقاق﴾

فرمایا: ''دنیا و درہم کے بندے ریشمی چادروں اور اونی کپڑوں کے بندے ہلاک ہو گئے۔ یہ چیزیں مل جائیں تو راضی ورنہ راضی نہیں ہوتے''۔ ﴿کتاب الرقاق﴾

فرمایا: ''آدمی کو سونے سے بھری ہوئی ایک وادی عطا فرما دی جائے تو وہ چاہے گا کہ ایسی ہی دوسری مل جائے اگر دوسری بھی مل جائے تو تیسری کی آرزو کرے گا۔ حقیقت میں آدمی کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے''۔ ﴿کتاب الرقاق﴾

مال و زر راہ خدا میں خرچ کرنا چاہیے۔ اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنی چاہیے اور مال و زر جمع کر کے سنت قارونی پر چلنا انتہائی برا ہے۔

فرمایا: ''زیادہ مال والے قیامت کے روز کم نیکیوں والے ہونگے۔ سوائے اس کے جو اللہ کے عطا کردہ مال کو دائیں بائیں آگے پیچھے خرچ کرے اور اس سے نیکی کمائے''۔ ﴿کتاب الرقاق﴾

فرمایا: ''مجھے کوئی خوشی نہیں اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر سونا پڑا رہے اور تین دن میں خرچ نہ ہو''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

''کثرت مال سے نہیں، آدمی دل سے تونگر ہو تو اصل تونگری یہ ہے''۔ ﴿ایضاً﴾

اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی چار دیواری کا احترام کرے۔ کسی کے گھر تانک جھانک بہت برا فعل ہے۔

فرمایا: ''اگر آدمی بغیر اجازت تمہیں جھانک کر دیکھے اور تم اس کی آنکھ میں کنکری مار دو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے لَمْ یَکُنْ عَلَیْکَ جُنَاح ''تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں''۔ ﴿بخاری کتاب الدیات﴾

☆ اور تجارت میں مکروفریب کرنا اسلام نے قابل تحسین قرار نہیں دیا۔ اس طرح دوسرے بھائی کی حق تلفی ہوتی ہے۔ ملی بھگت سے بولی بڑھا کر معاشرے کو مہنگائی کا شکار بنا دینا بری ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ النَّجَشِ

''بیشک حضور ﷺ نے ملی بھگت سے منع فرمایا''۔ ﴿کتاب الحیل﴾

فرمایا: ''جب تم کوئی چیز خریدو تو کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ کرنا''۔ ﴿کتاب الحیل﴾

فرمایا: ''قیامت کے دن ہر دھوکا دینے والے کیلئے جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا''۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور اقتدار کی خاطر دوسروں پر جبر و استبداد کا پہاڑ نہ توڑے۔ مغربی جمہوریت میں حکومت کے حصول کیلئے کس طرح سب و شتم کا بازار گرم ہوتا ہے۔ کس طرح سیاسی گروہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔ یہ طرز عمل اسلامی معاشرے کے خلاف ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''عنقریب تم امارت حاصل کرنیکی حرص کرو گے اور عنقریب قیامت کے روز ندامت ہوگی کیونکہ دودھ پلانیوالی اچھی اور دودھ چھڑانیوالی بری ہے'' ﴿کتاب الاحکام﴾

فرمایا: ''امارت نہ مانگو اگر تمہارے مانگنے پر وہ تمہیں دے دی جائے تو تمہیں اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر بغیر مانگے تمہیں دی جائے تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''جو حکمران رعیت کی خیر خواہی اور نگہبانی کا فریضہ ادا نہیں کرتا وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا''۔ ﴿کتاب الاحکام﴾

فرمایا: ''جو حکمران رعایا کے حقوق کا غاصب ہو اس پر جنت حرام ہے''۔ ﴿ایضاً﴾

فرمایا: ''دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے'' ﴿ایضاً﴾

☆ اور اسلامی معاشرے میں نظام حدود قائم ہے۔ اسلام مختلف کبائر سے منع فرماتا ہے اور ارتکاب کرنے والوں کو فطری سزائیں بھی دیتا ہے۔ دیگر مذاہب کا مطالعہ کیا جائے تو ان کا تعزیراتی نظام انتہائی خرابیوں سے آلودہ ہے۔ مثلاً ایک دفعہ یورپ میں کسی جیب کترے کو سرعام پھانسی دی گئی تو اس مقام عبرت پہ جمع ہونے والے کئی ایک لوگوں کی جیبیں کاٹ لی گئیں۔ چونکہ یہ سزا غیر فطری تھی اس لئے جیب کتروں نے اس کا منفی اثر قبول کیا اور عبرت حاصل کرنے کی بجائے بغاوت پر اتر آئے۔ اسلام پہلے اخلاقی سطح پر برائیوں کو ختم کرتا ہے، روسیاہوں کو عاقبت کا خوف دلاتا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی برائی پر اتر آتا ہے تو اسے فطری سزا دیتا ہے جو اس کی اصلاح میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا: ''مومن زنا نہیں کرتا، شراب نہیں پیتا، چوری نہیں کرتا، یعنی یہ گناہ اہل ایمان کے ہی خلاف ہیں۔ اگر کوئی ان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ کامل مومن نہیں۔

فرمایا: ''چور پر اللہ لعنت فرماتا ہے کہ ''خود'' چراتا ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور کشتی کی رسی چراتا ہے تو پھر بھی ہاتھ کاٹا جاتا ہے''۔ ﴿کتاب الحدود﴾

انسان کا زنا میں جو حصہ مقرر ہے وہ اسے مل کر رہتا ہے۔ آنکھ کا زنا ﴿غیر محرم کو﴾ دیکھنا ہے، زبان کا زنا ﴿غلط بات﴾ کرنا ہے اور نفس کا زنا ﴿بری خواہش﴾ کرنا ہے اور شرمگاہ ان سب کی تصدیق یا تردید کر دیتی ہے'' ﴿بخاری کتاب الاستیذان﴾

اللہ اکبر! حضور کا طریقہ تبلیغ کس قدر پر اثر ہے۔ ان گناہوں سے بچنے کی کیسے تلقین فرمائی گئی ہے۔

فرمایا: ''جو مجھے اپنی شرمگاہ اور زبان کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا''۔ ﴿بخاری کتاب الرقاق﴾

فرمایا: ''جو آدمی انجام کی پروا کئے بغیر کوئی بات کر دیتا ہے تو وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے دور تھی جتنی مغرب سے مشرق''۔ ﴿ایضاً﴾

☆ اور جہاں معاشرے کو صحیح نہج پر چلانے کیلئے عورت کا وجود ناگزیر ہے' وہاں اس کے ذریعے سے معاشرہ برائیوں کا اکھاڑا بھی بن جاتا ہے۔ ایسا تب ہوتا ہے جب عورت اپنے بلند ترین مقام سے اتر کر شیطانی ہاتھوں کا کھلونا بن جاتی ہے۔ جب چند پیسوں کی خاطر گھنگرو باندھ کر ڈھولک کی تھاپ پر رقص کرتی ہے۔

جب ماں' بہن' بیٹی اور بیوی کے اعلیٰ مراتب سے گر کر دوسروں کو داد عیش دیتی ہے۔ جب گھر سے نکل کر بازاروں کی زینت بنتی ہے۔ اسلامی معاشرہ عورت کو عورت رکھنے کیلئے اہم اصول تشکیل دیتا ہے۔ اگر ان اصولوں پر چلا جائے تو عورت کی آغوش میں طارق' قاسم اور ٹیپو پیدا ہوتے ہیں اگر ان سے انحراف کیا جائے تو معاشرے کے ناسور جنم لیتے ہیں جو معاشرے کو دردناک موت کے سوا کچھ بھی نہیں دے پاتے۔

عورت کے گوہر عفت کی حفاظت کیلئے اسلام نے پردے کا حکم صادر فرمایا:

ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ! اپنی ازواج مطہرات کو پردے کا حکم دیں"۔ اس مقام پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

یَاۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَا بِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَ کَانَ اللّٰہ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

"اے محبوب! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی چادریں اوڑھ لیا کریں۔ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں ایذا نہ دی جائے اور اللہ مہربان رحم کرنے والا ہے"۔

اور فرمایا: وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّةِ الْاُوْلٰی

"دور جہالت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو"۔

حضور ﷺ نے فرمایا: مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ

"میرے بعد کوئی فتنہ ایسا نہیں جو لوگوں پر عورت کے فتنے سے زیادہ نقصان دہ ہو" ﴿بخاری﴾

موجودہ دور میں جو ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں مغربی تہذیب پر جان چھڑک رہی ہیں، انہیں اپنے مذہب کے اصول یاد ہونے چاہئیں جوان کیلئے دنیا و آخرت کی بہتری کا پیغام ہیں اور جو سیاسی قوم کی ان بیٹیوں کو سڑکوں پر لا رہے ہیں، انہیں بھی قوم کی آبرو کا لحاظ کرنا چاہیے۔ عورت کو چراغ خانہ رہنے دیں، شمع محفل نہ بنائیں۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ اپنے حقوق لینے کیلئے سڑکوں اور بازاروں میں ''لانگ مارچ'' کرنے والی خواتین حقوق کی بجائے ہمیشہ کی رسوائیاں مول لے لیں۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اور جو نام نہاد مفکر اپنی ''دکان'' چمکانے کیلئے عورت کے رقص تک کو جائز قرار دیتے ہیں انہیں بھی حیا کا دامن تھامنا چاہیے۔ وہ عورت کا مقام نہیں سمجھے، انہوں نے اس کو یورپی قوموں کی طرح سامان طرب جان رکھا ہے۔ اقبال کیا خوب کہتے ہیں۔

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجابِ محمل سے
محمل جو گیا، عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، لیلا بھی گئی

اے عورت! اگر تو سرور بطحا علیہ التحیۃ والثناء کی نام لیوا ہے تو پھر تیرے لئے یہ بات ندامت کا باعث ہونی چاہیے کہ تیرے ''افسانے'' مشرق سے مغرب تک ہر زبان پر مچل رہے ہوں۔ اگر تو اس بات پر فخر کرتی ہے کہ۔

اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

تو پھر تیرا سرور بطحا علیہ التحیۃ والثناء سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام تو عورت کی پاکیزگی کا اس قدر محافظ ہے کہ اسے نابینا آدمی کے سامنے جانے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ تعلیم حاصل کرنا تیرا فرض ہے مگر ایسی تعلیم نہیں جو تیری روح کو کچل دے، جو تیری نسوانیت کے نازک آبگینوں پر خشت اندازی کرے۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

اسلامی معاشرہ اور غیر مسلم رعایا

تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ دوسری تہذیبیں اقلیتوں کیساتھ انتہائی وحشت ناک سلوک کیا کرتی تھیں۔ قدیم بابلی تہذیب میں ﴿جب بنی اسرائیل ان کے اسیر تھے﴾ اقلیتی قوم پر ظلم وستم کی انتہا کی جاتی تھی۔ انہیں بتوں کی پوجا پر مجبور کیا جاتا تھا اور جو انکار کرتا اسے نذر آتش کر دیا جاتا۔ ان کی عزت و آبرو کو پامال کیا جاتا تھا۔ یونان جو تحفظ انسانیت کا داعی تھا وہاں بھی اقلیتوں کی حالت ناگفتی تھی۔ مشہور فلسفی ارسطو نے معاشرے کی بقاء کیلئے ''غلام'' کے وجود کو ناگزیر قرار دیا ہے۔ یونانی جس قوم کو فتح کرتے وہی ان کی غلام ہوتی تھی۔ اس سے ہر طرح کا کام لیا جاتا اور جو آزادی کا طلبگار ہوتا اس کو مار مار کر نیم جان کر دیا جاتا۔ رومی سلطنت میں جب عیسائیت بام عروج پہ ہوئی تو یہودی اقلیت کا حال بہت ابتر تھا۔ فارس میں عیسائی اقلیت پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ مصر کی قبطی تہذیب تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ تھی مگر مصر کے فرعون بنی اسرائیل پر از حد ظلم کرتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں جلوہ گر ہونے والے تھے تو فرعون مصر نے ہزاروں کی تعداد میں معصوم بچوں کو قتل کیا۔ پھر جب صیہونیت غالب آئی تو اس نے بھی اقلیتوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا۔ یہودیوں کی کتاب میں تعلیم دی گئی ہے۔

''سواب تو جا اور عمالیق کو مار اور سب کو قتل کر ان پر رحم مت کھا بلکہ ہر مرد، عورت، بچے، بیل، بھیڑ، اونٹ، گدھے تک کو ختم کر دے''۔ ﴿سموئیل اوّل ۱۵﴾

آج تک اسرائیل اسی تعلیم پر عمل پیرا ہے۔ یہودیوں نے فلسطین کا علاقہ اہل اسلام کیلئے مصائب کا گھر بنا دیا ہے۔ اپنے پڑوسی ''بھارت'' کی تاریخ پڑھ لیں۔ کالی دیوی کے ''سپوت'' نہتے انسانوں پر ہاتھ صاف کرنا اپنی بہادری تصور کرتے ہیں۔ کشمیر میں مسلم خون کو پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی عبادت گاہیں

محفوظ نہیں۔ انہیں معاشی' سیاسی اور معاشرتی مسائل سے دوچار کیا جا رہا ہے کہ کہیں یہ سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہ ہو جائیں اور ہندوؤں کے تکبر کو خاک میں ملا کر ایک اور ''پاکستان'' نہ تعمیر کرلیں۔ غیروں کے حقوق کا احترام کرنا درحقیقت دامن اسلام سے ہی وابستہ ہے کہ۔

انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں

اسلامی عساکر جہاں حملہ آور ہوتے عورتوں' بوڑھوں' بچوں' فصلوں' جانوروں اور جائیدادوں کو نظر اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ جو مقابلہ کرتا اسے جواب دیتے۔ جس کی حفاظت کا ذمہ لیتے اس کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں اپنے آقا کا فرمان یاد تھا۔

''جس نے معاہد ﴿جس سے معاہدہ کیا گیا ہو﴾ کو قتل کیا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةَ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک ہوتی ہے''۔ ﴿بخاری کتاب الجہاد والسیر﴾

حضور کے ظاہری دور مبارک میں ایک ذمی نے آپ پر جادو کیا مگر آپ نے اس کے قتل کا حکم صادر نہیں فرمایا' اسلئے کہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ ویسے بھی آپ ذاتی معاملات میں درگذر فرماتے تھے۔ جب مدینہ منورہ میں یہودیوں کی ریشہ دوانیاں حد سے بڑھ گئیں تو پھر آپ نے انہیں شہر بدر کر دیا۔ وہ اس طرح کہ انہیں مال و جائیداد فروخت کرنے کا مکمل حق حاصل تھا۔ ورنہ آپ چھین بھی سکتے تھے۔ فرمایا:
''اب تم اسلام قبول کرو تو محفوظ ہو جاؤ گے ورنہ چلے جاؤ اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ زمین تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے''۔ ﴿بخاری کتاب الجہاد﴾

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ ''کوئی وصیت فرمائیں'' آپ نے فرمایا:
''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا عہد نبھانا کیونکہ یہ تمہارے نبی کا عہد ہے''۔
﴿اس عہد سے مراد ذمیوں کیساتھ حسن سلوک روا رکھنا ہے﴾ ﴿بخاری کتاب الجہاد﴾

یہ اسلام کی عظمت ہے کہ اس کے معاشرتی' سیاسی اور مذہبی نظام کو آج تک

چیلنج نہیں کیا گیا بلکہ اس کا لوہا مانا گیا ہے۔ ایک ہندو! اچھوت لیڈر مسٹر کے سکا مارن رقمطراز ہے۔

''میرے خیال میں دنیا میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جو ہمیں نجات دے سکتا ہے اور اس کی آغوش میں ہم سیاسی، معاشرتی اور مذہبی رخصت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں اخوت و مساوات اور عملی ہمدردی اس قدر بلند درجہ پر پہنچ گئی ہو جیسی اسلام میں ہے''۔

﴿''الامان'' دہلی ۲۳ نومبر ۱۹۳۱ء﴾

حضور ﷺ کی برکتوں سے ایسا معاشرتی نظام دیکھنے میں آیا، جس نے انسان کو اس کا بھولا بسرا مقام یاد دلایا۔ آپ نے لوگوں کو تنگیوں سے نکال کر خوشیاں عطا فرمائیں۔ رسوم و رواجات کی زنجیریں توڑ کر سیدھی سادی زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

''آپ نے بوجھ اتار دیئے اور ﴿مصائب کے﴾ طوق ان کی گردنوں سے اتار کر دور پھینک دیئے''۔

حضور ﷺ خود فرماتے ہیں۔

''میری مثال اس آدمی جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، میں بچشم خود ایک لشکر دیکھ کر آیا ہوں اور تمہیں اس سے ڈراتا ہوں لہٰذا اپنے آپ کو بچا لو۔ ایک گروہ نے اس کی مانی اور نجات پا گیا، دوسرے نے اسے جھٹلایا اور تہ تیغ کر دیا گیا''۔ ﴿بخاری کتاب الرقاق﴾

اور فرمایا: ''میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرتے ہی جا رہے ہو''۔ ﴿بخاری کتاب الرقاق﴾

اندازہ کیجئے کہ اس سے بڑی مشکل کشائی اور کیا ہو گی کہ انسانیت کو دنیا کی ذلتوں سے بچایا اور آخرت کی رسوائیوں سے محفوظ کیا۔ یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے

امن و امان کا عالمگیر نظام تشکیل دے کر انسان کو عظمت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا۔ سچ کہا ہے حضرت آسی نے۔

حضور آئے تو چمکا نجم قسمت آدمیت کا
حضور آئے تو لہرایا علم حسن سعادت کا
حضور آئے تو گویا رحمت پروردگار آئی
حضور آئے تو گویا باغ ہستی میں بہار آئی

☆☆☆

شہر حبیب کی فضائیں

شہر طیبہ کی فضاؤں، گلستانوں کو سلام
مصطفیٰ ﷺ کی نظر رحمت کے نشانوں کو سلام

عزیزان گرامی! میرے تصورات کا سفینہ حقائق کے سمندر میں سفر کرتا ہوا ساحل مراد پہ آلگا ہے۔ میں کب آب شناس تھا۔ یہ میرے محبوب کی ذرہ نوازی ہے کہ مجھے پکڑ کر کنارے پہ لے آئے۔ اب عجیب منظر ہے، اور ہی دنیا ہے، ہر طرف مہکی مہکی ہوائیں چلتی ہیں، اُمڈی اُمڈی رحمت کی گھٹائیں دامن پھیلائے ہوئے ہیں۔ فضاؤں میں درود و سلام کے جلترنگ بج رہے ہیں۔ نور ہی نور ہے جیسے کہکشاں زمین پر اتر آئی ہو۔ یہ وہ شہر ہے۔

جو قرار گاہ عالم کی جان ہے۔
جو آفریدگار جہاں کی رحمتوں کا امین ہے۔
جو آشفتگانِ زیست کو ہلال رکاب بنا دیتا ہے۔
جہاں کے خار بھی رشکِ گل خنداں ہیں۔

نقش طراز ازل جسے حسن و رعنائی کا گہوارہ بنا کر قسمیں اٹھاتا ہے۔ لَا اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ''مجھے اس شہر فردوس آسا کی قسم''!

آیئے اس کی جنت سامانیوں کا نظارہ کر کے اپنی سوئی ہوئی قسمتوں کو حیات آشنا کر لیں۔

جان و دل، ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

☆ آثارِ عتیقہ

شہر حبیب کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ مورخین کہتے ہیں کہ جب عرصہ گیتی پہ حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان برپا ہوا تو زندگی کا نام و نشان مٹ گیا۔ وہی لوگ محفوظ تھے جو پیغمبر حق کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اہل ایمان کی جماعت اسی ﴿۸۰﴾ افراد پر مشتمل تھی۔ جہاں انہوں نے قیام کیا وہ جگہ ''سوق ثمانین'' کہلائی۔ یہ لوگ وہاں بڑھے تو بہتر زبانوں میں مقسوم ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے الہام کے ذریعے عربی زبان وضع کی اور اس شہر میں رہائش اختیار کی۔ زراعت کا پیشہ منتخب کیا اور کھجوروں کے باغات لگائے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ یہاں سب سے پہلے یثرب بن فائتہ بن میلائل بن ارم بن عوض بن سام بن نوح ﴿علیہ السلام﴾ آباد ہوا۔ اس کی وجہ سے اس شہر کا نام یثرب تھا۔

بہت سے عظیم الشان پیغمبروں نے بھی اس شہر کی زیارت کی۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حج بیت اللہ کیلئے تشریف لائے تو ان کا گزر اس مقام سے ہوا۔ انہوں نے اس کے آثار دیکھ کر ہی پہچان لیا کہ یہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شہر ہوگا۔ حضور ہجرت فرما کر یہاں رونق افروز ہوں گے۔ ﴿خلاصۃ الوفاء﴾

تفسیر ''مظہری شریف'' میں ہے کہ ''حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جب یہاں

سے گزرا تو آپ نے فرمایا: هٰذِهٖ دَارُ هِجْرَةِ نَبِيِ اٰخِرُ الزَّمَانِ طُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ بِهٖ یہ نبی آخرالزماں ﷺ کی ہجرت گاہ ہے۔ مبارک ہے وہ جو ان پر ایمان لایا"۔ پھر جب بخت نصر نے یہود کے شہر بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور یہودیوں کی اکثریت کو غلام بنا کر لے گیا تو کچھ لوگوں نے قوم کو مشورہ دیا کہ اب عرب کے سوا سکون نہیں مل سکتا۔ لہٰذا اس ملک کی طرف ہجرت کرتے ہیں اور وہاں کھجوروں والے شہر میں آباد ہو کر آخری رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے ہیں۔ یہود کے علماء و احبار اپنی قوم کے بچے کھچے حصے کو لے کر اس شہر کی جانب چل پڑے۔ جہاں کچھ صفات مدینہ کا ظہور ہوتا وہاں ٹھہر جاتے۔ تحقیق کرنے پر پھر آگے چل پڑتے۔ اسی طرح وہ منزلوں پہ منزلیں طے کرتے اس شہر مقدس میں آ گئے، جہاں ان کی مذہبی کتابوں میں منقول تمام صفات پوری طرح جلوہ گر تھیں۔ ﴿وفاء الوفا، جذب القلوب﴾

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل تبع اول حمیری اس شہر سے گزرا اور اہل یثرب سے شدید جنگ کی۔ وہ اس کو برباد کرنے پر تلا ہوا تھا۔ علمائے یہود نے اسے کہا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہجرت گاہ ہے۔ ہم سب اس رحمتوں والے کا انتظار کر رہے ہیں۔ شاید اس کی زیارت ہو جائے یا یہ تو ضرور ہو گا کہ اس کے قدموں کا غبار ہماری قبروں پر پڑے۔ بس یہ بھی ہمارے لئے کافی ہے۔ حمیری متاثر ہوا اور اس نے حضور ﷺ کے نام ایک خط لکھا اور بڑے یہودی عالم کو دیا کہ یہ خط ان کے حضور پیش کیا جائے۔ چنانچہ ایک ہزار سال بعد اس یہودی عالم کی نسل میں حضرت سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وہ خط آپ کو دیا۔ وہ خط کچھ یوں تھا۔

"تبع اول حمیری کی طرف سے نبی آخرالزماں ﷺ کی خدمت میں عرض ہے کہ میں آپ اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں۔ میں آپ کے دین پر ہوں۔ آپ کے رب پر اور جو اس کی طرف سے نازل ہو گا سب پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر

میں آپ کا زمانہ پالوں تو بہتر ورنہ قیامت میں میری شفاعت فرمانا۔ بھول نہ جانا کہ میں آپ کا پہلا امتی ہوں"۔ ﴿وفاء الوفا' جذب القلوب' تاریخ ابن عساکر﴾

حضور ﷺ نے یہ خط پڑھا اور خوش ہو کر فرمایا: مَرحَبا بِالتبع مَرحَبا آپ کی آمد سے قبل یہودیوں کے اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت آپ کی راہوں میں آنکھیں بچھائے انتظار کرتے رہتے۔ آپ کے توسل سے دعائیں مانگتے اور التجائیں کرتے کہ ہمیں آپ کا دیدار نصیب ہو جائے۔

فَلَمَّا جَآءَ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْن

"پھر جب وہ اعلیٰ نشانوں والا تشریف لے آیا تو بولے: یہ تو کھلا جادو ہے"۔

﴿القرآن﴾

یہودیوں کی اکثریت از راہ بغض وحسد اس خبط میں مبتلا ہوگئی کہ آنے والا نبی اسرائیل میں سے ہونا چاہیے تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ازل سے یہ شرف بنی اسمٰعیل کے نام لکھ دیا تھا۔ لہٰذا یہودی اپنی تنگ نظری اور کج فہمی کے ہاتھوں اپنی لٹیا ڈبو بیٹھے۔ ہجرت مصطفیٰ ﷺ تاریخ مدینہ کا اہم ترین باب ہے۔ آپ جب مکہ والوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر عازم ہجرت ہوئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم رکاب تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت مدینہ شریف پہنچ چکی تھی۔ آپ نے گھر سے نکل کر غار ثور میں قیام فرمایا اور اس کے سوئے مقدر ایسے جگائے کہ آج وہ غار رشک طور بنی ہوئی ہے۔ وہاں آپ نے تین روز قیام فرمایا اور خرار' ثنیہ المرہ' تصف' مدلجۂ مرج' حداید' اذاخر' رابغ' ذا سلم' عثانیہ' فاختہ' عرج' جدوات' رکوبہ' عقیق' جثجاثہ کی منزلوں کو برکتیں تقسیم کرتے ہوئے قبا میں نمودار ہوئے۔ ﴿سیرت النبی ۱/۲۰۱﴾ وادی قبا مدینہ شریف سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ نے قبا میں کلثوم بن حدم کے مکان کو قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔

قبا میں آپ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر شروع فرمائی اور خود صحابہ کرام کے ساتھ مل کر کام کیا۔ اسی مسجد کے بارے میں قرآن شاہد ہے کہ

لَمَسجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ﴿التوبہ﴾

''وہ مسجد جس کی بنیاد ہی تقوے پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں تشریف فرما ہوں''۔

اور فرمایا: فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا

''یہاں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں''۔

یہ مسجد اتنی بابرکت ہے کہ اس میں نماز ادا کرنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ ''بخاری شریف'' میں موجود ہے کہ ''آپ ہر ہفتہ کو قبا تشریف لایا کرتے تھے''۔ قبا میں چند روز حضور ﷺ نے قیام فرمانے کے بعد مدینہ شریف جانے کا ارادہ فرمایا۔ پھر آپ وادی بنی سالم میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت تھا۔ حضور ﷺ نے وہاں عظیم الشان خطبہ دیا جس میں توحید و رسالت، ایمان و تقویٰ، ذکر و فکر اور جہاد کے موضوع پر بحث فرمائی۔ یہ مسجد عاتکہ تھی جہاں حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔

''بخاری شریف'' میں ہے کہ ''جب عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر کمزور ہوگئی تو وہ مسجد میں آنے جانے میں تکلیف محسوس کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ! میری نظر کمزور ہوگئی ہے میں مسجد کا دشوار راستہ طے نہیں کرسکتا لہٰذا میرے گھر میں تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا کر دیں''۔ حضور ﷺ نے وہاں نماز ادا فرمائی اور حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے اسی مسجد کو سجدہ گاہ بنالیا۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

تمام اہل شہر انتظار کی جاں گسل گھڑیاں گزار رہے تھے۔ حضور ﷺ آئے تو گویا انہیں زندگی کی بشارت مل گئی۔

قدم قدم پہ بہار خوشتر یہ کیسے موسم بدل رہے ہیں
نظر میں رنگوں کا جمگھٹا ہے دلوں میں ارماں مچل رہے ہیں
یہ کس کی آمد کی برکتوں سے بساط عالم سجی ہوئی ہے
فضا میں خوشبوئیں بس رہی ہیں وفا کے سوتے ابل رہے ہیں

☆ شہر حبیب کا محل وقوع

شہر حبیب ﷺ چھوٹے بڑے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ بڑے پہاڑوں میں جبل احد، جبل عیر اور چھوٹے پہاڑوں میں جبل سلع مستندر عینین، جبل الرماۃ شامل ہیں۔ اس کے چاروں طرف سایہ دار درختوں سے بھری ہوئی بستیاں ہیں جن میں بستی خیف الثنایا، بستی خیف العیون، بستی خیف الزہرہ آباد ہیں۔ شرقی جانب حرہ شرقیہ، خیف الصدقہ، عریض تک پھیلی ہوئی ہیں۔ غربی جانب وادی عتیق ہے جو صغیر وکبیر کے نام سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ جنوبی طرف چار بستیاں ہیں۔ قبا، جفاف، قربان، بستی العوالی ﴿مدینہ الرسول ص ۵۱ بحوالہ آثار المدینہ﴾

یہ شہر اپنے محل وقوع کے اعتبار سے اہل اسلام کو بہت پسند آیا۔ یہ ایک تجارتی مرکز تھا جس سے تاجر صحابہ کا کاروبار خوب پھیلا۔ زراعت بھی عام تھی۔ مکہ کے تجارتی قافلے یہاں سے ہو کر گزرتے تھے۔ اس طرح قریش مکہ کی شہ رگ پہ مسلمانوں کا پاؤں آ گیا تھا۔ بخاری کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی امیہ بن خلف سے دوستی تھی۔ ایک بار وہ مکہ مکرمہ آئے تو ابوجہل نے ان کو طواف کعبہ سے روکا۔ وہ بلند آواز سے فرمانے لگے۔ اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے بھی گراں گزریگی"۔ ﴿بخاری کتاب المغازی﴾

یہ گراں چیز سفر تجارت تھا جو قریش، مدینہ منورہ کے راستے سے کیا کرتے تھے۔ مدینہ شریف نے مسلمانوں کو انفرادی حیثیت سے متعارف کروایا اور یہاں اسلامی معاشرے کو پروان چڑھنے کے مواقع مکہ کی نسبت زیادہ میسر آئے اور یہاں بہت سے احکام نازل ہوئے جن پر مسلمان آزادانہ عمل کر سکتے تھے۔

☆ مسجد نبوی شریف

ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر کے طور پر شروع فرمایا۔ مسجد نبوی کی مقدس زمین دو یتیم بچوں سہل اور سہیل رضی اللہ عنہما کی ملکیت

تھی۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی: ''یا رسول اللہ! یہ زمین بطور نذرانہ قبول فرمائیں''۔ مگر حضور ﷺ نے وہ زمین خریدنا پسند فرمائی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت دس ہزار دینار انہیں دے دیئے۔ مسجد کا سنگ بنیاد ربیع الاول ایک ہجری کو رکھا گیا۔ یہ مسجد اتنی عظیم ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

صَلٰوۃ'' فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْر'' مِّنْ اَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْمَا سِوَاہُ

''میری مسجد میں نماز دوسری کسی مسجد میں ہزار نماز سے افضل ہے''۔ ﴿۳﴾ ﴿بخاری﴾

اس کے علاوہ مشہور روایت ہے کہ اس کی ایک نماز دوسری مسجد کی پچاس ہزار نمازوں کا ثواب رکھتی ہے بلکہ ایک اعتبار سے اڑھائی لاکھ نمازوں کا۔

مسجد کے منبر شریف کے بھی بہت فضائل ہیں۔ حضور جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے وقت لکڑی کے ستون سے ٹیک لگایا کرتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ''میرے لئے منبر تیار کرو''۔ منبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔ حضور ﷺ آخری سیڑھی پر جلوہ فرما ہوا کرتے تھے۔ اس منبر شریف کے بارے میں فرمایا:

''میرا منبر میرے حوض پر ہے''۔ ﴿۴﴾ ﴿بخاری شریف﴾

یہ بھی فرمایا کہ ''میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے''۔ ﴿بخاری﴾

اللہ اکبر! حضور ﷺ کے قدموں میں اتنی برکتیں ہیں کہ ان سے لگنے والی خاک بھی رشک فردوس بن جاتی ہے۔

یہ پیاری پیاری کیاری تیرے خانہ باغ کی
سرد اس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے
معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو
کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک در کی ہے
جنت میں آکے نار میں جاتا نہیں کوئی
شکر خدا نوید نجات و ظفر کی ہے

☆ فضائل مدینہ

﴿۱﴾ مدینہ منورہ وہ عظیم شہر ہے جس کو محبوب خدا نے پسند فرمایا۔ حضور ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ کَحُبِّنَا مَکَّةَ اَوْ اَشَدُّ

''اے اللہ! ہمیں مدینہ منورہ محبوب بنادے جیسا کہ مکہ مکرمہ بلکہ اس سے بھی زیادہ''۔

﴿۲﴾ حضور ﷺ نے مدینہ شریف کو حرم قرار دیا۔ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے مدینہ کو دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم بنایا ہے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۳﴾ شہر حبیب کی انفضلیت دوسرے شہروں پر واضح فرمائی۔

''مجھے ایسی بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو تَأْکُلُ الْقُریٰ یَقُوْلُوْنَ یَثْرِب وَھِیَ الْمَدِیْنَة تمام بستیوں پر حاوی ہے۔ لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۴﴾ مدینہ منورہ کی یہ شان ہے کہ یہاں فرشتے دربان بن کر کھڑے ہیں۔ میرے آقا کے غلام بن کر رہتے ہیں۔ شہنشاہ کونین کی جاروب کشی کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ﴿۵﴾

فرمایا: ''مدینہ منورہ کے دروازے پر فرشتے مقرر ہیں۔ لَایَدْخُلُھَا الطَّاعُوْنُ وَالدَّجَّالُ اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہوسکیں گے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۵﴾ مدینہ منورہ کیلئے حضور ﷺ نے دعائیں مانگیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّةَ مِنَ الْبَرَکَةِ

''اے اللہ! مدینہ میں مکہ کی نسبت دوگنی برکت نازل فرما''۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّ نَا ''اے اللہ! ہمارے شہر ہمارے صاع اور پیمانہ میں برکت

عطا فرما''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۶﴾ فرمایا: لَایَکِیْدُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَحَد" اِلَّا انْمَاعَ کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ ''جو اہل مدینہ سے فریب کریگا وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۷﴾ ''بخاری میں ہے۔ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ اِلٰی جُدُرِ اَنَّھَا اِنْ کَانَ عَلٰی دَآبَۃٍ حَرَّکَھَا مِنْ حُبِّھَا ''جب حضور ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ منورہ کے درودیوار پر نظر پڑتی تو شوق مدینہ میں سواری کو تیز کردیتے''۔

﴿۸﴾ حضور ﷺ اپنے غلاموں کے مدینہ میں وصال کر جانے کو باعث برکت سمجھتے۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مکہ میں فوت ہوئے تو آپ نے ان کی موت پر افسوس کا اظہار فرمایا۔ ﴿بخاری﴾

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ تمنا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ

''اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے محبوب کے شہر میں موت عطا فرما''۔ ﴿بخاری﴾

﴿۹﴾ اس شہر کا نام اللہ کے حکم سے رکھا گیا۔

اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُسَمِّیَ الْمَدِیْنَۃَ طَابَہ

''اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں مدینہ کا نام طابہ رکھوں''۔ ﴿بخاری﴾

علاوہ ازیں مدینہ منورہ کے اور بھی بہت سے نام مختلف کتابوں میں درج ہیں مثلاً اَلْاِیْمَان، اَلْجُنَّۃ، اَلْحَبِیْبَۃ، اَلْحَرَم، حَسَنَۃ، اَلْبَلَد، اَلدَّار، اَلْخَیْرَۃ، قُبَّۃُ الْاِسْلَام، اَلشَّافِیَہ، طَیِّبَہ ہر اک نام برکتوں اور عظمتوں کا سرچشمہ دکھائی دیتا ہے۔

﴿۱۰﴾ فرمایا: ایمان مدینہ منورہ میں پناہ لے گا جیسے سانپ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔ ﴿بخاری﴾

﴿تِلْکَ عَشْرَۃ" کَامِلَۃ"﴾

☆ شہر حبیب اور قرآن پاک

اللہ کریم نے اپنی لازوال کتاب میں بھی اپنے محبوب اقدس، مطلوب اکرم، مقصود انور ﷺ کے شہر مقدس کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿۱﴾ لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ" بِهٰذَا الْبَلَدِ

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے "البلد" سے مراد مدینہ منورہ بھی لیا ہے۔ اسلئے کہ قسم اٹھانے کی بنیادی وجہ حضور ﷺ کا موجود ہونا ہے۔ حضور ﷺ مکہ میں ہیں تو مکہ قسم اٹھانے کے قابل، حضور ﷺ مدینہ میں ہیں تو مدینہ اس عظمت کا حامل بن جاتا ہے۔ عظمتیں تو حضور ﷺ کے دم قدم سے ملتی ہیں۔ یہ دونوں مقام سرکار کی وجہ سے افضل قرار دیئے گئے۔

﴿۲﴾ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً"

اس آیت میں "ارض اللہ" سے مراد سرزمین مدینہ منورہ ہے۔ ﴿وفاء الوفا﴾

﴿۳﴾ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً"

یہاں "حسنہ" سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ ﴿وفاء الوفا﴾

﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ

یہاں "دار" اور "ایمان" مدینہ شریف کو کہا جا رہا ہے۔ ﴿وفاء الوفا﴾

☆ محبوب بندوں کی بستی

یہاں ہم قیاسی رنگ میں مدینہ منورہ کے فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

"بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ پھر اس ﴿ گناہ ﴾ کا حکم پوچھنے کیلئے ایک راہب کے پاس آیا۔ پوچھا کہ "میری توبہ قبول ہوگی کہ نہیں؟" راہب نے جواب دیا کہ "نہیں"۔ اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر اس سے ایک آدمی نے کہا کہ تو فلاں بستی میں چلا جا۔ قضائے الٰہی سے راستے میں

اسے موت آ گئی اور اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکالیا۔ اب رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ پس جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے نزدیک ہونے کا حکم دیا اور جس بستی سے وہ آیا تھا اسے پرے ہٹ جانے کا حکم دیا۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کی جائے وفات سے دونوں بستیوں کا فاصلہ ماپ لو۔ تو وہ اس بستی ﴿جس کی طرف جا رہا تھا﴾ سے ایک بالشت نزدیک نکلا فغفر لہ پس وہ بخش دیا گیا"۔ ﴿بخاری کتاب الانبیاء﴾

غور کیجئے کہ اس بستی میں آخر کون سی ایسی چیز تھی جو اللہ کو اتنی محبوب تھی؟ کہ ایک آدمی سو قتل کرتا ہے پھر بھی بخش دیا جاتا ہے۔ وہ ابھی وہاں پہنچا ہی نہیں بلکہ ابھی راہ میں ہے کہ اس کے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اس کے مقبول بندوں کی بستی تھی جس کے باعث اس نے بہت بڑے سیہ کار کی سیہ کاری سے بھی درگزر فرمایا اور وہ محبوب جو سب محبوبوں کا سلطان ہے اس کے پیارے شہر کی برکتوں کا کیا عالم ہوگا؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اللہ کسی کو بخشنا چاہتا ہے تو اپنے محبوب بندوں کی بارگاہوں کا راستہ دکھاتا ہے۔ ان کے پاس جانے کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔ اور جو اہل اللہ کے پاس جانا شرک سمجھتے ہیں انہیں اپنے انجام کی خوب خبر ہونی چاہیے اور انہیں اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ ہمیں جو اہل اللہ کے پاس جانے کی توفیق نہیں ملتی، کہیں ہمارا رب ہم سے ناراض تو نہیں؟ آخر میں دعا ہے کہ اللہ سب کو حق سمجھنے کی توفیق دے .... ذہنوں میں چھائی ہوئی تاریکیوں کو دور فرمائے۔ آمین

بجاہ النبی الامین

(غلام مصطفیٰ مجددی)

۲۸-۱۲-۹۲

حواشی دریچہ ششم

﴿۱﴾ انسان تو بڑی بات ہے حضور ﷺ نے تو معاشرتی نظام اس نہج پر مرتب کیا ہے کہ اس کی برکت سے جانور بھی محروم نہیں۔ فرمایا ایک شخص نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کا یہ عمل قبول فرمایا اور فَغُفِرَلَہ' اس کو بخش دیا۔ عرض کی: ''یارسول اللہ! کیا جانوروں پر احسان کرنے سے ثواب ملتا ہے؟'' فرمایا: ''ہاں! ہر تر جگر والے جانور کے ساتھ نیکی کرنے سے ثواب ملتا ہے''۔ ﴿کتاب الادب﴾

﴿۲﴾ صورت سے یہ مراد نہیں کہ اللہ کا جسم ہے یا انسان کی طرح اس کی صورت ہے بلکہ یہاں مشارکت اسمی ہے، مشارکت جسمی مراد نہیں۔ انسان اللہ کی صفات کاملہ کے کمالات کا مظہر ہے۔ مثلاً اللّٰہ اِنَّہ' ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر دیکھنے اور سننے والا ہے' انسان کے بارے میں پس فرمایا وَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ہم نے انسان کو دیکھنے اور سننے والا بنایا۔ سماعت و بصارت اللہ کی صفات کاملہ ہیں اور انسان ان کے کمالات کا پرتو ہے۔ اس طرح انسان میں اللہ کی اور بھی صفات کے کمالات جلوہ گر ہیں۔ مثلاً حیات' علم' ارادہ' تصرف وغیرہ ان صفات کی بناء پر فرمایا کہ ان اللّٰہ خلق ادم علی صورتہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

﴿۳﴾ اس سلسلہ میں مختلف احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث ہے: ''جو پاک صاف ہو کر صرف میری مسجد میں نماز ادا کرنے کی نیت سے نکلا پھر اس نے نماز ادا کی تو کان بمنزلۃ الحج وہ حج کے برابر ثواب کا مستحق ہے''۔ ﴿اخبار مدینہ الرسول﴾ ایک حدیث ہے: ''صلوۃ فی مسجدی خمسین الف صلوۃ میری اس مسجد کی نماز پچاس ہزار نمازوں سے افضل ہے''۔ ﴿مشکوۃ﴾ ایک حدیث ہے کہ ''میری مسجد کی نماز ﴿بیت المقدس﴾ کی ہزار نمازوں سے افضل ہے''۔ ﴿تاریخ الحرمین﴾

﴿۴﴾ لوگ برکت حاصل کرنے کیلئے اس کو ہاتھ لگاتے کہ یہ حضور ﷺ کی نشست گاہ تھی''۔ ﴿وفاء الوفا﴾ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جس نے میرے منبر کے قریب جھوٹی قسم اٹھائی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ یہ بھی فرمایا کہ ''جس نے میرے منبر کے قریب جھوٹی قسم اٹھائی اس پر اللہ' فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت''۔ ﴿خلاصۃ الوفا﴾ فرمایا: ''قیامت میں منبر کو ایسے اٹھایا جائے گا جیسے دوسری مخلوق''۔ ﴿خلاصۃ الوفا﴾

﴿۵﴾ فضائل مدینہ منورہ کی دیگر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا: ''مدینہ اور مکہ کو

فرشتوں نے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے۔ ﴿خلاصۃ الوفا﴾ حدیث ہے: ''اللہ! مدینہ کو ہمارا محبوب بنادے اور یہاں سے بیماری کو نکال دے''۔ فرمایا: ''جسے مدینہ منورہ میں موت آئے میں اس کی شفاعت کروں گا''۔ ﴿کنز العمال﴾ حدیث پاک ہے: ''اے اللہ! جس نے میرے ساتھ اور میرے شہر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اسے جلد تباہ کردے''۔ ﴿خلاصۃ الوفا﴾ فرمایا: ''جس نے مدینہ والوں پر ظلم کیا ہو اور انہیں ڈرایا ہو اس پر اللہ' فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو''۔ ﴿خلاصۃ الوفا﴾ ان لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو یزید کو اپنا امام مانتے ہیں۔ یزید نے مدینہ منورہ پر لشکر چڑھائے۔ مسجد نبوی میں نماز بند رہی۔ اہل مدینہ پر ظلم وستم کیا۔ خود سوچ لیں کہ حدیث کی رد سے وہ کس مقام کا حامل ہے؟ اس شہر کو یہ عظیم سعادت بھی حاصل ہے کہ یہاں محبوب اطہر ﷺ کی آخری آرام گاہ ہے۔ فرمایا: ''جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری ہی زیارت کی''۔ ﴿طبرانی خلاصۃ الوفا﴾ فرمایا: ''جو میری قبر کی زیارت کو آیا وہ جنت میں میرا ہمسایہ ہوگا''۔ ﴿خلاصۃ الوفا﴾ ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی فقد جفانی اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔ ﴿راحت القلوب﴾ ﴿العیاذ باللہ تعالیٰ﴾ ''جس کو طاقت ہے مگر میری زیارت کو نہ آئے اس کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا''۔ ﴿خلاصۃ الوفا﴾

☆☆☆

اُنہی کی بخشی ہوئی آ گہی کو لکھا ہے

رات کا درمیانی حصہ گزر رہا ہے۔

سردی سے ہر چیز کپکپا رہی ہے۔

میں کتاب کی آخری سطور لکھ رہا ہوں۔

راوں رواں میں سرخوشی سمائی ہوئی ہے۔ پلکوں پہ تشکر آمیز آنسو سجے ہوئے ہیں۔ تقریباً ایک سال کی جگر کاوی کا ثمرہ میرے سامنے ہے۔

میں مسرور ہوں کہ اللہ نے مجھے اپنے حبیب کا ثناء خواں بنایا۔ حضور کی یادوں نے ہزاروں پریشانیاں پریشان کر دیں۔ لاکھوں غم غلط کر دیئے۔

ان کے رخسار وگیسو کی داستاں نے ایسا مدہوش کیا کہ طویل عرصہ گزرتے ہوئے محسوس ہی نہیں ہوسکا۔

رات کی رانی کا جھونکا تھا ''نبی'' کی یاد بھی
آج تک آنگن مرے اِحساس کا مہکا دیا

اتنا جان فزا تصور تھا کہ دنیا و مافیہا کی ہر شے بیگانہ سی لگتی تھی۔ بس خیال تھا تو اپنی بے مائیگی اور کم ظرفی کا۔

لفظ پھر لفظ ہیں جذبوں کو سمیٹوں کیونکر
کیسے کر پاؤں میں اظہار محبت تجھ سے

مجھے وہ وقت یاد آ رہا ہے۔

جب شب برأت، شب قدر جیسی انمول گھڑیوں میں لوگ بارگاہ ایزدی میں اپنے سر جھکائے ہوئے تھے اور میں قلم و قرطاس لئے اپنے آقا کی عظمت کے ترانے رقم کر رہا تھا۔ مجھے کچھ افسوس نہ تھا اس لئے کہ میں بھی عبادت الٰہی میں مصروف تھا۔ ذرا انداز مختلف تھا۔

حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ ''محبوب خدا کا ذکر درحقیقت خدا کا ہی ذکر ہے''۔

پھر مجھے وہ لمحے بھی یاد آ رہے ہیں جب میری آواز کا دامن بھیگ جایا کرتا تھا۔ ہچکیاں بس سے باہر ہو جایا کرتی تھیں۔

پھڑ کتے لبوں پر ایک ہی نام ہوتا: ''یارسول اللہ''

یارسول اللہ! آپ راضی ہو جائیں تو مجھے زمانے کے مصائب کی کوئی پروانہیں۔ آپ کی زلفوں کا سایہ مل جائے تو آلام کی دھوپ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ پھر حضور ﷺ کا نام اتنا تسکین پرور ہے کہ نجانے بے چینیاں کدھر بھاگ جایا کرتی تھیں۔ ایسا سکون کہاں سے آ جایا کرتا تھا کہ جو الفاظ سے بیان ہی نہیں ہو سکتا۔

جب جام دیا تھا ساقی نے جب دور چلا تھا محفل میں
اک ہوش کی ساعت کیا کہئے کچھ یاد رہی کچھ بھول گئی

یہ کتاب میری زندگی کا حاصل ہے۔ ایک ایک حرف میری محبت کا عنوان ہے۔ اس میں میری کوئی بہادری نہیں۔ سرکار کی بندہ نوازی ہے۔

اُنہی کی بخشی ہوئی آگہی کو لکھا ہے
اُنہی سے حرف ملے ہیں اُنہی کو لکھا ہے

آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ کی پر کیف فضائیں دیکھنے کا موقع نصیب فرمائے۔

سگ بارگاہ مجدد

غلام مصطفیٰ مجددی

جنرل سیکرٹری ادارہ تعلیمات مجددیہ شکر گڑھ

تقریظ منظوم

از ڈاکٹر قمر تابش صاحب

اک ان کی آمد سے خلد صورت بنا ہے سارا جہان دیکھو
عطا کیا ہے خدا نے ہم کو سکون دیکھو امان دیکھو
ہر ایک ساعت درود پڑھتی ہوئی فضا سے گزر رہی ہے
ازل سے ''شان حبیب باریؐ'' کا ہو رہا ہے بیان دیکھو
تلاش کرنے کو ان کی عظمت ملے ہیں افکار جستجو کے
بیان کرنے کو ان کی رفعت خدا نے دی ہے زبان دیکھو
جلال موسیٰؑ جمال یوسفؑ صدائے داؤدؑ دست عیسیٰؑ
انہی کی شوکت کے سب حوالوں کے معتبر ہیں نشان دیکھو
تلاش کرتے ہیں آیتوں سے ھدیٰ کے پیکر کے عیب ظالم
علوم زدگان، عالموں کے چنین دیکھو، چنان دیکھو
نبی کو اپنا سا کہہ رہے ہیں، یہ کفر دھاروں میں بہہ رہے ہیں
جبیں پہ ننگ ادب بنے ہیں ''عبادتوں'' کے نشان دیکھو
کلام باری کے ترجموں سے عیاں ہے بغض دروں کا عالم
فقیہ بدخو کا فاسقانہ کلام دیکھو، زبان دیکھو
حرا کی خلوت کا مرحلہ ہو کہ اوج سدرہ کا واقعہ ہو
انہی کی رفعت نشینیوں کے ہیں سارے عالی نشان دیکھو
ہے کون گستاخ یا منافق، ہے کون ذوقِ ادب سے واقف
کھلے گی تم پہ یہ بات فوراً جو گفتگو میں گمان دیکھو
ید منور کے ہوں وہ کنکر، کہ کہکشاں کا ہو کوئی منظر
خود آپ فطرت تجلیوں کا سجا رہی ہے جہان دیکھو
یہ مصطفیٰ کے غلام کی ہے عظیم تصنیف فاضلانہ
جمال خیر الامم کی اس میں مہک رہی ہے اٹھان دیکھو
گریز پائی کا کوئی حیلہ قمر وفا میں روا نہیں ہے
جب ان کی حرمت کا ہو تقاضا، نہ مال دیکھو نہ جان دیکھو

بنیادی و امدادی مآخذ

صحیح بخاری شریف ﴿بنیادی﴾

قرآن مجید ﴿امدادی﴾

صحیح مسلم شریف از امام مسلم بن الحجاج

جامع ترمذی شریف از امام ابوعیسیٰ ترمذی

سنن ابن ماجہ شریف از امام ابوعبداللہ محمد

سنن ابوداؤد شریف از امام سلیمان بن اشعث

سنن نسائی شریف از امام احمد بن شعیب نسائی

فتح الباری شرح بخاری از امام ابن حجر عسقلانی

عمدۃ القاری شرح بخاری از امام بدر الدین عینی

ارشاد الساری از امام شہاب الدین قسطلانی

فیض الباری از مولوی انور شاہ کشمیری

تیسیر الباری از مولوی نواب وحید الزماں

مشکوۃ شریف از امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ

مرقاۃ شرح مشکوۃ از امام علی القاری

اشعۃ اللمعات از امام عبدالحق محدث دہلوی

دارمی شریف از امام عبداللہ دارمی

مسند احمد از امام احمد بن حنبل

کنز العمال از امام علی بن حسام الدین

مواہب لدنیہ از امام احمد قسطلانی

دلائل النبوۃ از امام نعیم احمد بن عبداللہ

جوہر المنظم از امام ابن حجر مکی

سیرت ابن ہشام از علامہ ابن ہشام

سیرت النبی از محمد حسین ہیکل

انوار محمدیہ از امام یوسف بن اسماعیل نبہانی

جواہر البحار از امام یوسف بن اسماعیل نبہانی

حجۃ اللہ علی العالمین از امام یوسف بن اسماعیل نبہانی

الخصائص الکبریٰ از امام جلال الدین سیوطی

وفاء الوفا از علامہ سمہودی

الادب المفرد از امام محمد بن اسماعیل بخاری

مفردات از امام راغب اصفہانی

مدارج النبوۃ از امام عبدالحق محدث دہلوی

الشمامۃ العنبریہ از نواب صدیق حسن بھوپالی

رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری

شمائم امدادیہ از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

امداد المشتاق مرتبہ اشرف علی تھانوی

نشر الطیب مصنفہ اشرف علی تھانوی

مکتوبات امام ربانی از سیدنا مجدد الف ثانی سرہندی

جذب القلوب از امام عبدالحق دہلوی

میزان الکبریٰ امام عبدالوہاب شعرانی

کتاب الروح از علامہ ابن قیم

سیرت رسول عربی از مولانا نور بخش توکلی

تاریخ ابن عساکر از علامہ ابن عساکر

حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی

سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار از غوث اعظم بغدادی

تاریخ اسلام از مولانا معین الدین ندوی

تاریخ طبری از امام ابن جریر طبری

سیرت النبی از شبلی نعمانی
کیمیائے سعادت از امام محمد غزالی
الصواعق المحرقہ از ابن حجر مکی
کتاب الاذکار از امام یحییٰ النووی
مطالع المسرات از امام محمد مہدی الفاسی
مکتوبات معصومیہ از خواجہ معصوم سرہندی مجددی
تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی
موضوعات کبیر از ملا علی القاری
تعلیمات مجددیہ از ملک حسن علی جامعی شرقپوری
تفسیر خازن، تفسیر مدارک، تفسیر قرطبی
تفسیر ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر ابن عباس
تفسیر جلالین، تفسیر صاوی، تفسیر معالم التنزیل
الشہاب الثاقب، رد المختار، الفتوحات الاسلامیہ
البدایہ والنہایہ، تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال
علم الاجتماع از برٹ اسپر
دیوان غالب، حدائق بخشش، کلیاتِ اقبال
نسیم الریاض از امام شہاب الدین خفاجی
عوارف المعارف از حضرت شہاب الدین سہروردی
بستان العارفین از فقیہ ابواللیث سمرقندی
دلائل الخیرات از امام عبدالرحمٰن جزولی
درالثمین از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی
عقائد علمائے دیوبند از مولوی خلیل احمد
مذاہب الاسلام از محمد نجم الغنی خان رامپوری
امداد السلوک از رشید احمد گنگوہی
بانگ درا، کلیات ساغر، دیوان جگر
تفسیر روح البیان، تفسیر روح المعانی، تفسیر مظہری
تفسیر ضیاء القرآن، تفسیر نور العرفان، خزائن العرفان
لسان المیزان، تقریب التہذیب، شفا شریف
اسلام اور جنسیات، لاز آف سیکس
ستیارتھ پرکاش از سوامی دیانند

☆☆☆